لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

جلد دوم

کتاب الشفاء

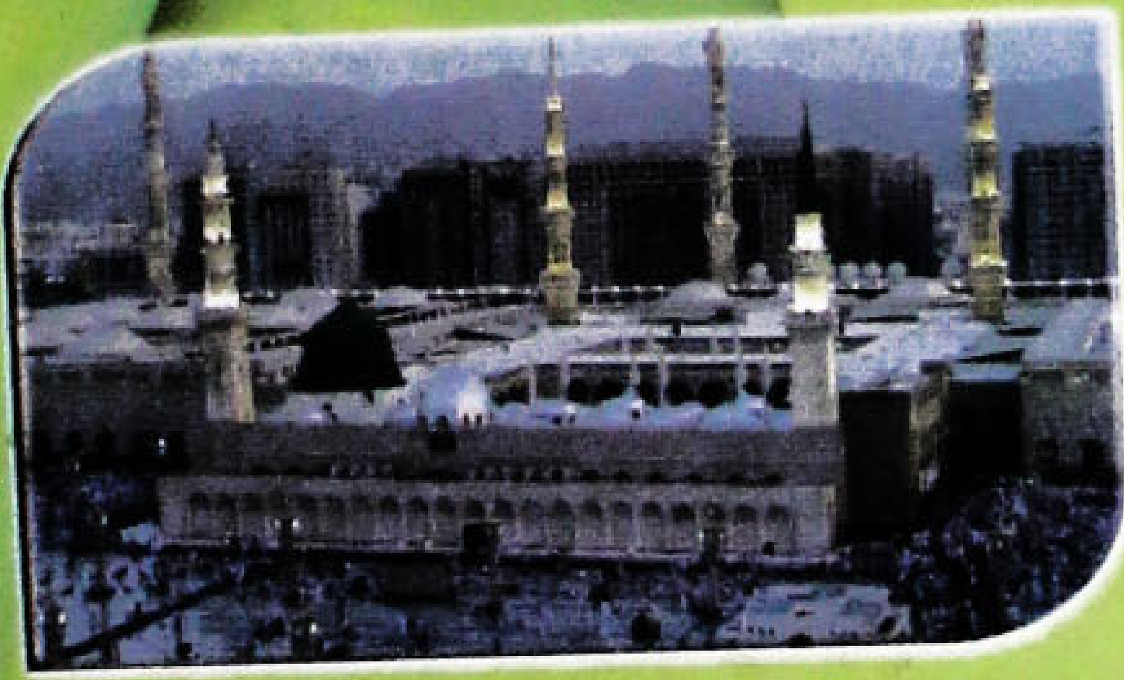

مؤلف
ابوالفضل قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ
حافظ قاری قاسم مدظلہ العالی
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

تخریج وحواشی جدید
حافظ محبوب احمد مدظلہ العالی

مکتبۃ العلم
۱۸- اردو بازار لاہور ۰ پاکستان

Marfat.com

لقد كان لكم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

کتاب الشفاء

جلد دوم

مؤلف

ابو الفضل قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حافظ قاری قاسم مدظلہ العالی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

تخریج وحواشی جدید

حافظ محبوب احمد مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان

فون 7231788-7211788

11-29/13 28

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ——— کتاب الشفاء

تالیف: ——— ابوالفضل قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: ——— حافظ قاری قاسم مدظلہ العالی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

طابع: ——— خالد مقبول

۲۰۱۷-۴-
۹۶۷۸ ع ک
۱۵۹۳۱۲
جلد ۲

ملنے کے پتے

- مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7224228 7221395
- اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اردو بازار، لاہور۔ 7223506 7230718
- خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7314169

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

Marfat.com

فہرس

عنوان	صفحہ
اُمت مسلمہ اور نبی کریم ﷺ کے حقوق	۱۱
نبی کریم ﷺ پر ایمان اور اتباعِ سنت فرض الایمان میں سے ہے	۱۲
اللہ عزوجل کی وحدانیت پر ایمان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تصدیق	۱۳
اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسالت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ جہاد کا حکم الٰہی	
مصنف کتاب کی نظر میں ایمان لانے کا مفہوم	
جبرئیلؑ کا ایمان کی بابت سوال کرنا	۱۴
منافق کون؟	
اسلام اور ایمان کی بابت سیر حاصل گفتگو	۱۶
فصل:۱	۱۷
اطاعتِ نبوی (ﷺ) کا وجوب	
نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری پر رحم کیے جانے کی ضمانت	
نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہی میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے	۱۸
مفسرین وائمہ کرام کا اِس بابت بیان	
روزِ محشر کفار کی پکار	
جس نے دعوت رد کر دی وہ تو محروم ہی رہا	۲۱
فصل:۲	۲۲
نبی کریم ﷺ کی اتباع کا بیان	
اُسوۂ رسول ﷺ کے معنی	۲۳
فرمانِ نبوی ﷺ کہ اگر اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو	۲۴
جو قرآن کریم کو محبوب نہ رکھے قرآن کریم اُس پر گراں ہو جاتا ہے	۲۶
علم کی اقسام	۲۷
فصل:۳	۲۸
اتباعِ سنت نبوی ﷺ اور سیرتِ نبوی ﷺ کی بابت سلف وائمہ رحمہم اللہ کے فرمودات	
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحت	
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بیان	۲۹
حضرت حسن بن ابی حسنؒ کا فرمان	
ابن شہابؒ کا بیان	
حضرت عمر بن خطابؓ کا فرمان	۳۰
حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان	
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان	
حضرت اُبی بن کعبؓ کا بیان	۳۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
کیا حکمران وقتی مصلحت کے پیش نظر (کٹ حجتیاں کرکے) قرآنی احکام کے برعکس بھی کرسکتے ہیں؟	۳۱
حق سے اصلاح نہ ہوتو ناحق سے اصلاح کی کوشش مت کرو	
عطاء بن ابی رباحؒ کی آیت مبارکہ کی بابت تشریح	۳۲
حضرت امام شافعیؒ کا بیان	
فصل:۴	
نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت یا تبدیلی گمراہی، ضلالت اور بدعت ہے	۳۳
دوسرا باب	۳۶
نبی کریم ﷺ کی محبت کے لزوم کا بیان	
فصل:۱	
نبی کریم ﷺ کی محبت اور اسکا ثواب	۳۸
اہلِ بیت سے محبت نبی کریم ﷺ سے محبت ہی ہے	
فصل:۲	
نبی ﷺ سے محبت اور سلفؒ کے اقوال	۴۰
خوفِ مقتل بھی ماسوا محبت نبوی (ﷺ) کے کچھ کہلوا نہ سکا	۴۲
فصل:۳	
نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامات	۴۴

عنوان	صفحہ
جس سے سچی محبت ہو انسان اپنے آپ کو اُسکے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے	۴۴
نبی کریم ﷺ سے محبت کی پہلی علامت	
محبت کی دوسری پہچان	
نبی کریم ﷺ سے محبت کی تیسری علامت	۴۵
نبی ﷺ سے محبت کی علامت، کثرتِ ذکر	۴۶
محبت کی علامت، محبوب جسے محبوب رکھے وہ چیز محبّ کو بھی محبوب ہو جائے	۴۷
حضرت حسنؓ و حسینؓ سے محبت، محبتِ نبوی ﷺ کا جزو لاینفک	
صحابہ کرامؓ سے محبت، محبت نبوی ﷺ کا لازمی تقاضا	۴۸
سیدہ فاطمہؓ جگر گوشہ رسول ﷺ سے محبت	
اُسامہ بن زیدؓ سے محبت	
انصار سے محبت	
اہلِ عرب سے محبت	
نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ سبزی، کدو	۴۹
فصل:۴	۵۲
نبی کریم ﷺ سے حقیقی محبت کے معنی	
محبت کی حقیقت	۵۳
فصل:۵	۵۶
نبی کریم ﷺ کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونا واجب ہے	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
امام ابو سلیمان بُستیؒ کے نزدیک نصیحت کی تعریف	۵۶
نصیحت کے لغوی معنی	
قرآن سے خیر خواہی	۵۷
نبی کریم ﷺ سے خیر خواہی	
ائمہ مسلمین اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی اختیار کرنا	۵۹
تیسرا باب	۶۰
نبی ﷺ کی تعظیم، توقیر اور خدمت گزاری کے وجوب کا بیان	
﴿تعزروہ﴾ کی ایک اور طرح قراءت	۶۱
ارشادِ ربانی کہ (ان معاملات میں) اللہ سے ڈرتے رہو	۶۲
نبی کریم ﷺ کو بلند آواز سے مت پکارو	۶۳
نبی کریم ﷺ کو پکارتے وقت انتہائی ادب ملحوظِ خاطر رکھو	
اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول	۶۴
تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے فوری خوشخبری	
صحابہ کرامؓ کا اسلام لانے والوں کو آدابِ نبوی (ﷺ) سکھانا	۶۵
پیغمبر کی تو ہر حال میں فرمانبرداری کی جائے گی	۶۶

عنوان	صفحہ
فصل:۱	۶۶
نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر میں صحابہؓ کا خصوصی التزام	
نبی کریم ﷺ کو دیکھتے ہی صحابہؓ نظروں کو جھکا لیتے	۶۷
صحابہؓ نبی ﷺ کی گفتگو ایسے ہمہ تن گوش ہو کر سماعت کرتے جیسے کہ اُن کے سروں پر پرندے سوار ہیں	
صحابہؓ تو نبی کریم ﷺ کے بال تک نیچے نہ گرنے دیتے	۶۹
صحابہؓ موقع کی مناسبت ہی سے سوال کرتے	۷۰
فصل:۲	
بعد از وفات نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور اہل بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم	
امام مالکؒ کا منصور کو ڈانٹنا	۷۱
امام مالکؒ نبی کریم ﷺ کا ذکر فرماتے تو رنگت متغیر ہو جاتی	۷۲
حدیث نبوی کی سماعت کے وقت مکمل خاموشی	۷۴
فصل:۳	۷۵
سیرۃِ سلف اور روایتِ حدیث کے وقت اسلاف کا طریق کار	
فقیہ الامت ابن مسعودؓ کا حدیث بیان کرنے میں احتیاط	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
امام مالکؒ درسِ حدیث دینے سے قبل بہترین لباس پہنتے	۷٦
امام مالکؒ کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اہمیت	۷۷
فصل:٤	
نبی کریم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے ساتھ آل وذریت اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تعظیم بھی لازم ہے اور اس بارے میں سلف کا عمل	۷۹
عمر فاروق تقویٰ کے آخری کونے پر	۸۳
امام مالکؒ نے کوڑے لگوانے والے کو محض قرابت نبوی (ﷺ) کی وجہ سے معاف کر دیا	۸۴
فصل:۵	
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت	۸۵
نبی ﷺ کا اپنی وفات کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنے کا کہنا	۸۷
فصل:٦	۹۲
تبرکاتِ نبوی (ﷺ) کی عظمت	
نبی ﷺ کے موئے مبارک والی ٹوپی کی خاطر صحابہ کرامؓ کا اپنی جانیں قربان کرنا	۹۳
بدعتی اور حواریوں پر اللہ اور ملائکہ کی لعنت	۹۴
باب چہارم	۹۷
صلوٰۃ وسلام کی فرضیت	
فصل:۱	۹۹
نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم	
فصل:۲	۱۰۲
کس جگہ درود و سلام پڑھنا مستحب ہے؟	
آدابِ دُعا	۱۰۳
اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے نبی ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے	۱۰۴
فصل:۳	۱۰۸
درود و سلام پیش کرنے کی کیفیت	
حضرت علیؓ سے منقول درود	۱۱۱
فصل:٤	۱۱۴
نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت	
جبرئیل کا درود کی فضیلت بیان کرنا	۱۱۵
اذان کے بعد کی دعا	۱۱۷
فصل:۵	۱۱۸
نبی ﷺ پر درود نہ بھیجنے والے کی مذمت	
درود بھلانے والا جنت بھی بھلا دیا جائے گا	۱۱۹
فصل:٦	۱۲۰
درودِ پاک پڑھنے والا اور نبی کریم ﷺ	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
فصل : ۷	۱۲۱
غیر انبیاء پر درود بھیجنے میں اختلاف	
کیا نبی کریم ﷺ کے علاوہ پر بھی درود پڑھا جاسکتا ہے؟	۱۲۲
روافض اور اہل تشیع کی جاری کردہ بدعت	۱۲۶
فصل : ۸	۱۲۷
روضہ رسول (ﷺ) کی زیارت اور حاضری کی فضیلت کا بیان	
نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے آداب	۱۲۸
حضرت انسؓ کا روضہ رسول (ﷺ) کی زیارت کا طریقہ	۱۳۰
مسجد میں داخلے کے وقت کی ایک دُعا	۱۳۴
فصل : ۹	
مسجد نبوی (ﷺ) میں داخلے کے آداب	۱۳۶
مسجد نبوی (ﷺ) کی فضیلت	۱۳۹
تین حج کرنے والے کی خصوصیات	۱۴۳
ملتزم کے قریب مانگی گئی دُعا کبھی رَد نہیں جاتی	۱۴۴
تیسرا باب	۱۴۵
اُن اُمور کے بارے میں جو نبی ﷺ کے لیے واجب ہیں	
خلاصۂ کلام	۱۴۸

عنوان	صفحہ
الباب الاوّل	۱۴۹
اُمور دینیہ اور عصمتِ انبیاءؑ	
فصل : ۱	
نبی کریم ﷺ کا عقد بالقلب اوّل تا ششم وجہ	۱۵۰
نبی ﷺ سے متعلقہ کسی قسم کے شک کو پاس نہ آنے دیا جائے	۱۵۳
ہر قوم کو شرک سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے	۱۵۶
انبیاءؑ توحید کی بابت کسی شک میں کبھی مبتلا نہیں ہوسکتے	۱۵۸
جو چیز علماء کی شان کے خلاف ہو وہ بھلا کبھی انبیاء پہ صادق آسکتا ہے	
پیغمبر سے وعدے کر کے منافقین اپنی بات سے پھر جاتے ہیں	
نبی کریم ﷺ کو وحی سے قبل ہی ماوراء الوراء چیزیں دکھائی دینے لگی تھیں	۱۵۹
حضرت ابن عباسؓ کا وحی سے قبل نبی کریم ﷺ کے حالات بتانا	۱۶۰
کسی صحیح حدیث سے نبی کریم ﷺ کے شک کی بابت نہیں پتہ چلتا	۱۶۱
ورقہ بن نوفل کے مشورے پر سیدہ خدیجہؓ کا جبرئیل کی آمد آزمانا	۱۶۲
مشرکین کا نبی کریم ﷺ کو کسی مخصوص "لقب"	

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سے پکارنے کے لیے اٹھ	۱۶۴	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر	۱۹۹
''غین'' سے مراد ایسی چیز ہے جو دِل کو مکمل طور پر ڈھانپ لے	۱۶۶	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد'' میں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر حالت میں سچ بولتا ہوں۔''	
مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کا سہو کی بابت بیان	۱۶۷	فصل : ٦	۲۰۱
قوم کے جھٹلانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم الٰہی	۱۷۰	معترضین کے اعتراضات کے مسکت جوابات	
		اِس روایت پر دو طرح سے جرح ہوسکتی ہے	۲۰۲
ایک شبہ اور جوابِ شبہ	۱۷۳	دوسری تا چوتھی وجہ	۲۰۵
فصل : ۲	۱۷۶	فصل : ۷	۲۱۶
قبل از نبوت عصمت انبیاء علیہم السلام		اُمورِ دنیا کے اعتبار سے عصمت نبویؐ	
شقِ صدر کا معجزہ		منصب نبوت تو ہر قسم کی آلائش سے پاک و	
''ضالًّا'' اور ''ضالٌّ'' کے درمیان فرق	۱۸۳	صاف ہے	۲۱۷
فصل : ۳	۱۸۷	فصل : ۸	۲۱۸
انبیاءِ کرام علیہم السلام کی عصمت اور اُمورِ دُنیا کا بیان		سہو کی حقیقت وحیثیت	
		کچھ حدیث شفاعت کی بابت	۲۲۳
فصل : ٤	۱۹۱	حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک حدیث	۲۲۴
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور شیطان سے بچاؤ پر اُمت کا اجماع		فصل : ۹	۲۲۷
		عصمت انبیاء کا تصور بلحاظِ اعضاء وجوارح	
فصل : ۵	۱۹۸		
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی صحت وصداقت		انبیاء منجانب اللہ اور معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں	
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً و سہواً کبھی خلافِ واقع بات نہیں کی		انبیاءؑ صغیرہ و کبیرہ دونوں طرح کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں	۲۲۸
علامہ باقلانی اور اسفرائینی میں اس بابت اختلاف	۱۹۹	فصل : ۱۰	۲۳۱
		قبل بعثت عصمت انبیاء علیہم السلام	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
فصل : ۱۱	۲۳۴
سہو ونسیان کے بارے میں حکم	
فصل : ۱۲	۲۳۶
سہو کی بابت مذکورہ احادیث کا بیان	
فصل : ۱۳	۲۴۲
انبیاءؑ کی جانب صغیرہ گناہوں کی نسبت کرنا درست نہیں	
﴿عبس و تولی﴾ کی بابت ابو تمام کا قول	۲۵۲
سیدنا یونس علیہ السلام کا قصہ	۲۵۶
نوح علیہ السلام کا بیٹا اُن کا ''اہل'' ہی نہیں	۲۶۴
فصل : ۱۴	۲۶۶
اللہ کے قول وَعَصٰی اٰدَمُ کے معنی	
فصل : ۱۵	۲۷۱
عصمت انبیاء کی بابت حقوق	
فصل : ۱۶	۲۷۴
عصمت ملائکہ کی بابت مروی اقوال	۲۷۶
باب دوم	۲۷۹
انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت اُمور دنیویہ میں اور ایسے انسانی عوارض کا بیان جو اُن پر لاحق ہوتے ہیں	
گھوڑ سواری پہ نبی کریم ﷺ کا زخمی ہونا	
فصل : ۱	۲۸۲
نبی ﷺ پر حدیث سحر کے حوالے سے	

عنوان	صفحہ
کیے گئے طعن کا جواب	۲۸۲
فصل : ۲	۲۸۵
نبی کریم ﷺ کے دُنیاوی اُمور کا بیان	
فصل : ۳	۲۸۷
بشریت اور معتقدات کے متعلقہ احکام	
فصل : ۴	۲۸۹
نبی ﷺ کے اُمورِ دُنیا سے متعلق اقوال	
نبی کریم ﷺ کا مزاح	
ایک شبہ اور جوابِ شبہ	۲۹۰
فصل : ۵	۲۹۵
حدیثِ قرطاس	
حدیث قرطاس پر وارد ایک اعتراض اور اس کا جواب	
فصل : ۶	۲۹۹
آپ ﷺ کے اقوال حالتِ غضب میں	
فصل : ۷	۳۰۴
نبی کریم ﷺ کے دینوی افعال	
فصل : ۸	[illegible]
انبیاءؑ کی آزمائش میں حکمتِ الٰہیہ	
گستاخِ رسول کی بابت حکم	۳۱۸
باب اول	۳۲۲
نبی کریم ﷺ کی ذات، نسب، دین یا عادت کی طرف نقص بیان کرنا	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
فصل : ۱	۳۲۸
نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل	
فصل : ۲	۳۳۷
مخالفین کے ایذاء پہنچانے پر عفو نبی ﷺ	
فصل : ۳	۳۴۵
نبی ﷺ کی شان میں بغیر قصد کے گستاخی	
فصل : ٤	۳۴۸
نبی ﷺ کی تکذیب کرنے والا	
فصل : ۵	۳۵۰
مشتبہ اور محتمل انداز میں گفتگو کرنے والے کی بابت حکم	
فصل : ٦	۳۵۳
نبی ﷺ سے کسی کو تشبیہ دینے کا حکم	
فصل : ۷	۳۶۰
کفریہ الفاظ کا نقل کرنا	
فصل : ۸	۳۶۴
نبی ﷺ کے امور مختلف فیہ	
فصل : ۹	۳۶۹
نبی ﷺ کی سیرت کا ذکر کرتے وقت احتیاط	
باب دوم	۳۷۲
نبی ﷺ پر سب وشتم، تنقیص و اذیت و عقوبت کا بیان	

عنوان	صفحہ
فصل : ۲	۳۷٦
مرد کی توبہ	
فصل : ۳	۳۷۹
شہادت یا عدم شہادت کی بابت حکم	
فصل : ٤	۳۸۱
ذمی کو سب وشتم کی گستاخی کی سزا	
فصل : ۵	۳۸۸
ایسے شخص کی میراث	
باب سوم	۳۹۲
اللہ عزوجل، ملائکہ، انبیاء اور آل نبی و ازواج اور صحابہ کو سب وشتم کرنے والا	
فصل : ۱	۳۹۴
اللہ کی طرف نازیبا الفاظ کی نسبت کرنا	
فصل : ۲ تا ٤	۳۹۷
کلمات کفریہ کا بیان	۴۰۳
فصل : ۵، ٦	۴۱۹
شریعت کا استہزاء کرنا	
فصل : ۷، ۸	۴۲۴
انبیا و قرآن کی بابت گستاخی کا بیان	
فصل : ۹	۴۳۱
آل بیت، ازواج مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی	
ابوبکر و عائشہ رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا فتویٰ قابل رد	۴۳۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد دوم

اُمتِ مسلمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

قاضی ابوالفضلؒ بیان کرتے ہیں کہ میں کتاب کے پہلے حصے میں اس چیز کو بیان کر چکا ہوں کہ میں نے حصہ دوم کو چار ابواب میں منقسم کیا ہے۔ اس حصے میں ہم ذکر کریں گے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی، وقار اور نیکیوں کو تسلیم کرنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے واجب ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت (کے طریقے) کے بارے میں۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اتباعِ سنت فرض الایمان میں سے ہے

ہمارے سابقہ بیانات سے نبوت و رسالت کا ثبوت اور اس کی صحت پر کافی مفصل طریقے سے گفتگو کی جا چکی۔ اب ہم ایسے دلائل سے اس چیز پر روشنی ڈالیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فرض ہے اور جن ہدایات کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ان کی تصدیق ہم پر واجب ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا﴾ [التغابن: ۸]

''سو تم ایمان لاؤ اللہ عزوجل پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ......﴾

[الفتح: ۸، ۹]

''یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾﴾ [الاعراف: ۱۵۸]

''سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آ جاؤ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر نہ اللہ عزوجل پر

Marfat.com

ایمان مکمل طور پر حاصل ہوسکتا ہے اور نہ اس کے بغیر اسلام لانا درست ہوسکتا ہے۔

اللہ عزوجل کی وحدانیت پر ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی تصدیق:

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾

[الفتح: ۱۳]

''اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لیے دہکتی آگ تیار کررکھی ہے۔''

اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسالت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ جہاد کا حکم الٰہی:

۱۱۳۹...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے اس بات کا حکم ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک جہاد وقتال کروں جب تک وہ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور میری رسالت کے ساتھ اُن باتوں کی تصدیق نہ کریں جو مجھے اللہ عزوجل نے تعلیم فرمائی ہیں اور اگر انہوں نے ان باتوں کو تسلیم کرلیا تو انہوں نے میرے ہاتھوں اپنے جان و مال کو محفوظ کرڈالا۔ ماسوا اُن کے جن کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔ (بخاری)

مصنف کتابؒ کی نظر میں ایمان لانے کا مفہوم:

قاضی ابوالفضل (مصنف کتاب) بیان کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور احکامِ الٰہیہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منقول ہوئے ہیں، ان سب کا نہ صرف زبانی اقرار کریں بلکہ تصدیق قلبی بھی کریں اور جب یہ دونوں باتوں اکٹھی ہوجائیں گی تب ہی ایمان کی تکمیل ہوگی۔

۱۱۴۰...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس بیان کی گئی حدیث سے مصنف نے اوپر مذکور کی گئی دلیل کا ثبوت لیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ان الفاظ میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اُس وقت تک لوگوں

Marfat.com

سے جہاد کروں گا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق نہ کریں اور اس کی گواہی نہ دیں۔ (بخاری و مسلم)

جبرئیل علیہ السلام کا ایمان کی بابت سوال کرنا:

۱۱۴۱......اوپر مذکور کی گئی باتوں کی سب سے زیادہ وضاحت حدیِ جبرئیلؑ سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال و جواب کی نشست کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا: مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام اللہ عزوجل کی وحدانیت پر ایمان اور میری رسالت کے اقرار کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد اسلام کے بقیہ ارکان بتائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کے بعد ایمان کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ اللہ پر' ملائکہ پر' اللہ عزوجل کی نازل کردہ کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔...... (الحدیث)

اِس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ ایمان کے لیے یقینِ قلبی ضروری ہے جبکہ اسلام کے لیے محض زبان سے اقرار کر لینا ہی کفایت کرتا ہے۔ زبان اور دِل دونوں اگر ان امور کی تصدیقیں گے تو یہ فعل بہت مستحسن ہے۔ اسلام میں کسی انسان کی بدترین حالت یہ ہے کہ وہ زبان سے تو اِس کلمے کی گواہی دے لیکن اس کی تصدیق قلبی نہ کرے۔ اسی کیفیت کا نام ''نفاق'' ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾﴾ [المنفقون: ۱]

''تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔''

منافق کون؟

یعنی وہ اپنے اس قول کی بابت جھوٹ میں مبتلا ہیں کیونکہ ان کا یہ قول ان کے عقیدے اور

Marfat.com

تصدیق کے بالکل برعکس ہے۔ اس لیے کہ وہ حقیقت میں تو یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور جب ان کا دِل ہی اُن کے زبانی قول کی تصدیق نہیں کرتا تو محض زبان سے اقرار کر لینا نہ تو ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے' اسی (منافقت کی) وجہ سے وہ دائرہ ایمان ہی سے باہر ہیں اور وہ کافروں کے ساتھ (بلکہ اُن سے بھی) بدتر جہنم کے درجات میں گر پڑیں گے۔ البتہ اسلام کا حکم اُن پر لاگو رہے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اعلانیہ تو بہر حال توحید و رسالت کا اقرار کیا ہوا ہے۔ اسی بنیاد پر اُن پر مسلمانوں کے تمام احکام جاری کیے جائیں گے کیونکہ مسلمانوں کے جو حاکم ہیں وہ تو محض ظاہری حالت ہی پر حکم جاری کرتے ہیں اور اسلام کی ظاہری علامت تو بہر حال ان میں موجود ہی ہے اور کسی انسان کے پاس ایسا تو کوئی ذریعہ نہیں جس طریقے پر عمل کر کے وہ لوگوں کے دِلوں کا حال معلوم کر لے اور نہ ہی انسانوں کو اس بابت حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے دِلوں میں ایمان کا کھوج لگاتے پھریں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کو منافق کہنے سے بھی منع فرمایا ہے اور ایسے عمل کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

۱۱۴۲......"کیا تو نے اس کا دِل چیر کر دیکھ لیا ہے؟" (بخاری و مسلم)

اس اوپر بیان کی گئی حدیث جبرئیل سے اسلام اور ایمان کی تشریح' اقرارِ لسانی اور تصدیق قلبی کے مابین جو فرق ہے اُس کا واضح طور پر پتا چل گیا۔

اقرار و تصدیق کے ماسوا دو اور حالتیں بھی ہیں جو اُن سے منسلک ہیں:

۱۱۴۲......ایک شخص اسلام و ایمان کے بارے میں دِل سے تو قائل ہے لیکن اس کو زبانی اقرار کا موقع میسر نہیں اور اسی دوران ہی اُس کی موت واقع ہو گئی تو ایسے شخص کے بارے میں دو آراء ہیں: (ا) وہ زبانی اقرار و اعلانِ اسلام سے قاصر رہا لہٰذا اس کو تصدیق بالقلب سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ ایمان کے لیے قول اور شہادت دونوں شروط میں سے ہیں۔ (ب) لیکن بعض علماء کرام نے اس کو جنت کا مستحق قرار دیا ہے اور اس کے لیے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ "دوزخ سے ایسے شخص کو نکال باہر کیا جائے گا جس کے دِل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہوگا"۔ (ترمذی)

Marfat.com

اِس ارشادِ نبوی میں واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ ایسے شخص کے دِل میں قلبی بات کے ماسوا کچھ نہیں جو اس بات کو واضح طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ اس شخص کے دِل میں ایمان کی رمق موجود تھی جو نہ گنہگار ہے اور نہ زبانی شہادت کا اقرار نہ کرسکنے کی وجہ سے قصوروار ٹھہرا اور بعض حضرات کا تو خیال ہے کہ ایسا ایمان بالکل صحیح اور قابلِ قبول ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔

لیکن اس کے برعکس ایک ایسا انسان ہے جس کو اپنے اسلام کے اظہار کے لیے بہت سا وقت بھی میسر آیا اور بہت سے ایسے مواقع بھی آئے جہاں وہ اپنے اسلام کا اظہار کرسکتا تھا لیکن نہ تو اُس نے ان مواقع پر اپنے اسلام کا اظہار کیا اور فقط یہی نہیں بلکہ زبانی شہادت بھی نہ دی۔ اب ایسے شخص کے بارے میں بھی علماء کرام دو آراء رکھتے ہیں۔ (ا) ایک جماعت کا مؤقف تو یہ ہے کہ ایسا شخص اسلام کے دائرہ میں تو بہرحال داخل ہے کیونکہ وہ اسلامی احکام کی اپنے دِل سے تصدیق کرتا ہے اور اُس کے اعمال ہی اس کے زبانی اقرار کی شہادت دیتے ہیں۔ ایسا شخص صرف زبانی اقرار ہی نہ کرنے پر گنہگار تو ہوگا لیکن بہرحال اس عمل کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کی سزا کا مستحق نہیں ہو جائے گا۔ ب) دوسری جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ اس کا زبانی اقرار اور اس کی دِلی تصدیق ایک دوسرے کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ اپنے اس بیان پر اُنہوں نے دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی ہے کی زبانی اقرار اس بات کی واضح طور پر نشانی ہے کہ وہ قلبی طور پر اس بات کو تسلیم کرتا ہے اور فقط یہی اقرار اس کی تشریح ہے اور بعض وجوہ کی بناء پر شہادتِ زبانی' اقرارِ لسانی کے ساتھ مَیل نہ کھا سکی لہٰذا اس کی بابت یہ حکم تو ہرگز نہیں دیا جاسکتا کہ ایسا شخص دائرہ اسلام میں داخل ہے اور اسی قول کو اہلِ علم نے درست کہا۔

اسلام اور ایمان کی بابت سیر حاصل گفتگو:

یہ مختصر سی گفتگو ہے جو اسلام و ایمان کے باب اور اس کی کمی وبیشی کی بابت ہے اور (یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ) یہ بہت وسیع بحث کی صورت میں پھیلائی جاسکتی ہے۔ کیا محض تصدیق کی بنیاد پر تقسیم محال ہے؟ مجملاً یہ بات تو درست نہیں کیونکہ وہ اس سے زیادہ کی طرف رجوع کرتی ہے جو عمل ہے یا پھر اس چیز کو دیکھا جائے گا کہ مختلف صفات میں اختلاف کی صورت میں اُس کا یقین کس طرح کا تھا؟ اُس کے اعتقاد میں کیسی مضبوطی تھی؟ اُس کے دِل میں اس بات

Marfat.com

کے مستحکم ہونے کی کیا صورت تھی؟ کم تھی یا زیادہ؟

اور اگر ہم ان تمام موضوعات کو اپنے احاطہ تحریر میں لے آئیں تو یقین جانئے ہم اپنے اصل موضوع سے بہت دُور نکل جائیں گے۔ لہٰذا اس باب میں جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا آپ کے لیے اُتنا ہی کفایت کرتا ہے اور ہم نے تو قصد ہی اسی چیز کا کیا تھا۔

پہلی فصل:

اطاعتِ نبوی (ﷺ) کا وجوب

جب نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور ان تمام احکامات کی تصدیق کرنا کہ یہ تمام بات اللہ عزوجل کی جانب سے ہیں ہم پر واجب ہو گیا تو اب نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت بھی ہم پر فرض ہو گئی۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

① ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ......﴾ [الانفال: ۲۰]

''اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔''

② ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ﴾ [آلِ عمران: ۳۲]

''کہہ دیجئے! کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری پر رحم کیے جانے کی ضمانت:

③ ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۱۳۲)﴾

[آلِ عمران: ۱۳۲]

''اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

④ ﴿وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ [النور: ۵۴]

''اگر تم رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہِ ہدایت پاؤ گے۔''

⑤ ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: ۸۰]

Marfat.com

''جو شخص رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے (درحقیقت) وہ اللہ عزوجل (ہی کی) اطاعت کرتا ہے۔''

⑥ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر: ۷]

''اور جو چیز تمہیں رسول (ﷺ) دیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اُس سے رُک جاؤ۔''

⑦ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ......۶۹﴾

[النساء: ۶۹]

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے' وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ' یہ بہترین رفیق ہیں۔''

⑧ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [النساء: ۶۴]

''ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔''

نبی ﷺ کی اطاعت ہی میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے:

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے اس چیز کا پتہ چلا کہ اللہ ربّ العالمین نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ منسلک کر دیا اور اس اطاعت پر بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ بھی فرمایا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کرنے پر سخت عذاب کی وعید سنائی اور عذابِ الٰہی یاد کرا کے اس بات سے دھمکایا۔

ان آیاتِ کریمہ سے اس بات کا بھی پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کے ہر حکم کی بجا آوری اور ہر ممنوع حکم سے رُک جانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مفسرین وائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اِس بابت بیان:

ائمہ کرام و مفسرین عظام بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا یہ

Marfat.com

مطلب ہے کہ ان کی سنت کی پوری طرح پیروی کی جائے اور وہ جو چیز لے کر تشریف لائے ہیں اُسے تسلیم کیا جائے۔

علماء نے بتایا ہے کہ جس رسول کو بھی اللہ عزوجل نے کسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا تو اس قوم پر اس نبی ورسول کی اطاعت فرض کر دی۔

اور یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جو شخص مسنون امور میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرے گا وہ فرائض میں تو یقیناً اللہ عزوجل کی اطاعت کرے گا۔

سہل بن عبداللہ سے کسی نے اسلامی شریعت کی بابت سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ اس کا فیصلہ تو قرآنِ کریم کی اس آیتِ مبارکہ: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (الحشر:۷) میں ہو چکا ہے۔

سمرقندی نے بیان کیا کہ اللہ عزوجل کی اطاعت سے مراد فرائض کی بجا آوری اور اطاعت رسول سے مراد سنن نبوی پر عمل پیرا ہونا ہے۔

بعض حضرات نے بیان کیا کہ اطاعت سے مراد یہ ہے کہ محرمات میں احکامِ الٰہی کی بجا آوری کی جائے اور اطاعت رسول (ﷺ) کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جن احکام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل پیرا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا اُن احکامات کی تعمیل کی جائے۔

ایک قول اطاعت کے بارے میں اس طرح بھی ملتا ہے کہ ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ﴾ سے مراد اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور ﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔

۱۱۴۴...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے مقرر کیے ہوئے حاکم کی اطاعت کی اُس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کیے ہوئے حاکم کی نافرمانی کی اُس نے گویا میری نافرمانی کی۔

(بخاری ومسلم)

Marfat.com

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہی اللہ عزوجل کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اطاعت نبوی ﷺ کا ہمیں حکم ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں ہی حکم الٰہی کا پورا کرنا اور اس کی اطاعت پنہاں ہے۔

روزِ محشر کفار کی پکار:

جب کفار جہنم کے سب سے نچلے درجے میں عذاب میں مبتلا ہوں گے تو اس وقت وہ جو پکاریں گے اُس کا اللہ عزوجل نے یوں ذکر فرمایا:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ...... ﴿٦٦﴾﴾ [الأحزاب: ٦٦]

''اور کہیں گے اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔''

اس وقت جہنم کا وہ عذاب جس سے اُن کو ڈرایا جاتا تھا اُن پر مسلط کر دیا جائے گا اور وہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں عذاب الٰہی کے سزاوار ٹھہریں گے تو اپنی نافرمانی پر حسرت و افسوس کا اظہار کریں گے لیکن ہائے افسوس! اُس وقت ایسی باتیں کچھ فائدہ نہ دیں گی۔

۱۱۴۵...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی بات سے بچنے کا حکم ارشاد کروں تو اس کام سے باز رہو لیکن جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم کروں تو اپنی استطاعت کی حد تک اُسے بجالاؤ۔''

(بخاری و مسلم)

۱۱۴۶...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے ماسوا اُن کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: انکار کرنے والوں سے آپ ﷺ کی کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اُس نے میرا انکار کر ڈالا۔'' (بخاری)

۱۱۴۷...... اس کے علاوہ ایک اور صحیح حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی مثال جس کے ساتھ اللہ عزوجل نے مجھے

Marfat.com

مبعوث فرمایا اُس آدمی کی سی ہے جو کسی قوم کے پاس آ کر یہ کہے کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر ملاحظہ کیا ہے اور میں تمہیں واضح الفاظ میں انتباہ کر رہا ہوں لہٰذا اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر ڈالو۔ اُس کی اس بات کو سن کر ایک جماعت تو اُس کی بات مان لے اور پلک جھپکنے میں خاموشی سے نکل گئے اور بچ گئے اور ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا جس نے اُس شخص کو جھٹلایا اور وہ صبح تک اپنے مکانوں میں ہی ٹھہرے رہے۔ صبح کو لشکر اُن پر حملہ آور ہو گیا اور انہیں ہلاکت میں مبتلا کیا اور تخت و تاراج کر ڈالا۔ یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے لائے ہوئے حق کا انکار کیا۔'' (بخاری و مسلم)

جس نے دعوت رَد کر دی وہ تو محروم ہی رہا:

۱۱۴۸...... بعینہٖ یہی مضمون ایک دوسری حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مثال تو ایسے شخص کی سی ہے جس نے ایک مکان کی تعمیر کی اور اس میں مہمانوں کی ضیافت کے لیے عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کروایا اور ایک منادی کو بھیجا۔ سو جس نے اس دعوت دینے والے کی دعوت قبول کی وہ مکان میں داخل ہو گیا اور جس نے اس دعوت دینے والے کی دعوت کو رَد کیا وہ نہ تو مکان میں داخل ہوا اور نہ ہی اس نے دعوت کو قبول کیا اور نہ ہی کسی چیز سے لطف اندوز ہو سکا۔ (بخاری و مسلم)

سنو! وہ گھر جنت ہے جسے اللہ ربّ العالمین نے بنایا اور دعوت کا اعلان نبی کریم ﷺ نے کیا۔ اب جس نے بھی نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے بلا شبہ اللہ عزوجل ہی کی اطاعت کی اور جس نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرے اُس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لوگوں کے مابین امتیاز (نیک و بد) کو ظاہر کرنے والی ذات ہے۔

Marfat.com

فصل : ۲

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع کا بیان

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیروی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت پر عمل پیرا ہونا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اُسوہ پر عمل کرنے کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آلِ عمران: ۳۱]

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾﴾ [الاعراف: ۱۵۸]

''سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ عزوجل پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی یوں ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ...... ﴿۶۵﴾﴾

[النساء: ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

یعنی تمام لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کی پابندی کرنے والے بن جائیں اور لغت عربی میں سلم، استسلم اور اسلم اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی فرمانبردار ہو جائے۔

۱۵۹۳۱۲

Marfat.com

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ......﴾ [الأحزاب: ۲۱]

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔''

اُسوۂ رسول ﷺ کے معنیٰ:

محمد بن علی ترمذی بیان کرتے ہیں کہ اُسوۂ رسول کے معنی آپ ﷺ کی اقتداء اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا' قول وفعل میں نبی کریم ﷺ کی مخالف کو ترک کرنا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ تو فقط اُن لوگوں کے لیے ایک تنبیہ ہے جو اتباعِ سنت پہ عمل پیرا ہونے میں پیچھے رہ جانے والے ہیں۔

حضرت سہل نے اللہ عزوجل کے قول: ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر میں بیان کیا کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے۔ اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں لوگوں کو آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کا حکم فرمایا اور اس بات کا وعدہ فرمایا کہ جو بھی آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کرے گا اور اس پر چلے گا وہ اس سنت پر چلنے کے ذریعہ راہِ ہدایت سے سرفراز ہو جائے گا کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اسی لیے مبعوث کیا کہ آپ ﷺ لوگوں کے قلوب کا تزکیہ کریں' انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم ارشاد کریں اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کریں۔

اور دوسری آیت میں مسلمانوں سے اپنی محبت کا مشروط وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے اتباعِ رسول ﷺ پر عمل کیا تو اس اتباع پر انہیں مغفرت کی خوشخبری سنا دی جائے اور ساتھ ہی اس چیز کی بھی وضاحت فرما دی کہ اتباعِ نبوی کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیں اور آپ ﷺ کے اتباع کو محبوب رکھیں۔ یہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اتباع بہ جبر واکراہ انعام کے لالچ میں نہ ہو بلکہ اس میں جذبہ اطاعت چھپا ہوا ہو۔

Marfat.com

اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ امت مسلمہ کے ایمان کا دارومدار نبی کریم ﷺ کی پیروی میں ہے اور اسی میں اللہ عزوجل کی رضامندی اور خوشنودی کا حصول ہے اور ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کے حکم پر راضی رہیں گے اور آپ ﷺ پر اعتراضات کرنا چھوڑ دیں گے تو اسی میں کامیابی وفلاح ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ کہ اگر اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو:

١١٤٩...... حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ کچھ جماعتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم اللہ عزوجل سے محبت کرتے ہیں' اس وقت اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آلِ عمران: ٣١]

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا' اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کعب بن اشرف وغیرہ کے بارے میں اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم لوگ تو اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں اور ہم لوگ اللہ عزوجل سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اس وقت اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ کا نزول کیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ ...... کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زجاج نے بیان کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ عزوجل سے محبت کرتے ہو یعنی اللہ عزوجل کی بات ماننے کا ارادہ رکھتے ہو تو پھر وہ کام کرو جس کا اللہ عزوجل نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ اللہ ورسول (ﷺ) سے انسان کی محبت کرنے کا تو صاف مفہوم یہی نکلتا ہے کہ بندہ ان کی اطاعت کرے اور ان کے حکم پر راضی رہے اور بندوں سے اللہ عزوجل کی محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ان کے گناہوں سے درگزر کرے اور اپنی رحمت کا ان پر نزول فرمائے۔

Marfat.com

بعض نے اس کا مطلب یہ بھی بتایا کہ اللہ کی محبت بندے کے ساتھ یہ ہے کہ وہ بندے کو گناہوں سے بچائے رکھے اور اپنی عبادت کی توفیق عطا کرے اور بندوں کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

تَعْصِی الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ ☆ هٰذَا لَعَمْرِی فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعُ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ ☆ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعُ

''تو اپنے ربّ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس سے محبت کرنے کا بھی جتاتا رہتا ہے۔ میری عمر کی قسم یہ تو سخت حیرت میں مبتلا کر دینے والی بات ہے کیونکہ اگر تو اپنی محبت میں سچا ہوتا تو اس کی اطاعت کرتا۔ عاشق تو اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ بندے کی محبت اللہ عزوجل کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کرے اور اللہ عزوجل سے ڈرے اور اللہ عزوجل کی محبت بندے کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اس پر مہربانی کرے اور اس کے بارے میں اچھا ارادہ فرمائے اور کبھی کبھی اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ اللہ عزوجل اس کی تعریف کرے۔

قشیری کہتے ہیں کہ جب محبت کے معنی رحمت' نیک ارادے اور تعریف کے ہوئے تو یہ ذاتِ خداوندی کی صفات سے ہے۔ اللہ عزوجل کی توفیق سے عنقریب بندے کی محبت کا مفصل بیان کیا جائے گا۔

۱۱۵۰...... حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کی اتباع کرنا اور ان چیزوں کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے جکڑ لینا اور نئے کاموں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہوتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

۱۱۵۱...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس چیز کا اضافہ ہے کہ ''ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔'' (مسلم ونسائی)

۱۱۵۲...... حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی اپنے گدے پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہو اور اُس کے پاس میری کوئی حکم پہنچایا جائے جس کا کہ میں نے خود حکم ارشاد فرمایا ہے یا کوئی ایسی بات پہنچے جس سے میں نے ممانعت فرمائی ہے (تو جیسے ہی سنے) جھٹ بول پڑے میں نہیں جانتا' میں تو جس چیز کو کتاب اللہ میں پاؤں گا اُس پر عمل کروں گا۔

(ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' احمد)

۱۱۵۳...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کام کے کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن باوجود اس کے لوگوں نے اس کام کے کرنے سے احتراز کیا۔ جب اس بات کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

جو قرآن کریم کو محبوب نہ رکھے قرآن کریم اُس پر گراں ہو جاتا ہے:

۱۱۵۴...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن کو محبوب نہیں رکھتا اور اس سے گھبراتا ہے تو قرآن بھی اُس پر سخت اور گراں ہو جاتا ہے حالانکہ قرآنِ کریم تو حکم (ہر معاملے میں فیصلہ) کرنے والا ہے اور جو شخص میری حدیث سے حجت و دلیل پکڑے اور اسے سمجھے' یاد کرے اور عمل پیرا ہو تو وہ شخص قیامت کے روز قرآن کے سایہ میں ہو گا لیکن جس شخص نے قرآنِ کریم اور میری حدیث کے ساتھ سستی برتی اور مذاق اُڑایا تو وہ یقیناً دُنیا اور آخرت دونوں جگہ پہ ذلیل و خوار ہو گا کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ......﴾ جو رسول تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اُس سے باز رہو۔

۱۱۵۵...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اقتداء کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں۔

۱۱۵۶...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر اللہ عزوجل کی کتاب ہے اور سب سے بہتر ہدایت میری ہدایت ہے

Marfat.com

اور برے کام دین میں نئی نئی باتوں (بدعات) کا ایجاد کرنا ہے۔

(مسلم' ابن ماجہ)

علم کی اقسام:

۱۱۵۷...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم تین ہیں اور ان کے علاوہ سب زیادتی ہے۔ آیۂ محکمہ (قرآنِ کریم) سنت قائمہ (احادیثِ صحیحہ) اور فریضہ عادلہ (یعنی تقسیم دولت کا ایسا نظام جس میں ہر ایک کو اُس کا حق گھر کی دہلیز پر پہنچا دیا جائے۔ جسے آج کل ویلفیئر سٹیٹ کے نام سے بھی پکارتے ہیں)۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

۱۱۵۸...... حضرت حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سنت کے بمطابق کیا گیا عمل قلیل بھی بدعت کے ذریعہ ایجاد کیے گئے عمل کثیر سے بہت بہتر ہے۔''

۱۱۵۹...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل سنت کی پیروی کی بنیاد پر بندے کو جنت الفردوس میں داخل کرے گا۔

۱۱۶۰...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت پر عمل کرے گا اُس کو سو شہداء کے برابر اَجر دیا جائے گا۔

۱۱۶۱...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے صرف ایک فرقہ دوزخی نہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب واضح ہے کہ میری امت بنی اسرائیل سے بھی زیادہ متفرق ہو جائے گی لیکن اس سے بعض ناعاقبت اندیشوں کا یہ مطلب اخذ کرنا کہ امت کا فرقے فرقے ہو جانا کوئی قباحت کی بات نہیں' چہ معنی دارد؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کیا یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم لازماً اتنے فرقوں میں بٹ جانا' حاشاءاللہ! نہیں! ہرگز نہیں...... بلکہ اس میں تو اپنی اُمت کی ایک خامی گنوائی گئی تھی اور ہم آج اُسی پہ بعینہٖ عمل پیرا ہے۔ اللہ عزوجل اُمت مسلمہ کو اتحاد و یک جہتی کا مظاہرہ کرنے کی توفیق دے۔ وگرنہ آج جو غیر مسلم اقوام ہمارے ساتھ سلوک روا رکھے ہوئے ہیں اس میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ (مترجم)

Marfat.com

کون لوگ ہوں گے جو جہنم میں داخل نہ ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نجات یافتہ فرقہ وہ ہوگا جو اُس راستے کو اختیار کرے گا جس پر آج میں (ﷺ) اور میرے صحابہ کرام عمل پیرا ہیں۔'' (ترمذی)

۱۱۶۲...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اُس نے مجھے زندہ کیا اور مجھے زندہ کرنے والا جنت الفردوس میں میرے ساتھ ہوگا۔

۱۱۶۳...... حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث سے ارشاد فرمایا: جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جو میری وفات کے بعد مٹ گئی تھی تو اُس شخص کو ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے' بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی جسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) ناپسند کرتے ہیں تو اُس شخص کو ان تمام کے برابر سزا ملے گی جنھوں نے اس پر عمل کیا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

فصل : ۳

اتباع سنتِ نبوی ﷺ اور سیرت نبوی ﷺ کی بابت سلف و ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کے فرمودات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحت:

۱۱۶۴...... عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نمازِ خوف اور نمازِ حضر (مقیم کی نماز) کا تذکرہ تو قرآن میں مل جاتا ہے لیکن سفر کی حالت میں نماز کس طرح ادا کی جائے اس کی بابت قرآن میں کچھ نہیں ملتا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا: بھتیجے! اللہ عزوجل نے ہماری طرف نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ہم خود تو کچھ نہیں جانتے تھے تو ہم

Marfat.com

تو فقط اُسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو ہم نے نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھا۔

(ابن ماجہ' نسائی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

۱۱۶۵...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک شاہراہ مقرر فرمادی اور اپنے اعمال واقوال کا ذخیرہ عطا فرمایا جس پر آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ کی سنت کی روشنی میں عمل کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے، بڑی آسانی پیدا فرمادی۔ اب اس پر عمل پیرا ہونا کتاب اللہ کی تصدیق' اللہ عزوجل کی اطاعت اور اس کے دین کو تقویت پہنچانے کے مترادف ہے اور کسی کو بھی اس میں کسی طرح کی تبدیلی کرنے کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی ان فرمودات کے مخالف کسی اور رائے پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

یاد رکھو! جو سنت کی پیروی کرتا ہے' وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو بھی اس سے مدد چاہتا ہے یا اس کی مدد کرتا ہے وہ پسندیدہ راستے پر عمل پیرا ہونے والا ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہے جس نے سنت پر عمل کرنے والوں کی مخالفت کی اور مؤمنوں کے راستے کے مخالف راستہ پر چلتا ہے تو اللہ اس کے اعمال کو اُس پر بری طرح سے مسلط کردے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا جو بہت ہی بڑا ٹھکانہ ہے۔

حضرت حسن بن ابی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

۱۱۶۶...... حضرت حسن بن ابی حسن نے فرمایا کہ سنت قلیل پر عمل پیرا ہونا اس کثیر اعمال سے بہت بہتر ہے جو کہ بدعت پر مبنی ہوں۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

۱۱۶۷...... حضرت ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ اہل علم حضرات سے یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ ''سنت پر عمل پیرا ہونا ہی فلاح ونجات کا سبب ہے۔''

Marfat.com

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان:

۱۱۶۸، ۱۱۶۹...... امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے عاملوں کو خط تحریر کیا کہ سنت، فرائض اور زبان سیکھو۔ لوگ قرآن کی آیات لے کر تم سے اُلجھیں گے اُس وقت سنت کے ذریعہ اُن کی پکڑ کرنا کیونکہ سنت کو جاننے والے کتاب اللہ کو بھی بہت بہتر طور پر جاننے والے ہیں۔

۱۱۷۰...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہی ایک حدیث مروی ہے کہ جب انہوں نے ذوالحلیفہ (احرام باندھنے کی جگہ) میں دو رکعات نماز ادا فرمائی تو اُس کے بعد بیان کیا: ''میں تو فقط وہی اعمال کرتا ہوں جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھے۔'' (مسلم)

۱۱۷۱...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب انہوں نے ''قران'' (حج وعمرہ کا اکٹھا احرام) کیا تو اُن سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو پتہ نہیں کہ میں لوگوں کو (قران) سے منع کرتا ہوں اور آپ قران کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: میں اُن لوگوں میں سے نہیں جو کسی کے کہنے پر سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ (بخاری ومسلم)

۱۱۷۲...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نہ تو نبی ہوں اور (حاشاءاللہ) نہ ہی مجھ پر وحی کا نزول ہوتا ہے لیکن میں تو حتی المقدور اللہ کی کتاب اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:

۱۱۷۳...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سنت میں غور کرنا بدعت میں جدوجہد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان:

۱۱۷۴...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سفر میں چار کی بجائے دو رکعات ہیں، جس نے سنت کی مخالفت کی اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

Marfat.com

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان:

۱۱۷۵...... حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم سنت کا طریق لازم پکڑو کیونکہ زمین پر کوئی ایسا بندہ نہیں جو سنت پر قائم ہو اللہ عزوجل کو اپنے دِل میں یاد کرتا ہے اور خوفِ الٰہی سے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہوں اور پھر اللہ عزوجل اُسے عذاب میں بھی مبتلا کرے اور زمین میں کوئی بندہ ایسا نہیں بستا جو سنت پر قائم ہو اللہ عزوجل کو اپنے دِل میں یاد کرتا ہو، خوفِ الٰہی سے اُس کا رواں رواں کانپنے لگے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھو کہ ایک خشک درخت کھڑا ہے اور ایک انتہائی تیز ہوا نے اُس کے پتے گرا دیے۔ بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہونے سے اُس شخص کے گناہ پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں اور وہ شخص نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ کتاب وسنت پر عمل کرنا، ان اعمال کے مقابل جو کتاب و سنت سے معارض ہوں نہ صرف بہتر ہیں بلکہ ان کا پکڑنا لازم اور بہت ہی ضروری اَمر ہے۔ اس بات کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو کہ تمہارا عمل خواہ میانہ روی سے انجام پذیر ہو یا بہت زیادہ سعی وکوشش سے مگر ہے انبیائے کرام علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی۔

کیا حکمران وقتی مصلحت کے پیش نظر (کٹ حجتیاں کر کے) قرآنی احکام کے برعکس بھی کر سکتے ہیں؟

۱۱۷۶...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں بعض عمال حکومت نے انہیں لکھا کہ ہمارے علاقوں میں چوریاں بڑھتی جا رہی ہیں اور اسلامی قانون اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق چوروں کو سزا دینے کے لیے ثبوتِ شرعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا آپ ہمیں (وقت مصلحت کے تحت) اس بات کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ ہم محض گمان کی بناء پر (جن لوگوں پہ شک ہے) اُن کو گرفتار کر لیں۔

حق سے اصلاح نہ ہو تو ناحق سے اصلاح کی کوشش مت کرو:

جب اس چیز کی بابت عمر بن عبدالعزیز کو پتہ چلا تو انہوں نے خط تحریر کیا کہ یاد رکھو! صرف الزام پر کسی شخص کو ہرگز سزا نہ دی جائے جب تک کہ اس بارے میں شرعی ذمہ داریاں

Marfat.com

کما حقہ، پوری نہ کر لی جائیں۔ کسی پر ایسے احکام کا اجراء نہ کرنا۔ ان لوگوں کے بارے میں احکامِ اسلامی اور سنت نبوی (ﷺ) کے عین مطابق جو بھی شرعی فیصلہ ملے اس فقط اُسی کو نافذ کیا جائے۔ یاد رکھو! اگر حق سے امت کی اصلاح نہ ہوسکتی ہو تو تم ان کی اصلاح کی کوشش نہ کرو۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی آیت مبارکہ کی بابت تشریح:

۱۱۷۷...... حضرت عطاءؒ سے آیت کریمہ: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ کی بابت دریافت کیا گیا کہ آیت کریمہ میں جو "ردوہ" کا لفظ آیا ہے اس میں "رد" سے کیا مطلب ہے؟ تو جناب عطاءؒ نے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ میں اشتباہ میں پڑ جاؤ تو قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی طرف اس معاملے کو لوٹاؤ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

۱۱۷۸...... حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کے سوا تو کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں۔

۱۱۷۹...... ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کعبہ تشریف لے گئے جب آپ کی نظر حجر اسود پر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا: تو (بھی) عام پتھروں ہی کی طرح ہے، جو نہ (کسی طرح کا) نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ ان کلمات کو ادا کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۱۸۰...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دورانِ سفر ایک جگہ اپنی اونٹنی کو چکر لگوایا۔ جب سفر میں شریک ساتھیوں نے یہ دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی: جواباً کہنے لگے، مجھے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں، مجھے تو فقط یہ پتا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی مقام پر ایسا کرتے دیکھا تھا، لہٰذا میں نے بھی اتباعِ نبوی (ﷺ) میں ایسا کیا۔ (احمد)

۱۱۸۱...... حضرت ابوعثمان حیری نے بیان کیا کہ جس نے سنت نبوی (ﷺ) کو قول و عمل

Marfat.com

میں اپنے اوپر حاکم بنالیا وہ علم و حکمت پر مبنی گفتگو کرنے لگتا ہے لیکن جس نے ہوا و ہوس کو اپنے اوپر مسلط کر ڈالا وہ تو فقط بدعت کی باتیں کرے گا۔

۱۱۸۲...... حضرت سہل تُستری نے بیان کیا کہ ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں:

① اخلاق و اعمال میں نبی کریم ﷺ کا اتباع۔

② اتباعِ نبوی میں معاش کمانا اور رزقِ حلال کے حصول کی سعی کرنا۔

③ تمام افعال و اعمال میں خلوصِ نیت۔

۱۱۸۳...... اللہ عزوجل کے قول: ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ شَیْءٍ یَرْفَعُهٗ﴾ ''اللہ عزوجل نیک اعمال کو بلند کرتا ہے'' کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اس سے مراد اتباعِ نبوی (ﷺ) ہے۔

۱۱۸۴...... امام احمد بن حنبلؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ اسی دوران ہمارے کچھ لوگ غسل کے لیے اپنے کپڑے اتار کر پانی میں داخل ہو گئے لیکن مجھے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد تھی جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتا ہوں اُسے چاہیے کہ برہنہ غسل خانہ میں داخل نہ ہو بلکہ تہبند باندھے رہے'' (ترمذی و نسائی)

میں نے اِس حدیث پر عمل کیا۔ رات کو جب میری آنکھ لگی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے نداء دے رہا ہے کہ ربِّ کائنات نے سنت نبوی (ﷺ) پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے تمہاری مغفرت فرما دی اور تجھے امام مقتدیٰ بنا دیا۔ میں نے اُس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اُس نے جواباً کہا: جبرئیل۔

فصل : ٤

نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت یا تبدیلی گمراہی' ضلالت اور بدعت ہے

نبی کریم ﷺ کے احکام کی مخالفت اور آپ ﷺ کی سنت میں تبدیلی گمراہی' ضلالت اور بدعت ہے۔ جس پر اللہ عزوجل نے انتہائی سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

Marfat.com

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾﴾ [النور: ۶۳]

''سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں اُنہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اُن پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا اُنہیں کوئی دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔''

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ...... ﴿۱۱۵﴾﴾

[نساء: ۱۱۵]

''جو شخص باوجود راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے اُدھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

۱۱۸۵...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ قبرستان تشریف لے گئے اور امت مسلمہ کی تعریف میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے حوض سے ہٹائے اور بہکائے جائیں گے، یعنہٖ جیسے اُونٹوں کو ہنکا دیا جاتا ہے لیکن میں انہیں بلاؤں گا، اِدھر آؤ! اِدھر آؤ! اِدھر آؤ۔ میرے ان لوگوں کو بار بار پکارنے پر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا میں آپ ﷺ کی سنت سے اعراض کر کے اپنا طریقہ جدا کر لیا تھا۔ یہ معلوم کر کے میں اُن سے کہہ دوں گا: دُور ہو جاؤ، دُور ہو جاؤ، دُور ہو جاؤ۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۸۶...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت سے اعراض برتا اور مُنہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۸۷...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی بات

Marfat.com

داخل کی جو اس میں پہلے سے موجود نہ تھی تو وہ بات رَد کیے جانے کے قابل ہے۔
(بخاری و مسلم)

۱۱۸۸...... حضرت ابن ابی رافع نے اپنے والد سے نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک اس طرح نقل کیا ہے کہ میں تم میں سے کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں جو نرم و گداز بستر پر لگا کر بیٹھا ہو اور اُس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے یا جن چیزوں سے میں نے ممانعت فرمائی ہے وہ ممانعت اُس تک پہنچے اور وہ یہ کہے کہ میں کچھ نہیں جانتا' میں تو فقط اسی چیز کا اتباع کروں گا جو کتاب اللہ میں پاؤں گا۔

۱۱۸۹...... حضرت مقدار ؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: کان کھول کر سنو جس طرح اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں چند چیزوں کو حرام کیا ہے اسی طرح اللہ کے رسول (ﷺ) نے بھی بعض اشیاء کو حرام کیا ہے۔
(ترمذی' ابن ماجہ)

۱۱۹۰...... ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شانے کی ایک ہڈی پر لکھی گئی تحریر پیش کی گئی جس کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی قوم کی حماقت یا فرمایا کہ گمراہی کے لیے یہی بات کفایت کرتی ہے کہ وہ اپنے نبی کی لائی ہوئی چیز سے تو روگردانی اور انحراف کرے اور غیر نبی کی طرف رجوع کرے یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسروں کی کتابوں کی جانب متوجہ ہو۔ یہ آیتِ مبارکہ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ...... (۵۱)﴾

[العنکبوت: ۵۱]

''کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب نازل فرما دی جو اِن پر پڑھی جا رہی ہے' اس میں رحمت (بھی) ہے اور نصیحت (بھی) ہے' ان لوگوں کے لیے جو ایماندار ہیں۔''

۱۱۹۱...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احکام کے بجالانے میں غلو کرنے والے (یعنی طعنہ زنی' شیخی بھگارنے والے یا بڑھا چڑھا کر کرنے والے) ہلاک ہو گئے۔ (مسلم)

Marfat.com

۱۱۹۲...... سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے رہے میں اس کام کو ہرگز ترک نہ کروں گا کیونکہ مجھے یہ خدشہ لاحق ہے کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول وعمل کو ترک کر دیا تو میں یقیناً گمراہ ہو جاؤں گا۔

(بخاری ومسلم)

دوسرا باب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لزوم کا بیان

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا...... ﴿۲۴﴾﴾ [التوبة: ٢٤]

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے، قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔"

جو آیت کریمہ اوپر مذکور ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے لازم ہونے اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے کفایت کرتی ہے۔ نیز اس سے اس چیز کا بھی پتہ چل رہا ہے کہ اس محبت کی اصل مستحق ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے اور مزید یہ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے اُن لوگوں کو جھڑکا ہے جنہیں ان کا مال، اولاد اور آباؤ اجداد زیادہ پیارے ہیں۔ انہیں اللہ عزوجل نے اس طریقے سے سرزنش کی اور ڈرایا ہے۔ (جیسا کہ ابھی اوپر آیت مبارکہ میں گزر چکا)۔

آیت کے آخری الفاظ میں ایسے لوگوں کو فاسق اور گمراہ قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ تو اُن لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ عزوجل کی بارگاہ سے ہدایت نصیب ہی نہیں ہوئی۔

Marfat.com

۱۱۹۳ تا ۱۱۹۵......حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں انہی الفاظ سے حدیث مروی ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت سے لطف اندوز ہوگا:

① اُس کو اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہوں۔

② اگر اُس کو کسی سے محبت ہو بھی تو وہ فقط اللہ عزوجل کی خاطر ہو۔

③ کفر پر واپس لوٹائے جانے کو وہ آگ میں ڈالے جانے کے عذاب سے بھی زیادہ ناپسندیدہ سمجھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۱۹۶.....حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سوائے اپنی جان کے جو میرے دو پہلوؤں کے درمیان پوشیدہ ہے' ماسوا اس کے مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اگر ایسا ہے تو قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق و صداقت کے ساتھ کتابِ ہدایت دے کر مبعوث فرمایا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم (آج سے) مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! آج تیرا ایمان مکمل ہو گیا۔

(صحیح بخاری)

۱۱۹۷......حضرت سہل نے بیان کیا کہ جو شخص تمام حالات میں اپنے اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل قبضہ محسوس نہیں کرتا اور اپنے نفس کو اپنی مِلک ہی میں سمجھتا ہے وہ سنت کی چاشنی کو کبھی پا ہی نہیں سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اُسے اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے۔

Marfat.com

فصل : ۱

نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کا ثواب

۱۱۹۸...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب قائم ہو گی؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی تجھے بڑی فکر ہے لیکن اس سے پہلے یہ تو بتلا کہ تو نے اس کے لیے تیاری کیا کی ہے؟ اُس نے عرض کیا: نبی کریم ﷺ اس کے لیے میرے پاس کوئی خاص تیاری تو نہیں' نہ ہی میرے پاس نمازوں کا ذخیرہ ہے' نہ ہی روزوں کا اور نہ ہی دوسرے اعمالِ خیر میں نے کوئی بڑی تعداد میں جمع کیے ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے نہ ہونے کے باوجود ایک چیز میرے پاس ایسی ہے جس کو میں (اپنی بخشش کے واسطے) انتہائی اہم تصور کرتا ہوں' وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) مجھے تمام دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اُن کے ساتھ ہے جن کو تو محبوب رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۱۹۹...... حضرت صفوان بن قدامہ بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اپنا دست مبارک آگے کیجئے تاکہ میں بیعت کر سکوں۔ اُس وقت میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس سے تو محبت کرتا ہے اُسی کے ساتھ ہو گا۔''

۱۲۰۰ تا ۱۲۰۳...... بعینہٖ یہی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے لیکن ابو ذرؓ سے جو روایت بیان کی گئی ہے اس کے الفاظ اگرچہ ذرا مختلف ہیں۔ تاہم مفہوم یہی ہے۔

اہلِ بیت سے محبت نبی کریم ﷺ سے محبت ہی ہے:

۱۲۰۴...... سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا: جو مجھ سے' میرے ان دونوں

Marfat.com

فرزندوں سے اور ان کے والدین سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اور جنت کے اُس درجہ میں ہی ہوگا جس درجہ میں مَیں ہوگا۔

(ترمذی واحمد)

۱۲۰۵......ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ رکھتا ہوں۔ نہ مجھے مال سے محبت ہے اور نہ اپنے متعلقین سے۔ جب بھی مجھے آپ ﷺ کی یاد ستاتی ہے تو مجھے اُس وقت تک سکون واطمینان نصیب نہیں ہوگا جب تک کہ آپ ﷺ کا دیدار نہ کرلوں۔ پھر جب مجھے اپنی موت اور آپ ﷺ کی وفات کا خیال آتا ہے تو میں یہ سوچ کر سہم جاتا ہوں کہ آپ ﷺ تو جنت میں داخل ہوجائیں گے اور آپ ﷺ انبیاء کے ساتھ قیام پذیر ہوجائیں گے اور اگر میں جنت میں گیا بھی تو میں آپ کو (مراتب کے فرق کی وجہ سے) دیکھ ہی نہیں پاؤں گا۔ اُس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ...... ﴿۶۹﴾﴾

[النساء: ٦٩]

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے' وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ' یہ بہترین رفیق ہیں۔''

۱۲۰۶......ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر پلک جھپکائے بغیر نبی کریم ﷺ کو دیکھنے لگ گیا اور کسی جانب اُس نے توجہ ہی نہ کی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اُس کو اِس حال میں دیکھا تو اُس سے پوچھا: تم ایسا کیوں کررہے ہو؟ اُس نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان میں تو آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر نفع حاصل کرتا ہوں لیکن میرے دِل میں یہ خیال آرہا ہے کہ کل روزِ قیامت آپ ﷺ تو ارفع واعلیٰ مقام پر قیام پذیر ہوں گے (اور میرا پتہ نہیں) اس وقت میرا کیا حال ہوگا۔ اُس وقت اس آیتِ مبارکہ کا نزول ہوا۔

Marfat.com

۱۲۰۷......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ان الفاظ میں مروی ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

فصل : ۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور سلف رحمہم اللہ کے اقوال

۱۲۰۸......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والے وہ ہوں گے جو اس بات کی شدید خواہش رکھتے ہوں گے کہ کاش! وہ اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع کو بیچ کر میری زیارت کر لیتے۔ (مسلم)

۱۲۰۹......بعینہٖ روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۱۲۱۰......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں یہ کہا گیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ ان کے ماسوا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ محبت کا حال بھی گزشتہ صفحات میں لکھا جا چکا۔

۱۲۱۱......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے اور کوئی محبوب نہ تھا۔ (مسلم)

۱۲۱۲......عبدۃ بنت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ میرے والد صاحب کی یہ روزانہ کی عادت تھی کہ جب بھی وہ بستر پر لیٹتے تو وہ بڑے اشتیاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ' مہاجرین وانصار کے نام لے لے کر اپنی عقیدت اور اُن سے دِلی وارفتگی کا اظہار کرتے اور کہتے یہی حضرات میرے ''حسب ونسب'' ہیں اور انہی کی جانب میرا دِل اٹکا رہتا ہے اور میری تمام تر محبت اور عقیدت بھی انہی سے وابستہ ہے اور میرا شوق ان کے بارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اے میرے ربّ! مجھے جلد موت دے دے کہ میں اپنے پیاروں سے مل جاؤں۔ یہی کہتے کہتے اُنہیں نیند آ جاتی۔

۱۲۱۳......سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اُس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو حق سچ کے ساتھ مبعوث کیا مجھے اپنے والد ماجد کے مشرف بہ اسلام ہونے کے مقابلہ میں یہی بات کہیں زیادہ عزیز اور پسندیدہ تھی کہ ابو طالب اسلام لے آتے تا کہ آپ ﷺ کو زیادہ مسرت ہوتی۔

اور یہ فقط اس لیے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ ابو طالب کے اسلام قبول کر لینے سے نبی کریم ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

۱۲۱۴...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے فرمایا: مجھے آپ کے اسلام لانے سے جتنی مسرت اور شادمانی ہوئی تھی شاید اپنے والد کے اسلام لانے سے بھی نہ ہوتی کیونکہ آپ کے اسلام لانے سے نبی کریم ﷺ کو خوشی میسر آئی تھی۔

۱۲۱۵...... ایک انصاریہ خاتون کے والد' (تین) بھائی اور شوہر معرکہ اُحد میں شہید ہوئے۔ جب اس خاتون کو اُن کی شہادت کی خبر (یکے بعد دیگرے) ملتی رہی تو اس نے سب سے پہلے ہر ایک سے یہی سوال کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خیریت کی بابت بتاؤ؟ بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں' اور ویسے ہی ہیں جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ اُس کو پھر بھی قرار نہ آیا تو اُس کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کروائی گئی۔ جب اُس کی نظر نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو معاً بول اُٹھی: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ہر (بڑی سے بڑی) مصیبت بھی میرے لیے ہیچ ہے۔

۱۲۱۶...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو نبی کریم ﷺ سے کیسی محبت تھی؟ فرمایا: نبی کریم ﷺ مجھے اپنی جان' مال' ماں باپ' آل اولاد سب سے زیادہ محبوب و عزیز ہیں یا اس بات کو تم اس طرح سمجھو کہ پیاسے آدمی کو شدید پیاس کی حالت میں جبکہ وہ پیاس کے مارے سخت مضطرب ہو ٹھنڈا پانی جتنا تسکین پہنچاتا ہے مجھے نبی کریم ﷺ اس سے بھی کہیں زیادہ محبوب تھے۔

۱۲۱۷...... حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رعایا کا حال پتہ کرنے کے ارادہ سے معمول کے گشت پر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت گھر میں چراغ تلے بیٹھی اُون کات رہی تھی اور اسی دوران یہ اشعار پڑھتی جا رہی ہے

Marfat.com

علی محمد صلاۃ الابزاز ☆ صلی علیہ الطیبون الأخیار
قد کنت قوامًا بکاب بالأسحاز ☆ یا لیت شعری والمنایا اطواز
ھل تجمعنی و حبیبی الداز؟

''نبی کریم ﷺ پر نیکوکاروں کا درود و سلام پہنچے' آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بزرگ ترین لوگ درود بھیجتے ہیں' بے شک آپ ﷺ راتوں کو کھڑے رہ کر عبادت کرنے والے تھے اور صبح تک گریہ کرتے رہنے والے تھے' اے کاش مجھے پتہ ہوتا کہ تمنائیں اور آرزوئیں کس طرح مختلف (پوری) ہوتی ہیں' کیا (کاش!) وہ (اللہ عزوجل) مجھے اور میرے حبیب (ﷺ) کو اکٹھا کر دے گا۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے اس قدر بے لوث محبت کرنے والی خاتون کے اشعار سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور رونے لگ پڑے۔

اس سے آگے کا واقعہ کافی طویل ہے ہم نے مختصراً یہاں بیان کر دیا۔

۱۲۱۸...... بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سوج گیا تھا۔ کسی نے بتایا کہ کسی ایسے شخص کا نام لو جو تمہیں (دُنیا و مافیہا) میں سب سے زیادہ محبوب ہوں تو یہ مرض دُور ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً آوازِ بلند پکارا: "یا محمداہ" تو وہ تکلیف فوراً رفع ہو گئی۔ (بخاری)

۱۲۱۹...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں اُن کی زوجہ محترمہ نے غم کے مارے کہا: ہائے رے افسوس! تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا: کتنی خوشی کی بات ہے کہ کل کے دن میں نبی کریم ﷺ اپنے دوستوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے ملاقات کروں گا۔

۱۲۲۰...... روایت کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کرنے لگی کہ نبی کریم ﷺ کے مزار مبارک سے پردہ ہٹا کر مجھے زیارت کروا دیجئے۔ جب پردہ ہٹایا گیا تو وہ وہیں روتے روتے مر گئی۔

خوفِ مقتل بھی ماسوا محبتِ نبوی (ﷺ) کے کچھ نہ کہلوا سکا:

۱۲۲۱...... فتح مکہ سے پہلے (یوم الرجیع) کا واقعہ ہے کہ کفارِ مکہ جناب زید بن دثنہ کو حدودِ

Marfat.com

حرم سے باہر لا رہے تھے تا کہ اُنہیں قتل کر سکیں۔ اُس وقت ابوسفیان نے جناب زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ زید میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ (نعوذ باللہ!) اگر تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور اُن کی گردن ماردی جائے اور تجھے آزاد کر دیا جائے تا کہ تو اپنے اہل وعیال میں جا کر عیش وآرام کر سکے تو تیری کیا رائے ہے؟ ابوسفیان کی یہ ہفوات سن کر زید رضی اللہ عنہ کہنے لگے: سن! تو ایسی بات کا طلبگار ہے' جان رکھ! میں تو اس بات کا بھی روادار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ہلکا سا کانٹا بھی چبھے اور میں یہاں آرام سے بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان کہنے لگا: ہم نے اس سے قبل تو کسی کے ایسے جانثار نہیں دیکھے جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جانثار ہیں۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس قدر محبوب رکھتے ہیں کہ اس کا تو کسی چیز سے تقابل ہی نہیں کیا جا سکتا۔

۱۲۲۲...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی خاتون آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو اللہ کی قسم دلاتے کہ وہ یوں کہے کہ میں نہ تو خاوند سے ناراض ہو کر آئی ہوں اور نہ ایک زمین سے نکل کر دوسری زمین میں فقط رہنے کی خواہش کے تحت وارد ہوئی ہوں بلکہ میں نے تو صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے وطن کو خیر باد کہا۔

۱۲۲۳...... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب شہید کیے گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اُن کی نعش کے پاس تشریف لائے اور ان کے لیے دعا مغفرت فرمانے کے بعد کہنے لگے: اللہ کی قسم! میری معلومات کی حد تک تو آپ بڑے روزہ دار' شب بیدار اور اللہ (عزوجل) اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑی محبت رکھنے والے شخص تھے۔

Marfat.com

فصل : ۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات

جس سے سچی محبت ہو انسان اپنے آپ کو اُس رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے:

اِس بات میں تو کسی شک وشبہ کی مطلقاً گنجائش ہی نہیں کہ اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کو اور اس کی ذات کی موافقت کو اور اس کی حکم برآری کرنے کو اپنی ذات پر لازم تصور کرنے لگ جاتا ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر جان رکھو وہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا نہیں بلکہ وہ تو جھوٹا دعویدار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچا تو اُسے ہی تسلیم کیا جائے گا جس میں محبت کی علامات بھی پائی جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی پہلی علامت:

سب سے پہلی علامت تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہونے والا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کی اتباع کرنے والا ہو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بجالائے اور جن افعال پر عمل کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہو اُن سے سختی سے اجتناب برتے۔ عیش وآرام یا مسرت وپریشانی کی حالت ہی میں نہیں بلکہ ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔

اِس بات پر یہ آیت کریمہ بھی دلالت کرتی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ [آل عمران: ۳۱]

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والا مہربان ہے۔''

محبت کی دوسری پہچان:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دوسری پہچان یہ ہے کہ جس کام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع

Marfat.com

فرمایا ہے اُن پر اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح نہ دے اور جن کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا یا اُن کی طرف راغب کیا وہ بجالائے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ ...... ﴿۹﴾﴾ [الحشر: ۹]

''اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دِلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے محبت کی تیسری علامت:

نبی کریم ﷺ سے محبت کی تیسری علامت یا پہچان یہ ہے کہ اللہ (اور رسول ﷺ) کی رضا کی خاطر بندوں کی ناراضگی کی مطلقاً پرواہ نہ کی جائے۔

۱۲۲۴...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم اس حال میں صبح و شام کرو کہ تمہارے دِل میں کسی کے لیے کھوٹ نہ ہو تو ایسا ضرور کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ سے مجھ سے مزید ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اُس نے مجھ سے محبت کی اور مجھ سے محبت رکھنے والا میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

(ترمذی)

لہٰذا جو شخص تو اس صفت سے متصف ہو وہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنے دعویٰ محبت میں سچا تسلیم کیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص بعض باتوں پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو جان رکھو اُس کی محبت ناقص ہے اور عمل میں جتنی بھی کمی واقع ہوتی جائے گی محبت میں بھی اُتنا ہی نقص بڑھتا جائے گا لیکن پھر بھی باوجود اس کے وہ محبین کی فہرست سے خارج نہیں کیا جائے گا۔

۱۲۲۵...... اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کے اس قول سے ملتی ہے کہ ایک شخص

Marfat.com

(عبداللہ الحمار رضی اللہ عنہ) پر شراب نوشی کی حد جاری کی گئی تو اُس پر لوگوں (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے لعنت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو لعنت کرنے سے روک دیا اور فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

(بخاری)

محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتا ہوں کیونکہ محب جس چیز سے محبت کرتا ہے اُس کا ذکر بڑی کثرت سے کیا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اپنے محبوب سے ملنے کا شوق بھی اُس کے دِل میں مچلتا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ہر محب کی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔

۱۲۲۶......اشعریین جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی خاطر مدینہ تشریف لائے تو یہ لوگ اس اشعار کو ورد زبان بنائے ہوئے تھے

غدًا تلقى الأحبة ☆ محمدًا و صحبه

"کل ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے (یعنی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اُن کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔"

۱۲۲۷ تا ۱۲۲۹......حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عقیدت والے جذبات کا اظہار قبل ازیں گزر چکا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے جذبات کا اظہار بھی گزر چکا۔ حضرت معدان کا قصہ جو ہم نے قبل ازیں بیان کیا وہ بھی بعینہٖ ہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت' کثرتِ ذکر:

محبت کی علامات میں سے ایک اور علامت یہ ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا جائے تو کثرت سے کیا جائے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم و توقیر کی جائے اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی ذکر کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سن کر عاجزی اور فروتنی کا اظہار کیا جائے۔

ابن اسحٰق تجیبی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی

Marfat.com

آپ ﷺ کا ذکر نہایت عقیدت' محبت اور عجز و انکساری کے ساتھ کیا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے وقت اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آنسو بہنے لگتے تھے۔

یہی حال تابعین کی جماعت کا بھی تھا۔ان میں سے بعض حضرات کی یہ کیفیت تو محبت و شوق کی بنا پر تھی اور بعض ہیبت و دبدبہ سے اس درجہ متاثر ہوتے تھے۔

محبت کی علامت محبوب جسے محبوب رکھے وہ چیز محب کو بھی محبوب ہو جائے:

محبت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس چیز یا شخصیت کو بھی محبوب رکھا جائے جس سے نبی کریم ﷺ نے محبت فرمائی ہو یا اس کو پسند فرمایا ہو خواہ وہ نسب وحسب سے ہو یا سلب سے مثلاً اہل بیت' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ۔اور ہر اُس چیز یا شخص سے نفرت و اعراض کا مظاہرہ کرے جس کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا ہو یا اُس کی بات کوئی اچھا کلمہ نہ بیان فرمایا ہو۔اور حقیقتاً یہ بات ہے کہ صحیح کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے کہ وہ ہر اس چیز سے محبت کرنے لگتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت کرے۔

۱۲۳۰......نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔'' (ترمذی)

۱۲۳۱......ایک روایت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان سے محبت رکھنے والے کو محبوب رکھتا ہوں۔(بخاری و مسلم)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت' محبتِ نبوی کا جزو لاینفک:

۱۲۳۲......ایک روایت میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو محبوب رکھتا ہوں۔ جو شخص ان دونوں کو محبوب رکھے اُس نے مجھ سے اظہارِ محبت کیا اور جو مجھ سے اظہارِ محبت کرتا ہے اس کو اللہ بھی اپنے ہاں محبوب کا درجہ دے دیتا ہے اور جس نے ان دونوں سے بغض و عداوت کا مظاہرہ کیا' اُس نے مجھے مبغوض رکھا اور جس نے میری ذات سے بغض کا اظہار کیا اس نے نعوذ باللہ اللہ عزوجل کو مبغوض رکھا۔

(ترمذی و احمد)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت' محبتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لازمی تقاضا:

۱۲۳۳...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بات کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو ہدف تنقید نہ بنا لینا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے میری محبت فقط میری وجہ سے ہے اور اُن سے بغض بھی میری وجہ سے ہوگا۔ لہٰذا جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اُس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اُس نے اللہ عزوجل کو (نعوذ باللہ) ایذاء پہنچائی اور ان چیزوں پر اللہ عزوجل اُس کی پکڑ ضرور فرمائے گا۔ (ترمذی' احمد)

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت:

۱۲۳۴...... سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بابت ارشاد فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس بات سے فاطمہ کو ناراضگی ہوتی ہے اُسی بات سے میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے محبت:

۱۲۳۵...... امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو محبوب رکھوں کیونکہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کو محبوب رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

انصار سے محبت:

۱۲۳۶...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہلِ عرب سے محبت:

۱۲۳۷...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عربوں کو محبوب رکھا وہ صرف میری وجہ سے ہے لیکن جس نے ان سے عداوت کی وہ عداوت میری دشمنی کی بناء پر ہی ہوگی۔

اور یہ بات ہے بھی حقیقت کہ جو شخص کسی کو محبوب رکھتا ہے تو محب ہر اس شخص یا چیز کو محبوب رکھنے لگتا ہے جس کو محبوب پسند کرتا ہے اور یہ طرزِ عمل سلف صالحین کا رہا ہے۔ یہ حضرات

Marfat.com

ہر اس چیز کو عزیز رکھتے تھے جس سے نبی کریم ﷺ محبت فرماتے ہوں یہاں تک کہ وہ مباح چیزوں اور اپنی نفسانی خواہشات کے بارے میں بھی اس چیز کا خیال رکھا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ سبزی' کدو:

۱۲۳۸...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے کدو محض اس وجہ سے پسند تھے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو پرات میں کدو کے ٹکڑے تلاش کرتے دیکھا تھا۔ اس دن سے اس کھانے کو میں نے اپنے معمولات میں شامل کر لیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۲۳۹...... حضرت حسن' ابن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم (نبی کریم ﷺ کی آزاد کردہ باندی) ام سلمٰی کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمائش کی کہ ہمیں وہ کھانا کھلائیں جو نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ ہو۔

۱۲۴۰...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سبتی جوتی پہنا کرتے اور اپنے کپڑوں کو زرد رنگ سے رنگتے اس لیے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ (بخاری و مسلم)

ان ہی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس چیز سے دشمنی و عداوت رکھا جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی و عداوت رکھنے والا ہے۔ سنت نبوی (ﷺ) کی مخالفت کرنے والے سے دُور ہی رہا جائے اور ایسے شخص کی صحبت میں رہنے سے حتی الوسع احتراز کیا جائے جو دین میں بدعات جاری کرتا ہوں اور ان تمام باتوں سے اجتناب برتا جائے جو آپ ﷺ کی شریعت کے خلاف ہوں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ......﴾ [المجادلۃ: ۲۲]

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے' گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلہ) کے

Marfat.com

(عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں' یہ خدائی لشکر ہے' آگاہ رہو بے شک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وہ عظیم الشان وفقید المثال مظاہرہ کیا جس کی اس سے قبل اور نہ ہی اس کے مابعد کوئی مثال میسر آ سکتی ہے۔ ان پاکباز ہستیوں نے اپنے دوستوں کو قتل کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے والدین اور اولاد تک سے جھگڑا مول لیا اور بعض نے تو یہاں تک قربانی دی کہ اپنے والدین[1] اور اپنی اولاد تک کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

۱۲۴۱...... عبداللہ بن اُبَیّ (نے جب بکواس کی کہ عزت والا ذلت والے کو مکہ سے نکال باہر کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی پراگندہ زبانی سے سخت مضطرب ہو گئے' اسی کو محسوس کرتے ہوئے) جناب عبداللہ (عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے) نے عرض کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ہلکا سا اشارہ ابرو فرمایئے تو میں اپنے باپ کا سر لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دوں۔

۱۲۴۲...... انہی علامات میں سے ایک علامت قرآنِ کریم سے محبت بھی ہے کیونکہ اسی کتاب ہدایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درسِ ہدایت دیا اور خود بھی اسی سے ہدایت پائی اور اس پر اس طرح عمل پیرا ہوئے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے) عرض کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو چلتا پھرتا قرآن تھے۔

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دفعہ اُن کے برخوردار عبدالرحمٰن نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا کہ ایک جنگ کے موقع پر ابا جان آپ رضی اللہ عنہ بالکل میری تلوار کے نیچے تھے۔ اگر میں ذرا سا بھی وار کرتا تو آپ کی گردن جدا ہو جاتی لیکن مجھے آپ کی محبت آڑے آ گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بولے لیکن بیٹے اگر تو میری تلوار کے نیچے آ جاتا تو میں لمحہ بھر کا توقف بھی نہ کرتا۔ یہ ہے کفر اور اسلام کی طرف سے لڑی جانے والی جنگ کا فرق۔ (مترجم)

Marfat.com

قرآنِ کریم سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی باقاعدگی سے تلاوت کی جائے اور اس پر عمل پیرا ہوا جائے' اس میں غور وفکر کیا جائے اور اس کے ہر طریقے کو عزیز رکھے اور ان حدود سے ہرگز تجاوز نہ کرے جو حدود قرآن نے مقرر کر دی ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حبِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے محبت کرے اور قرآنِ کریم سے محبت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت رکھی جائے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامت ہے کہ سنت نبوی (ﷺ) کا اتباع کیا جائے اور سنت نبوی (ﷺ) کے اتباع کے پہچان کی پہلی نشانی ہے کہ اس کو آخرت یاد ہو اور اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس چیز کی کسوٹی کہ اُسے آخرت کی کتنی فکر ہے یہ ہے کہ وہ دُنیا کو مبغوض رکھے اور اس کو پسند نہ کرے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ صرف اتنے پر ہی کفایت کرے جو سخت ضروری ہے یا جو آخرت کے سفر میں کچھ کام آ سکے۔

۱۲۴۳...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن کے علاوہ اور کسی بارے میں دوسرے سے ہرگز سوال نہ کرے' جو قرآن کو دوست رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو بھی یقیناً دوست رکھے گا۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کی ایک کسوٹی یہ بھی ہے کہ امت مسلمہ کے ساتھ شفقت و رحمت والا معاملہ کیا جائے اور ان کو کلماتِ خیر سے یاد کیا جائے اور ان کی خیر خواہی چاہی جائے اور ان کو نفع پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی جائے اور یہ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ ان سے نفرت پیدا نہ ہو اور امت مسلمہ پر شفقت و محبت' سنت نبوی کے اتباع میں ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی امت مسلمہ پر نہایت شفیق اور رحم فرمانے والے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت کی ایک علامت جو تمام علامات میں اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ محبت کا دعویدار دُنیا سے دِل نہ لگائے' فقر و فاقہ کا خوگر ہو اور فقیرانہ صفات کا حامل ہو۔

۱۲۴۴...... نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسعید خدری سے فرمایا: جو شخص مجھ سے محبت رکھے اس کی جانب فقر اس تیزی کے ساتھ آئے گا جیسے دریّے کے پہاڑ کی

Marfat.com

ڈھلوان سے پانی بہتا ہوا آتا ہے۔ (احمد)

۱۲۴۵...... حضرت عبداللہ بن مُغفل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میں آپ ﷺ کو بہت محبوب رکھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ذرا غور کرو کیا کہہ رہا ہے؟ اُس نے دوبارہ بلکہ سہ بارہ یہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر کے لیے تیار ہو جا۔ (ترمذی)

اس کے بعد وہی کلمات ارشاد فرمائے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اوپر مذکور ہوئے۔

فصل : ٤

نبی کریم ﷺ سے حقیقی محبت کے معنیٰ

نبی کریم ﷺ کی محبت کے معنی اور اس کی حقیقت' اللہ عزوجل اور نبی کریم ﷺ کی محبت کے معنی اور اس کی تفسیر کے بارے میں علمائے کرام میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے تاکہ لوگوں کی عبارتیں مختلف فیہ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف اقوال کا اختلاف نہیں بلکہ احوال کا اختلاف ہے۔

حضرت سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی پیروی کرنا ہی ہے۔ گویا کہ اُن کے پیش نظر اللہ عزوجل کا یہ قول مبارک ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آلِ عمران: ۳۱]

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا' اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

بعض علماء کرام کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نصرت کا عقیدہ رکھا جائے۔ آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کی جائے اور کسی معاملے میں بھی

Marfat.com

آپ ﷺ کی مخالفت کرنے سے ہر وقت ڈرتا ہے۔

بعض نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی محبت کا مطلب آپ ﷺ کو ہمیشہ یاد کرنے سے ہے۔

دیگر علماء کرام نے فرمایا: محبت کا مطلب محبوب کی ہر بات کو ترجیح دینا ہے۔

بعض کے نزدیک محبت محبت کے شوق کو کہتے ہیں۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اپنے قلب کو موافق بنا لینے اور اس چیز کو محبوب رکھنا جسے اللہ عزوجل نے پسندیدہ کہا ہو اور اس چیز سے اعراض برتنا جسے اللہ عزوجل نے ناپسندیدہ فرمایا ہے۔ بعض نے بتایا کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کی پسندیدہ چیز کی طرف اُس کے دل کا بھی میلان ہو۔

محبت کی حقیقت:

اوپر بیان کی گئی عبارتیں ثمراتِ محبت کو ظاہر کرتی ہیں لیکن ان سے محبت کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ حقیقت محبت حقیقتاً یہ ہے کہ دِل اس طرف مائل ہو جو فطرتِ انسانی کے مطابق و موافق ہو۔ یہ مطابقت و موافقت دو حال سے بہر حال خالی نہیں یا تو اس لیے کہ دِل اس کے ادراک سے لذت قلبی حاصل کر پاتا ہے جیسے حسین صورت کو دیکھنا' حسن صوت یا مزیدار کھانوں سے دِل کو خوش کرنا کیونکہ ہر طبع سلیم ان کی جانب اپنی فطرت کی وجہ سے ضرور بہ ضرور تھوڑا بہت مائل ہوتی ہے۔

یا اس وجہ سے کہ یہ موافقت اس لیے ہے کہ وہ حاسد عقل و قلب سے ایسے معانی و مطالب کا ادراک کر پاتا ہے۔ جیسے صالحین و علماء کی محبت اور ان کے فرمودات وارشادات سے محبت و اُلفت اور ان پر عمل کا جذبہ رکھنا کیونکہ ان حضرات سے محبت و الفت کے سبب فطرت انسانی ان چیزوں کی جانب اپنے قلب کو خود بخود مائل محسوس کرتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طبقہ سے محبت کی وجہ سے دوسرے طبقہ سے نفرت اور تعصب تک کی نوبت آ جاتی ہے اور ایک طبقہ کی حمایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کی محبت میں ترک وطن' بڑوں بڑوں کی توہین اور جانوں کے ضائع کر دینے سے بھی اعراض نہیں برتا جاتا۔

کبھی محبت کی وجہ انعام و احسان بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ فطرتِ انسانی ہے کہ انسان

Marfat.com

اُس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے۔ جب یہ بات تم پر واضح ہو گئی اور تم ان تمام اسباب پر نبی کریم ﷺ کے حق میں غور کرو گے تو تمہیں اس چیز کا پتہ چل جائے گا کہ محبت پیدا کرنے والے تینوں اسباب نبی کریم ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ظاہری حسن و جمال اور آپ ﷺ کے باطنی اخلاق و کمال کے بارے میں کتاب کے پہلے حصہ میں بہت کچھ بتایا جا چکا ہے' جنہیں دہرانے کی یہاں ضرورت محسوس نہیں کرتا اور آپ ﷺ کا احسان جو امت پر ہے وہ تو پہلے ہی اتنے مفصل طور پر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاں اللہ عزوجل نے امت پر آپ ﷺ کی مہربانی' شفقت' اس کی ہدایت کرنے اور دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوششوں کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ آپ ﷺ مؤمنوں سے رحم دِلی برتنے والے اور نرمی کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین' خوشخبری دینے والے' عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں۔ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اللہ عزوجل کی آیات کی تلاوت فرماتے تھے' ان کے قلوب کا تزکیہ فرماتے' انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم ارشاد فرماتے اور سیدھے راستے کی طرف ان لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ تمام مؤمنوں پر اس سے بڑا اور عظیم احسان کسی انسان کا اور کیا ہو سکتا ہے اور تمام مسلمانوں پر اس سے بڑھ کر نفع بخش اور فائدہ مند اور کونسا انعام ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ آپ ﷺ ہی نے انہیں جہالت کی تاریکی سے نکالا' آپ ﷺ ہی نے انہیں فلاح و کامرانی کی طرف دعوت دی' آپ ﷺ ہی ان بندوں اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان وسیلہ' روزِ محشر شفاعت کرنے والے' ان کی فریاد اللہ عزوجل کی بارگاہ تک پہنچانے والے' ان پر گواہی دینے والے' ان کی ہمیشہ قائم رہنے والی فوز و فلاح کے موجب اور ان کی ابدی نعمتوں کے سبب ہیں۔

اللہ عزوجل سے ہم کلامی کے منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ وجودِ باری کے شاہد و گواہ بنے۔ نبی کریم ﷺ کو بقاء دائمی اور نعیم سرمدی عطا ہوئی اور نبی کریم ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں امت مسلمہ کو بھی یہ اعزاز نصیب ہو گیا۔

ان حقیقتوں سے یہ بات واضح طور پر عیاں ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی کی وہ ذات

Marfat.com

اقدس ہے جو شرعاً محبت کی حقیقی حقدار ہے، جس کو ہم نے احادیث سے ثابت بھی کیا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ عادۃً اور طبیعتاً بھی محبت کے لائق ہیں، جس کا تذکرہ ہم نے اوپر ابھی تفصیلاً کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے احسانات سب سے بڑھ کر ہیں اور آپ ﷺ کا حسن سلوک سب کو شامل تھا۔

دُنیا کا عام اصول یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی ایک یا دو مرتبہ احسان کرتا ہے تو وہ اس کا زر خرید غلام جیسا بن جاتا ہے یا کسی کو کوئی ہلاکت سے نقصان سے بچالیتا ہے تو وہ اس بچانے والے کا ممنون احسان بن جاتا ہے حالانکہ یہ ہلاکت ونقصان تو عارضی ہوتے ہیں لیکن وہ ذاتِ کریم جس کے احسان نہ ختم ہونے والے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جس ہلاکت سے امت کو محفوظ کر ڈالا وہ عذابِ دوزخ اور اس کی ہلاکت سے متعلقہ ہے، جس کا زمانہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ لہٰذا بغیر کسی شک وشبہ وہی ذات بابرکات (ﷺ) محبت والفت کے لائق ہے جو انسانیت کو ان تمام مشکلات ومصیبتوں سے نجات دلا کر ابدی سکون واطمینان دلائے اور وہ ذات فقط اور فقط محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ ہم اپنی دُنیاوی زندگی میں روز اس کا مشاہدہ کرتے چلے آتے ہیں کہ انسان اس حاکم سے جو خوش اخلاق، محسن اور جذبہ خدمت رکھتا ہو اپنے کاموں اور مشکلات میں رجوع کرتا ہے، اس کی ہر وقت تعریف وتوصیف میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح وہ انصاف پسند قاضی جو چاہے دُور رہتا ہو لیکن اس کے علم وبزرگی کا شہرہ عام ہو، تو وہ لوگوں کو طبعاً ہی محبوب ہو جاتے ہیں۔ تو جس نے کمال وعظمت کے ان تمام مراتب کو اپنی ذات کے اندر سمو لیا ہو بھلا وہ زیادہ محبت کا مستحق نہ ہوگا۔

۱۲۶۴...... نبی کریم ﷺ کی شان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا: جو شخص ایک دفعہ آپ ﷺ کو دفعتاً دیکھ لیتا وہ فوراً مرعوب ہو جاتا اور جو آپ ﷺ کے قریب ہو جاتا وہ آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔

۱۲۶۷...... اور ہم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت پہلے ہی ذکر کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے آپ ﷺ سے اپنی نظر کو ہٹانا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ (اور ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہتے تھے۔)

Marfat.com

فصل : ۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونا واجب ہے

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۱﴾﴾ [التوبہ: ۹۱]

''بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں، اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت ورحمت والا ہے۔''

علمائے تفاسیر اس بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں مؤمن ہو۔

۱۲۴۸..... تمیم داری فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک دین خیر خواہی ہے، بے شک دین خیر خواہی ہے، بے شک دین خیر خواہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لیے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل، اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، ائمہ مسلمین اور تمام دوسرے لوگوں کے واسطے۔

(ابوداؤد و مسلم)

ائمہ کرامؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے حاکم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔

امام ابوسلیمان بستی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصیحت کی تعریف:

امام ابوسلیمان بستیؒ نے فرمایا کہ نصیحت ایک جامع کلمہ ہے۔ جس سے وہ تمام امورِ خیر مراد لیے جاسکتے ہیں جن سے کسی کو نصیحت کی جاتی ہے اور بھلائی کا ارادہ کیا جائے اور نصیحت کی تعبیر ایک کلمہ سے جو تمام مالہ اور ماعلیہ کا احاطہ کر سکے ممکن ہی نہیں۔

نصیحت کے لغوی معنی:

لغت میں نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں۔ اہلِ عرب کا مقولہ ہے۔

Marfat.com

موم سے شہد کو علیحدہ کر دیا اور شہد و موم کو صاف کر ڈالا

ابوبکر بن اسحٰق خفاف بیان کرتے ہیں کہ نصح وعمل ہے جس سے صلاح اور ملائمت متعلق ہو اور یہ نصاح سے ماخوذ ہے۔ نصاح اس دھاگے کو کہا جاتا ہے جس سے کپڑے کی سلائی کی جاتی ہے اور اسی سے ملتے جلتے معنی زجاج نے بھی بیان کیے ہیں۔

رب العالمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن اعتقاد رکھا جائے' اس کو واحد و یکتا ذات مانا جائے' اس کی ذات کے شایانِ شان تعریف و توصیف کرے اور اس کو ان تمام باتوں سے منزہ جانے جو اس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ محبوبانِ خدا سے محبت رکھے اور ان افعال سے احتراز برتے جو غضب الٰہی کا سبب ہو سکتے ہو۔ اللہ عزوجل کی عبادت کرنے میں کوئی ریا کاری و دکھاوا نہ ہو اسی کا نام خیر خواہی اور نصیحت ہے۔

قرآن سے خیر خواہی:

قرآن کریم کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان لایا جائے اور اس میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں اُن پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ترتیل (آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر) اس کی تلاوت کرے۔ آدابِ تلاوت کو پیش نظر رکھے اور دورانِ تلاوت خشوع و خضوع اختیار کرے۔ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی پوری کوشش کرے اور سرکش اور غالی منکرین و ملحدین نے جو لغو اعتراضات قرآنِ کریم پر کیے ہیں اُنہیں دُور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرے۔

نبی کریم ﷺ سے خیر خواہی:

نبی کریم ﷺ سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کے علاوہ آپ ﷺ کے احکام پر عمل درآمد کیا جائے اور جن باتوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اُن باتوں سے احتراز برتا جائے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی معاونت کی جائے اور آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی مدد و حمایت کی جائے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ایک' ایک

Marfat.com

سنت کو تلاش کرے۔ آپ ﷺ کے مخالفین کے اعتراضات کا مسکت جواب دے' آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق کو اپنائے اور آپ ﷺ کے بہترین آداب کو اختیار کرنے کی سعی میں لگا رہے۔

حضرت ابوابراہیم اسحٰق التجیبی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جس چیز کو لے کر تشریف لائے ہیں' اس کی تصدیق کرے' آپ ﷺ کی سنت مطہرہ پر مضبوطی سے قائم رہے' اس کی اشاعت کرے' لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے اُبھارے' اللہ تعالیٰ' اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

حضرت احمد بن محمد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خیر خواہی دِل کے فرائض میں سے ہے۔

ابوبکر آجری نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خیر خواہی دو اُمور کا تقاضا کرتی ہے۔ ایک نبی کریم ﷺ کی حیات میں اور دوسرا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد۔ آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کرنا اور انہیں ہر طرح سے تعاون بہم پہنچانا' اُن کی خیر خواہی چاہنا' اُن کی ہر ممکن حمایت کرنا' آپ ﷺ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کا دفاع کرنا' آپ ﷺ کے احکام کو سننا اور ان پر عمل پیرا ہونا' آپ ﷺ کے احکام برآری کرنے کی خاطر اپنی جان و مال کو خرچ کرنا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ ...... ﴿۲۳﴾﴾ [الأحزاب: ۲۳]

''جنہوں نے جو عہد اللہ عزوجل سے کیا تھا سچ کر دکھایا بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾﴾ [الحشر: ۸]

''اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ

Marfat.com

آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کریں اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب رکھیں اور سنت نبوی کو سیکھنے اور سکھانے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں اور کوشش کریں کہ ان پر مستقل طور پر عمل پیرا ہوا جائے اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں تفقہ حاصل کرنا' آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کو دل کی گہرائیوں سے چاہیں' ہر اس شخص کو محبوب رکھا جائے جو نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہو اور ہر اُس شخص کو برا جانا جائے نبی کریم ﷺ کی سنت سے اعراض برتے۔ آپ ﷺ کی امت پر شفقت برتی جائے' آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی پہچان کی جائے' آپ ﷺ کی سیرت وآداب کو اختیار کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اُن پر قائم رہا جائے۔

یہ جو ذکر کیا گیا اس سب تحقیق و گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ نصیحت محبت کا پھل اور اس کی علامت ہے' جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا۔

۱۲۴۹...... امام ابو القاسم قشیری نے ایک حکایت بیان کی کہ کسی نے عمرو بن لیث' خراسان کے بادشاہ کو جو کہ صفار کے لقب سے مشہور تھا خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ اللہ عزوجل نے کیا معاملہ کیا؟ اُس نے جواب دیا کہ ربّ کریم نے میری مغفرت فرمادی۔ جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ کس وجہ سے مغفرت فرمائی؟ تو اُس نے کہا: ایک مرتبہ میں نے پہاڑ کی چوٹی سے اپنے لشکر کی کثرت کو دیکھا تو میرا دِل خوشی کے مارے اُچھلنے لگا۔ اُسی وقت میں نے تمنا کی کہ اگر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو میں اس کثیر لشکر سے نبی کریم ﷺ کی مدد واعانت کرتا اور میری یہ اداء اللہ عزوجل کو اتنی پسند آئی کہ اُس نے فقط اسی سوچ پہ میری مغفرت کر دی۔

ائمہ مسلمین اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی اختیار کرنا:

ائمہ مسلمین سے خیر خواہی کا مفہوم یہ ہے کہ اُن کی مدد کی جائے' عمدہ اور پاکیزہ طریقہ پر ان کو مدد بہم پہنچائی جائے' اُن کا ہاتھ بٹایا جائے اور ان میں سے جو غافل ہوں انہیں متنبہ کرے۔ مسلمانوں کی جن تکالیف سے وہ بے خبر ہوں' اُس سے اُنہیں آگاہ کیا جائے۔ ان کے خلاف بغاوت کرنے سے گریز کیا جائے۔ ان کے خلاف نہ تو لوگوں کو اُکسایا' بھڑکایا

Marfat.com

جائے اور نہ ہی لوگوں کو ناحق اُن سے بدظن کرنے کی جستجو میں لگا جائے۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی بھلائی کی باتوں کی طرف اُن کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ ان کے دینی اور دنیوی معاملات میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے اور اپنے قول و فعل سے اُن کو مدد بہم پہنچائی جائے۔ ان میں سے جو غافل ہوں' انہیں ہوشیار کیا جائے' جو جاہل ہوں اُن کی راہنمائی کی جائے' ان میں سے جو محتاج ہوں' ان کی مدد کرے' ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے' ان سے ضرر کو دفع کرے اور انہیں ہر ممکن نفع پہنچانے کی کوشش میں مصروفِ کار رہا جائے۔

تیسرا باب

نبی ﷺ کی تعظیم' توقیر اور خدمت گزاری کے وجوب کا بیان

اللہ عزوجل نے اس بابت ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝﴾ [الأحزاب: ٤٥]

''اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ (ﷺ) کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' آگاہ کرنے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔''

﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ... ۝﴾ [الفتح: ٩]

''تا کہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو' صبح و شام۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [الحجرات: ١ تا ٤]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا' جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ (ہی) اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں (ایسا نہ ہو کہ)

Marfat.com

تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو' بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں کو اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ آپ (ﷺ) کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں' ان میں سے اکثر (بالکل) بے عقل ہیں۔''

ایک اور موقعہ پر ارشادِ ربانی یوں ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ......﴾

[النور: ۶۳]

''تم اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) کو ایسے بلایا نہ کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہوتا ہے۔ تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اُن پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔''

اُوپر درج کی گئی آیاتِ کریمہ اس بات پر بین دلیل ہیں کہ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کی عزت وتوقیر کو لازم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے اعزاز واکرام کو ضروری قرار دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تعزروہ کے معنی تعظموا بیان کیے ہیں یعنی آپ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرو لیکن مبرد نے کہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنے میں خوب مبالغہ اختیار کرو۔

اخفش نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو مدد بہم پہنچاؤ۔ طبری نے کہا اس سے یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر طرح سے مدد ونصرت کرو۔

﴿تعزروہ﴾ کی ایک اور طرح قراءت:

بعض اہل علم بیان کرتے ہیں کہ تعذروہ کو تعزروہ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی ''زاء'' کے ساتھ۔ یعنی آپ ﷺ کی عزت کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر علمائے لغت مثلاً ثعلب وغیرہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ

Marfat.com

کے سامنے سبقت کرنے سے جو ممانعت بیان کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قبل کسی بات میں بولنے میں پہل نہ کرو اور نہ ہی گفتگو کرنے میں (یا چرب زبانی کے ذریعے) آپ ﷺ سے آگے بڑھ بڑھ کر بول کر بے ادبی کا مظاہرہ کرو۔

حضرت سہل نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد فرمانے سے پہلے تم خود کچھ نہ بولو اور جب آپ ﷺ گفتگو کا آغاز کر دیں تو اُس کے بات فقط دھیان سے اور خاموشی سے نبی کریم ﷺ کی گفتگو سنو اور مسلمانوں کو بھی اس چیز سے سختی سے روک دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ فرما دینے سے قبل ہی کسی چیز کے فیصلہ کرنے میں جلدی کرنے لگیں۔

انہیں اس بات کی بھی ممانعت فرما دی گئی کہ وہ جنگ وغیرہ کے معاملات ہوں یا دینی اُمور ان میں ہرگز نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں کسی اَمر پر متفق نہ ہوں یا آپ ﷺ سے پہل کرنے کی کوشش کریں۔

یہی قول حضرت حسن، مجاہد، ضحاک، سدی اور سفیان ثوری کا ہے۔

ارشادِ ربانی کہ (ان معاملات میں) اللہ سے ڈرتے رہو:

اللہ تعالیٰ نے جب ان باتوں کا بیان کر دیا تو اس کے بات تاکید مزید کی خاطر ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱﴾ [الحجرات: ۱ تا ٤]

''اے ایمان لو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

ماوردی نے کہا کہ ﴿اتقوا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر (کسی چیز میں بھی مقابلتاً) سبقت کرنے سے پرہیز کرو۔

سلمی نے کہا: ﴿اتقوا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حقوق کے معاملے میں لاپروائی نہ برتو اور نبی کریم ﷺ کے احترام میں جس بات سے کمی واقع ہوتی ہو اُس کام کے کرنے سے اجتناب کرو۔ یاد رکھو! اللہ عزوجل تمہارے اعمال کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کو بلند آواز سے مت پکارو:

پھر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آوازیں اُونچی کرنے سے ممانعت فرمادی یا آپ ﷺ کے سامنے اپنے دوسرے ساتھیوں کے سامنے چلا کر بولنے یا زور زور سے پکارنے سے منع فرمادیا۔

نبی کریم ﷺ کو پکارتے وقت انتہائی ادب ملحوظِ خاطر رکھو:

بعض نے اس بات کا مطلب یہ بتایا کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس انداز سے مت پکارا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی نام لے کر۔

ابو محمد مکی نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا کہ دورانِ گفتگو نبی کریم ﷺ کی بات پر سبقت کرنے کی کوشش نہ کیا کرو، درشت لہجے میں نبی کریم ﷺ سے بات کرنے کی کوشش نہ کیا کرو اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی نام لے کر پکارو جیسے کہ تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و حد درجہ عزت کیا کرو اور نبی کریم ﷺ کو انتہائی ادب و احترام اور شائستگی سے پکارو مثلاً یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! (ﷺ)۔

اس آیت مبارکہ میں اسی مضمون کی صراحت کی گئی ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ......﴾

[النور: ٦٣]

"تم اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) کو ایسے بلایا نہ کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہوتا ہے۔ تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اُن پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔"

دیگر علماء کرام نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے کوئی (فالتو یا بے پر کی) بات سمجھنے کی خاطر نبی کریم ﷺ کو (وقت بے وقت) مخاطب نہ کیا کرو۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے انہیں اس بات سے متنبہ کیا ہے کہ اگر وہ ایسا کرنے سے پھر بھی باز نہ آئیں تو یاد رکھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اُن کی نیکیوں کو ضائع کردے۔

Marfat.com

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول:

۱۲۵۰...... بعض نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ بنو تمیم یا کسی دوسرے قبیلے کے وفد کی بابت نازل ہوئی۔ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور یا محمد! یا محمد! (ﷺ) کہہ کر پکارنا شروع کیا اور کہا ''آپ ﷺ ذرا باہر تو تشریف لائیں'' تو ان کی اس جہالت و بدتمیزی پر اللہ عزوجل نے ان کی سختی سے مذمت فرمائی اور ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔''

۱۲۵۱...... بعض حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ آیت مبارکہ اُس جھگڑے کی بابت نازل ہوئی تھی جو نبی کریم ﷺ کی موجودگی ہی میں سیّدنا صدیق اکبر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مابین کسی بات میں ہوا تھا۔ جس میں ان دونوں کی آوازیں نبی کریم ﷺ کی موجودگی ہی میں (نسبتاً) اونچی ہو گئی تھیں۔ (بخاری)

۱۲۵۲...... بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ آیت مبارکہ ثابت بن قیس بن شماس، خطیب النبی کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ ذرا اونچا سنتے تھے اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بولتے بھی نسبتاً اونچا ہی تھے۔ جب اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا اور جناب ثابت رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے بارے میں معلوم ہوا تو گوشہ نشینی اختیار کر لی لیکن جب اعمال کے ضائع ہو جانے کا احساس ہوا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد اپنے اعمال کے ضائع ہو جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے کیونکہ میں تو آپ ﷺ کے سامنے (اپنی مجبوری کی وجہ سے) بلند آواز سے بولتا ہوں۔ جس طرح بولنے کی قرآنِ کریم میں ممانعت فرما دی گئی ہے۔ ثابت رضی اللہ عنہ کی بات سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ثابت! تم اس بات سے کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم دنیا میں بہت اچھی زندگی گزارو گے اور روزِ قیامت تمہارا شمار شہداء میں ہوں گا اور جنت میں داخل کیے جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم) ثابت جنگ یمامہ کے دوران شہید ہوئے۔

تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے فوری خوشخبری:

۱۲۵۳...... جب اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ واللہ! میں تو آج کے بعد آپ ﷺ کے روبرو ایسے گفتگو کروں گا جیسے کوئی سرگوشی کیا کرتا ہے۔

۱۲۵۴، ۱۲۵۵...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ سے ایسے گفتگو فرمانے لگے جیسے چھپ کر سرگوشی کی جاتی ہے اور اس سرگوشی میں بھی اتنا ڈر، خوف اور ادب واحترام پنہاں ہوتا ہے کہ بعض اوقات تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ نبی کریم ﷺ کو دوبارہ، سہ بارہ دریافت کرنا پڑتا کہ کیا کہا ہے؟ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ......﴾

[بخاری، الحجرات: ۳، ٤]

''بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ آپ (ﷺ) کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر (بالکل) بے عقل ہیں۔''

بعض حضرات کا بیان کرنا ہے کہ آیت: ۴ بنو تمیم کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلام لانے والوں کو آدابِ نبوی سکھلانا:

۱۲۵۶...... صفوان بن عسال نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ دورانِ قیام ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کو ''یا محمد'' کہہ کر تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا۔ تو ہم لوگوں نے اس کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کے آداب اللہ عزوجل نے یہ تعلیم فرمائے ہیں کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آہستگی کے ساتھ بات چیت کی جائے اور آپ ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا جائے اور نبی کریم ﷺ کے لیے ایسے کلمات کے استعمال کی بھی ممانعت بیان فرمائی گئی ہے جس سے بدتہذیبی کا پہلو نکلتا ہو۔ (ترمذی)

اللہ عزوجل نے اسی بارے میں حکم فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا......﴾ [البقرة: ١٠٤]

Marfat.com

''اے ایمان والو! تم (نبی کریم ﷺ کو) ''راعنا'' نہ کہا کرو' بلکہ ''انظرنا'' کہو یعنی ہماری طرف دیکھیے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہیں۔''

پیغمبر کی تو ہر حال میں فرمانبرداری کی جائے گی:

بعض مفسرین نے کہا کہ انصار کی لغت میں یہ لفظ اس معنی کے طور پر مستعمل تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری رعایت فرمایئے ہم آپ ﷺ کی رعایت کریں گے۔ اللہ عزوجل نے اُن کی اس بات کو سخت ناپسند کیا کیونکہ اس کلام میں ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے یعنی اگر آپ ﷺ نے ہماری رعایت نہ کی تو اس کے بدلہ میں ہم بھی آپ ﷺ کی رعایت نہ کریں گے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ پیغمبر کا حق تو یہ ہے کہ اُس کی ہر حال میں اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی جائے نہ کہ صرف اس صورت میں فرمانبرداری کی جائے کہ اگر تو آپ ﷺ ہماری رعایت فرمائیں گے تو ہم بدلہ میں رعایت کریں گے۔

اِس سے ایک اور ذم (گستاخی) کا پہلو بھی نکلتا ہے کہ یہ تو شان نبوی ﷺ کے ہی سخت خلاف بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کے ساتھ ایسا معاملہ اختیار کریں جو انصاف کے تقاضوں سے ماوراء ہو۔

اِس بات کا ایک اور منفی پہلو یہ بھی تھا یہود نامسعود نبی کریم ﷺ کا اس کلمہ سے مذاق اُڑایا کرتے تھے اور اس کلمے سے وہ بطورِ غرور کے اپنا حق مراد لیتے تھے' اس لیے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔ یعنی کسی بھی صورت نبی کریم ﷺ کو کسی ایسے کلمہ سے مخاطب نہ کرنا جس میں ذم کا شائبہ بھی ہوتا ہے اور یہود (یا کوئی اور بدبخت) لفظی مشابہت کا فائدہ اُٹھا کر اس بات کو اپنے مطلب کے معنی نکال سکتا ہو۔ اس کے علاوہ بھی علماء نے اس سلسلہ میں دوسرے معنی بیان کیے ہیں۔

فصل : ۱

نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا خصوصی التزام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادت مبارکہ (معمول) تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنے میں بے حد التزام فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

۱۲۵۷...... یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میری نظروں میں دُنیا کی کوئی شخصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب و پسندیدہ نہ تھی اور نہ ہی کوئی ہستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگ اور برتر مرتبے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب و دبدبہ ہیبت وجلالت کا یہ حال تھا کہ میری تو تازندگی کبھی اتنی ہمت ہی نہ ہوئی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکتا۔ میں تو جب کوشش بھی کرتا ہوں تو مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو کس طرح بیان کروں اس کی وجہ بھی شاید یہی ہے کہ کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نظروں کو جھکا لیتے:

۱۲۵۸...... امام ترمذیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لے کر آتے تو حاضرین کی نظریں فوراً نیچے کو جھک جاتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں دو شخصیتیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ایسی تھیں جو نظر اُٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتیں اور جواباً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتے۔

(ترمذی، احمد)

۱۲۵۹...... حضرت اُسامہ بن شریکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے خاموش اور ہلے جلے بغیر بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کہ اُن کے سروں پر (طیر) پرندے بیٹھے ہوں اور اگر انہوں نے سر ہٹایا تو وہ پرندے اُڑ جائیں گے۔ (ابوداؤد)

صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسے ہمہ تن گوش ہو کر سماعت کرتے جیسے کہ اُن کے سروں پر پرندے سوار ہیں:

۱۲۶۰...... ایک حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام کا آغاز فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوراً ہی اپنی گردنیں (ادب کے باعث) جھکا لیا کرتے تھے ایسے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

۱۲۶۱.....حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں کفارِ مکہ کے ایلچی کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ جذبہ سے میں بے حد متاثر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ یہ حضرات رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی عزت افزائی اور تعظیم وتوقیر کرتے ہیں جس کی اس سے قبل کم از کم میں نے تو کبھی نظیر نہ دیکھی نہ سنی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے آپس میں (تقریباً) دست وگریباں ہی ہونے والے تھے اور ہر کوئی اسے حاصل کرنے میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعابِ دہن پھینکتے یا ناک سنکتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی سے اُسے اپنے ہاتھوں پہ لیتے اور اپنے چہروں اور جسم پر مل لیا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے کوئی بال اگر ٹوٹ کر گرتا تو وہ جلدی سے اسے لے (کر سنبھال) لیتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم ارشاد فرماتے تو وہ فوراً بلا چون و چرا کیے اُسے بجالاتے۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی بابت اپنی گفتگو کا آغاز فرماتے تو اپنی آوازوں کو مارے ادب کے اتنا آہستہ کرلیا کرتے (کہ مشکل ہی سے بات سنائی دے)۔ ادب واحترام کی وجہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا کرتے تھے۔

عروہ جب (یہ سب دیکھنے کے بعد) قریش کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے:
''اے گروہِ قریش! میں کسریٰ کے ملک میں گیا ہوں، میں نے قیصر کا ملک بھی دیکھا ہے اور نجاشی کے ملک کی سیر بھی کر چکا ہوں۔ مگر واللہ! میں نے تو آج تک کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اتنا معزز ومحترم، پسندیدہ اور قابلِ عزت نہیں پایا جتنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان محبوب، محترم و پسندیدہ دیکھتا ہوں۔ اُن کے ساتھی تو اُن کو اس قدر پسند کرتے ہیں اور محترم و معزز جانتے ہیں کہ میں یقین رکھتا ہوں وہ وہ قوم جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھی ہو چکی ہے وہ تو اُن سے کسی حال میں بھی پشت نہیں موڑے گی۔ (بخاری)

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تک نیچے نہ گرنے دیتے:

۱۲۶۲...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال ترشوا رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد حلقہ بنائے کھڑے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زمین پر گرنے سے قبل ہی پکڑ کر سنبھال لیں۔ (مسلم)

۱۲۶۳...... صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفیر مقرر فرما کر قریش مکہ کی طرف گفت وشنید کے لیے بھیجا تو اہلِ مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی گزشتہ ہمدردیوں اور نیکیوں کی بناء پر اُنہیں اجازت دی کہ وہ اگر چاہیں تو طوافِ کعبہ کر سکتے ہیں (لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم کو اس چیز کی ہرگز اجازت نہیں) لیکن (قربان جایئے!) عثمان رضی اللہ عنہ پہ کہ انہوں نے اس چیز کو گوارا ہی نہ کیا کہ وہ تنہا طواف کریں۔ انہوں نے ببانگ دہل کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل طواف کرلوں۔ یاد رکھو! پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کریں گے اُس کے بعد ہی میں طواف کروں گا۔

۱۲۶۴...... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنے اندر اتنی ہمت نہ رکھتے تھی کہ وہ بالمشافہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات عرض کریں اس لیے کہ وہ اکثر کسی سہارے (بدو وغیرہ) کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک اعرابی سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ وہ کونسے صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنی موت (حاجت) کو پورا کیا؟ جب اس اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ اقدس کو دوسری طرف موڑ لیا۔ اتنے میں سامنے سے راوئ حدیث (حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ) نظر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس اعرابی سے کہا: یہ اُن اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے اپنی (موت) حاجت پوری کرلی۔ (ترمذی)

۱۲۶۵...... قیلۃ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جب میں نے (پہلی مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے تھے تو میں مارے ہیبت وخوف کے کانپنے لگی۔

Marfat.com

۱۲۶۶...... حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جاتے تو (آواز دینے' ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے) فقط اپنے ناخنوں سے آہستگی سے دروازہ پر دستک دیتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موقع کی مناسبت ہی سے سوال کرتے:

۱۲۶۷...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات کے متعلق پوچھنا چاہتا تو مدت مدید تک مناسب موقع کی تلاش میں رہتا اور اسی موقع کی تلاش میں عرصہ دراز گزر جاتا۔

فصل : ۲

بعداز وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

اور

اہلِ بیت علی جدہا الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم

اِس بات کو اچھی طرح جان لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں لازم و ضروری تھی بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و تقدس ویسے ہی لازم ہے۔ یہ احترام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے بعد' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث' سیرت کے ذکر' اہل بیت' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ سنتے وقت اظہارِ عظمت اور بطورِ ادب کے لازم و ضروری ہے۔

ابو ابراہیم نے بیان کیا کہ اسحٰق تُجیبی نے کہا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کیا جائے یا وہ سنے تو انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار کرے اور اپنی ظاہری حرکات سے ویسا ہی اظہار کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتا اور بالکل ویسے ہی تعظیم و توقیر کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔

مصنف کتاب (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں کہ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ متقدمین کا یہی

Marfat.com

معمول رہا ہے اور وہ ہر موقعہ پر ایسے جذبات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا منصور کو ڈانٹنا:

۱۲۶۸...... ابن حمید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو جعفر (بادشاہ منصور) نے حضرت امام مالکؒ سے مسجد نبوی (ﷺ) میں کسی بات پر مناظرہ کیا تو حضرت امامؒ نے فرمایا: منصور! مسجد نبوی (ﷺ) میں اپنی آواز کو اونچا مت کر کیونکہ اللہ عزوجل نے ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اور اللہ عزوجل نے ایک موقعہ پر اس جماعت کی ان الفاظ میں مدح فرمائی:

﴿...... اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ ...... ۳﴾

[الحجرات: ۲،۳]

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ (ہی) اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔''

ایک جماعت کی مذمت اللہ عزوجل نے ان الفاظ میں فرمائی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ ...... ۴﴾

[الحجرات: ٤]

''جو لوگ آپ (ﷺ) کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (بالکل) بے عقل ہیں۔''

ابو جعفر نے جب یہ بات سنی تو سکوت اختیار کر لیا اور امام مالکؒ سے پوچھنے لگا: کہ اے ابو عبداللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ رہوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا: تم نبی کریم ﷺ سے کیوں منہ پھیرتے ہو۔ آپ ﷺ تو تمہارے اور تمہارے باپ آدمؑ کے لیے اللہ عزوجل کی جانب سے قیامت کے دن وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ ہی کی

Marfat.com

طرف توجہ کیے رہو اور آپ ﷺ ہی کی شفاعت کے طلبگار رہو۔ اللہ عزوجل نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ......﴾

[النساء: ٦٤]

''اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور مغفرت کے طلبگار ہوں اور اگر آپ ﷺ اُن کے لیے دعا فرمائیں تو آپ ﷺ اللہ عزوجل کو توبہ کو شرفِ قبولیت بخشنے والا پائیں گے۔''

حضرت امام مالکؒ سے ایوب سختیانی کی بابت پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا: جتنے لوگوں سے بھی میں حدیث روایت کرتا ہوں ان میں ایوب سختیانی کو سب سے افضل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے دو حج کیے اور ایک خاص بات یہ کہ جب میں بھی نے اُن کے سامنے کسی کو نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک کرتے سنا تو وہ اتنی گریہ وزاری کرتے ہیں کہ مجھے اُن کی حالت پر رحم آنے لگتا ہے۔

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اُنہیں نبی کریم ﷺ کی اس قدر تعظیم وتوقیر کرتے دیکھا تو میں نے ان سے حدیث کی روایت لکھی۔

امام مالکؒ نبی کریم ﷺ کا ذکر فرماتے تو رنگت متغیر ہو جاتی:

مصعب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ جب نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک فرماتے یا سنتے تو ان کی رنگت بدل جاتی اور ادب کے مارے مؤدب کھڑے ہو جاتے۔ ان کی یہ کیفیت بعض حضرات پر بہت شاق گزرتی اور انہوں نے ایک دن امام مالکؒ سے اس کی وجہ پوچھی، کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ امام مالکؒ نے بیان کیا: تمہیں وہ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ اگر تمہیں بھی وہ چشم بینا میسر ہوتی تو جو کچھ میں نبی کریم ﷺ کا نام گرامی سننے کے بعد کرتا ہوں تمہیں اس حالت پر اعتراض کی جرأت ہی نہ ہوتی۔

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ میں جب محمد بن المنکدر جو کہ اپنے زمانے کے شیخ القراء میں سے سمجھے جاتے تھے، اُن کو دیکھتا کہ ہم میں سے جب کوئی اُن سے حدیث نبوی (ﷺ) کے بارے میں پوچھتا تو وہ اتنے روتے کہ ہمیں اُن پر رحم آنے لگتا۔

Marfat.com

امام جعفر صادقؒ کی بابت بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت ہنس مکھ اور خوش اخلاق تھے لیکن جب ان کی مجلس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آتا تو امام صاحبؒ کی رنگت زرد پڑ جاتی۔ امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ امام جعفر صادقؒ نے کبھی بغیر وضو کے حدیث مبارکہ بیان کی ہے۔ میری اُن سے طویل نشستیں رہی ہیں لیکن میں نے ان کے معمولات میں ذرا سا بھی فرق آتے نہیں دیکھا۔ میرے مشاہدے میں اُن کے جو معمولات آئے وہ تین تھے ان معمولات کے علاوہ میں نے تو انہیں کسی عمل میں مصروف کار نہیں دیکھا۔

① جب بھی دیکھا یا تو نماز میں مصروف پایا' ② یا تلاوت قرآن کرتے دیکھا' ③ اور اگر ان دونوں اُمور میں مصروف نہیں تو پھر خاموش دیکھا (یعنی قلب میں ذکر الٰہی کرتے ہوتے) وہ کبھی بھی لغو اور بے مقصد گفتگو نہ کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ان شخصیتوں میں سے تھے جو اپنے دِل میں اللہ عزوجل کا بے پناہ خوف رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم جب نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک کرتے تو اُن کی یہ حالت ہو جاتی جیسے اُن کے چہرہ سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو یعنی اُن کے چہرہ کی رنگت زرد پڑ جاتی اور رعب و ہیبت نبوی (ﷺ) کی وجہ سے اُن کا مُنہ خشک ہو جاتا اور اُن کی زبان پہ کانٹے چبھنے لگتے۔

بیان کرتے ہیں کہ میں عامر بن عبداللہ بن زبیر کے ہاں کافی آیا جایا کرتا تھا' اُن کا تو یہ حال تھا کہ جب اُن کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ رو پڑتے' یہاں تک کہ اُن کی آنکھوں میں آنسو خشک ہو جاتے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے زہری کو دیکھا کہ وہ نہایت نرم طبیعت اور ہمدردی رکھنے والے شخص تھے لیکن جب اُن کے روبرو نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا جاتا تو وہ ایسے ہو جاتے گویا کہ نہ تو انہوں نے کسی کو دیکھا اور نہ ہی کوئی انہیں دیکھ رہا ہے۔ (یعنی ایسی بے خودی اُن پر طاری ہو جاتی کہ دُنیا و مافیہا کا ہوش ہی نہ رہتا)۔

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن سلیم کے ہاں بھی کافی آتا جاتا تھا۔ جب اُن کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک کیا جاتا تو وہ اس قدر رونا شروع کر دیتے کہ دیکھنے والے لوگ گھبرا جاتے اور اُنہیں اسی حالت میں چھوڑ کر چل دیتے۔

Marfat.com

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے تو رونے چلانے لگے اور سخت مضطرب ہو جاتے۔ جب کافی زیادہ تعداد میں طالبان کا حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں آنا جانا شروع ہو گیا تو لوگوں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ کسی کو کو مستملی (یعنی آگے بلند آواز سے پکارنے والا) بنالیں۔ امام مالکؒ نے جواباً کہا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ...... (۲)﴾

[الحجرات: ۲]

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ (ہی) اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔''

یعنی میں تو اللہ عزوجل کے اس قول کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی مسجد مبارک میں کسی بھی صورت میں آواز کو بلند نہ ہونے دوں گا۔

امام ابن سیرینؒ کا حال تو یہ تھا کہ وہ اکثر اوقات مسکراتے رہتے اور شگفتہ لہجے میں گفتگو فرماتے لیکن جیسے ہی اُن کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر ہوتا تو فوراً اپنی عاجزی وفروتنی کا اظہار کرنے لگتے۔

حدیث نبوی (ﷺ) کی سماعت کے وقت مکمل خاموشی:

عبدالرحمٰن بن مہدی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب حدیث پڑھا کرتے تھے تو حاضرین سے مکمل سکوت اختیار کرنے کا کہتے اور فرماتے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ...... (۲)﴾

[الحجرات: ۲]

''اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو۔''

فرماتے ہیں کہ بعینہٖ یہی معاملہ نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کو بیان کرتے وقت بھی

Marfat.com

رکھنا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ خود آپ ﷺ سے آپ ﷺ کا کلام (روبرو) سنتے وقت لازم تھا۔

فصل : ۳

سیرۃِ سلف اور روایتِ حدیث کے وقت اسلاف رحمۃ اللہ علیہم کا طریق کار

فقیہ الامت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حدیث بیان کرنے میں احتیاط:

۱۲۶۹...... حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں تقریباً ایک سال کے قریب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا لیکن میں نے انہیں ایک دن بھی کوئی حدیث بیان کرتے نہ سنا۔ ایک روز انہوں نے حدیث بیان کرنے کے لیے "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور چہرہ پسینے سے شرابور ہوگیا۔ اس حدیث کو سنانے کے بعد آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ ایسا ہی ہے یا اس سے کم وبیش قریب قریب تو ضرور ہے۔ ایک روایت کے مطابق جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب حدیث روایت کرتے تو اُس وقت اُن کے گلے کی رگیں پھول جاتیں، آنکھیں اشک آلود ہو جاتیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ بن قریم انصاری قاضیٔ مدینہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالک حضرت ابو حازم کے مکان کے سامنے سے گزرے تو وہ حدیث کا درس دے رہے تھے۔ آپ وہیں بغیر رکے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ اپنی عادت کے برعکس اُن کے مکان کے سامنے سے گزرے اور اُن سے ملاقات بھی نہیں کی۔ فرمایا: اس وقت وہ حدیث کا درس دینے میں منہمک تھے۔ اُن کے مکان میں بیٹھنے کے لیے بالکل جگہ نہ تھی اور مجھے یہ بات بالکل پسند نہ آئی کہ اسی طرح کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کو سنوں۔

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب سعید بن مسیب کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہو کر ایک حدیث مبارکہ کے متعلق پوچھا۔ ابن مسیب اس وقت ٹیک لگا کر آرام فرما رہے تھے۔ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے پھر الفاظِ حدیث بیان کرنا شروع کیے۔ اُس شخص نے کہا: میں (معذرت خواہ ہوں کہ میں) نے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر ڈالا۔ آپ لیٹے لیٹے ہی حدیث کے الفاظ بیان کر دیتے۔ ابن میسّب نے جواب دیا: مجھے یہ بات سخت ناگوار ہے کہ لیٹے لیٹے ہی نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرنا شروع کر دوں۔

محمد ابن سیرین کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اکثر شگفتہ طبیعت رہا کرتے تھے لیکن جس وقت اُن کی مجلس میں کوئی حدیث بیان کی جاتی تو ابن سیرین کی حالت متغیر ہو جاتی اور وہ عجز و انکسار کی مکمل تصویر بن جاتے۔

ابو مصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ کا یہ معمول تھا کہ وہ حدیثِ نبوی (ﷺ) بیان کرنے سے پہلے وضو کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق دوسرے احباب نے لکھا ہے کہ نہ صرف وضو کرتے تھے بلکہ عمدہ لباس پہن کر مؤدب بیٹھ کر حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ جب امام صاحبؒ سے اس قدر التزام کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: نبی کریم ﷺ کے کلام کی تعظیم وتوقیر تو اس سے بھی زیادہ کرنی چاہیے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ درسِ حدیث دینے سے قبل بہترین لباس پہنتے:

امام مالکؒ کی یہ عادت تھی کہ جب لوگ آپ کے پاس آتے تو آپ کے مجلس میں تشریف فرما ہونے سے قبل آپ کی باندی لوگوں سے پوچھتی کہ آپ حضرات حدیث کی سماعت کرنے آئے ہیں یا مسائل دریافت کرنے؟ اگر لوگ مسائل دریافت کرنے کے لیے آئے ہوتے تو فوراً باہر تشریف لے آتے لیکن اگر سامعین حدیث کی سماعت کرنے آئے ہوتے تو پہلے غسل فرماتے' عمدہ لباس زیب تن کرتے' خوشبو لگاتے' سر پر عمامہ باندھتے' (اپنے رواج کے مطابق کندھوں پر) چادر اوڑھتے اور اس کے بعد مجلس میں تشریف لاتے اور اس وقت آپ کی حالت بالکل ایسے ہوتی جیسے کوئی شخص عجز و انکسار کا مجسمہ ہو۔ جتنی دیر آپ حدیث مبارکہ بیان کرتے رہتے آپ کے قریب ہی عود (ایک قسم ہی خوشبو) سلگتی رہتی۔

بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت آپ تخت پر تشریف فرما ہو جاتے۔

Marfat.com

ابن ابی ادریس بیان کرتے ہیں کہ جب امام صاحبؒ سے اُن کے اس طرزِ عمل کی وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ حدیث بیان کرتے وقت یہ احتیاطیں کی جائیں اور میں خود بھی ان پر سختی سے عمل پیرا ہوتا ہوں۔ (جو احتیاطیں بیان کی وجہ درج ذیل ہیں) :

① نبی کریم ﷺ کی عزت وتوقیر برقرار رکھی جائے۔

② حدیث بیان کرنے سے قبل وضو کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

③ مجھے یہ بات بھی سخت ناپسند ہے کہ حدیث کو کھڑے کھڑے، جلدی میں یا راستہ میں سر راہ چلتے چلتے ہی (لاپروائی کی حالت میں) بیان کر دیا جائے۔

④ حدیث کو خوب احتیاط اور آسانی سے سمجھایا جائے تاکہ لوگوں کی سمجھ میں اس حدیث کا مفہوم آ جائے۔

ضرار بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ محدثینؒ کے نزدیک بغیر وضو کے حدیث بیان کرنا مکروہ ہے۔ بعینہٖ قتادہ سے بھی نقل کیا جاتا ہے۔

اَعمش کا یہ معمول تھا کہ وہ حدیث بیان کرتے وقت اگر وضو نہ کر سکتے تو تیمم کر لیا کرتے تھے لیکن حضرت قتادہ کی تو کچھ اس معاملے میں ایسی عادت تھی کہ اگر بے وضو ہوتے تو حدیث بیان ہی نہیں کرتے تھے۔

امام مالکؒ کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اہمیت:

عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ امام مالکؒ حدیث کا درس ارشاد فرما رہے تھے۔ اسی دوران (تقریباً) سولہ مرتبہ اُن کو بچھو نے کاٹا لیکن آپ نے حدیث بیان کرنا جاری رکھا۔ اسی دوران جب بچھو ڈنگ مارتا تو اس تکلیف کی وجہ سے آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا لیکن اپنے ظاہری طرزِ عمل میں تو ذرا بھی تبدیلی نہ ہونے دی۔ جب آپؒ درس سے فراغت پا چکے تو ابن مبارک نے دریافت کیا: حضرتؒ میں نے آج درس کے دوران آپ کی جو حالت دیکھی وہ اس سے قبل تو کبھی نہ دیکھی تھی؟ اس پوچھنے پر بیان کیا کہ دورانِ درس کیا مسئلہ پیش آ گیا تھا اور کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کی اہمیت اور عظمت نے مجھے اس بات پر اُبھارا کہ میں صبر سے تکلیف برداشت کرتا رہوں لیکن حدیثِ مبارکہ بیان کرنے سے نہ رکوں۔

Marfat.com

ابن مہدیؔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں امام مالکؒ کے ہمراہ مقام عقیق کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں مَیں نے اُن سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے بڑی درشتی سے ڈانٹ دیا (اگرچہ عام حالات میں وہ بڑے نرم مزاج تھے) اور کہنے لگے: تم میرے نزدیک ایسی عامی حرکت کرنے کے لحاظ سے کافی بلند درجے پر تھے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ مجھ سے اس حالت میں پوچھو کہ ہم چل رہے ہوں اور سرِ راہ حدیث کی بابت پوچھنے لگو۔

ایک مرتبہ جریر بن عبدالحمید قاضی نے امام مالکؒ سے اس حالت میں حدیث کے متعلق دریافت کیا کہ امامؒ کھڑے ہوئے تھے۔ آپؒ نے فوراً انہیں قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ لوگوں نے کہا: حضرت یہ تو قاضی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا: قاضی کو ادب سکھانا (تو دوسروں کی نسبت) زیادہ ضروری اَمر ہے۔

ہشام بن غازی نے ایک مرتبہ امام مالکؒ سے حدیث کے متعلق پوچھا' اُس وقت امام صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ آپؒ نے اسی وقت اُن کو بیس درّے لگوائے لیکن بعد میں (اُن کا جذبہ صادقہ دیکھ کر) اُن پر ترحم فرمایا اور انہیں بیس احادیث سنائیں۔ ہشام نے اس وقت عرض کیا: کاش آپ میرے زیادہ درّے لگوا دیتے تا کہ مجھے زیادہ احادیث سننے کو موقع ملتا۔ (سبحان اللہ! قربان جایئے ایسی ہستیوں کے جو حدیثِ نبوی سننے کی خاطر کوڑوں تک کو خاطر میں نہیں لاتے تھے' مترجم)۔

حضرت لیثؒ اور امام مالکؒ کا یہ معمول تھا کہ یہ حضرات بغیر وضو کے تو حدیث کی کتابت بھی نہیں کیا کرتے تھے اور قتادہؒ بے وضو نہ تو حدیث کی کتابت کرتے' نہ ہی پڑھتے اور نہ ہی سنایا کرتے تھے۔ جناب اعمش اگر حدیث سنانے کے دوران بے وضو ہو جاتے تو فوراً تیمّم کر لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

فصل : ٤

نبی کریم ﷺ کی توقیر و تعظیم کے ساتھ آل و ذرّیت رضی اللہ عنہم، امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تعظیم بھی لازم ہے اور اِس بارے میں سلف رحمۃ اللہ علیہم کا عمل

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾﴾ [الأحزاب: ۳۳]

''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دُور کردے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ......﴾ [الأحزاب: ٦]

''اور پیغمبر (ﷺ) کی بیویاں (رضی اللہ عنہن) مومنوں کی مائیں ہیں۔''

۱۲۷۰...... زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

ہم نے زید رضی اللہ عنہ سے اہل بیت کے متعلق پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: آلِ علی، آل جعفر، آلِ عقیل اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم۔ (مسلم)

۱۲۷۱...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اب یہ غور کرنا تمہارا کام ہے کہ میرے تمہارا اِن دونوں چیزوں کی بابت سلوک کیا رنگ اختیار کرتا ہے۔ (مسلم و ترمذی)

۱۲۷۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل بیت نبوت کی پہچان، دوزخ کے عذاب

Marfat.com

سے نجات اور آلِ نبی سے محبت و پیار پل صراط پر آسانی سے گزرنے میں ممد و معاون اور اور اہل بیت کو پہچاننا عذاب الٰہی سے حفاظت کے اسباب میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آلِ نبی کی قدر و منزلت کی پہچان نبی اکرم ﷺ کی معرفت اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ اب اگر کسی شخص نے اس نسبت کو جو اہل بیت کو نبی کریم ﷺ کی ذات سے ہے اُس کا ادراک حاصل کر لیا تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ محبت نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہی ہے۔

۱۲۷۳...... حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾ [الأحزاب: ٣٣]

''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دُور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''

نازل ہوئی اُس وقت نبی کریم ﷺ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر موجود تھے۔ آپ ﷺ نے اُسی وقت سیّدہ فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اُنہیں اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کمر مبارک کے پیچھے سے بلا کر اپنے کمبل میں ڈھانپ کر ارشاد فرمایا: اے میرے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے نجاست کو دُور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک و صاف کر ڈال۔ (ترمذی)

۱۲۷۴...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ کا نزول ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر ارشاد فرمایا: اے میرے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم)

۱۲۷۵...... نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: میں جس کا آقا ہوں، علی بھی اُس کے آقا ہیں۔ اے میرے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اُسے تو بھی دوست رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد رکھے اُس سے تو بھی بغض و عناد رکھ۔

۱۲۷۶...... حضرت علی ہی کے بارے میں ارشادِ نبوی (ﷺ) ہے: تم سے مومن محبت رکھے گا اور جو منافق ہو گا وہ تم سے بغض رکھے گا۔ (مسلم)

Marfat.com

۱۲۷۷...... نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' کسی شخص کے دِل میں ایمان کا نور اُس وقت تک جگہ گا نہیں سکتا جب تک کہ اللہ و رسول (ﷺ) کے لیے تم سے محبت نہ رکھے۔ جس شخص نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی' اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور کسی شخص کا چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ (ترمذی)

۱۲۷۸...... نبی کریم ﷺ نے ایک روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: کل اپنے بچوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لائیے۔ آپ ﷺ نے اُن سب کو اکٹھا کر کے سب کو اپنی چادر میں سمیٹ لیا اور ارشاد فرمایا: یہ میرے چچا ہیں بمنزلہ باپ کے اور یہ میرے اہل بیت ہیں' (اے اللہ!) انہیں آگ سے اسی طرح بچائے رکھنا جس طرح میں نے انہیں اس وقت سمیٹ رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے جب یہ دعا فرمائی تو مکان کے در و دیوار تک سے آواز آئی' آمین' آمین۔

۱۲۷۹...... نبی کریم ﷺ اکثر حضرت اُسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرماتے: اے اللہ! میں ان دونوں کو (بے حد) عزیز رکھتا ہوں' تو بھی انہیں عزیز رکھنا'۔ (بخاری)

۱۲۸۰ تا ۱۲۸۲...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی عزت و احترام کیا جاتا ہے بعینہٖ اہل بیت کے لیے بھی طریقہ اختیار کرو اور نبی کریم ﷺ کی (قرابت) کی وجہ سے اُن کے احترام کو برقرار رکھو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اپنے عزیزوں کی نسبت قرابت نبوی (ﷺ) والے اشخاص سے زیادہ صلہ رحمی کروں گا۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ)

۱۲۸۳...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو عزیز رکھے اللہ اس کو دوست رکھے اور جو ان کے والدین کو دوست رکھے گا وہ روزِ قیامت میرے ساتھ میرے والے درجہ میں ہوگا۔

۱۲۸۴...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص قریش کی اہانت کرے' اللہ عز و جل اُس کی اہانت کرے۔ (احمد)

Marfat.com

۱۲۸۵...... قریش کو اپنے معاملات میں آگے کیا کرنا، کہیں خود ہی اُن سے آگے نہ بڑھنے میں لگے رہنا۔

۱۲۸۶...... نبی کریم ﷺ نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے ایذا نہ پہنچایا کرو۔ (بخاری و مسلم)

۱۲۸۷...... حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر سوار کئے ہوئے ہیں اور فرما رہے تھے: میرے باپ آپ پر قربان، اُن (حسن رضی اللہ عنہ) کی مشابہت تو علی رضی اللہ عنہ کی نسبت نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب ہی کھڑے مسکرا رہے تھے۔ (بخاری)

۱۲۸۸...... حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین سے مروی ہے کہ میں ایک کام کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: جب آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہو تو میری طرف کسی (ایلچی) کو بھیجا کیجئے یا خط لکھ کر آگاہ کر دیا کیجئے۔ بے شک مجھے اللہ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

۱۲۸۹...... شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت نے اپنی والدہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اُس کے بعد اُن کے قریب خچر لایا گیا کہ وہ اس پر سوار ہوں۔ اتنے

---

[۱] سبحان اللہ! آج ہم مسلمانوں کا اغیار کی عیاریوں اور چالاکیوں کی بناء پر یہ حال ہو چلا ہے کہ ایسی روایت جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آپس میں پیار بھری باتیں، شگفتہ چہروں، آپسی تعلقات، ایک دوسرے کے بچوں کو گودوں میں اُٹھا کر کھلانا، آپسی شادیاں، مشاورت، انہام و تفہیم سے ایک دوسرے کو آگے کرنے جیسی باتیں چاہے صحیحین ہی میں مروی ہوں یا جلیل القدر، ثقہ ترین صحابہ سے مروی ہوں، اُن پہ سے ایسے سرسری گزر جاتے ہیں جیسے شاید یہ روایت صحیح بھی ہوں یا نہ ہوں اور اگر اختلاف والی کوئی بات کانوں میں پڑ جائے، اُس روایت کا تو حوالہ پوچھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ واللہ! ان حضرات کے متعلق ذرا سی تحقیق کیجئے، اُن کے درمیان کس قدر محبت و الفت تھی یہ بات یقین جانئے فقط چند دنوں ہی میں آپ پر بڑی ہی آسانی سے آشکارا ہو جائے گی اور ان کی آپسی چپقلش جو دُنیادار فرقوں نے محض پیٹ کے دھندے کی خاطر پھیلا رکھی ہے منٹوں میں گرد کی طرح بیٹھ جائے گی۔ شرط صرف یہ ہے کہ مطالعہ کھلے دِل سے کیجئے۔ (مترجم)

Marfat.com

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور انہوں نے خچر کی رکاب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد! رکاب چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے کہا: ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی حسن سلوک کیا کرتے ہیں۔ تب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور کہا کہ ہمیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ یہی برتاؤ کریں۔

۱۲۹۰...... ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو کہا: کاش یہ میرا غلام ہوتا' انہیں بتایا گیا کہ یہ محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ تب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سر جھکا لیا اور اپنے ہاتھوں سے زمین ٹٹولنے لگے اور کہنے لگے: اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے تو ان سے بہت محبت کا اظہار فرماتے۔ (بخاری)

۱۲۹۱...... اوزاعیؒ نے کہا کہ ایک دن اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بیٹی اپنے غلام کے ہمراہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاں گئی۔ اُن کی بیٹی نے اس غلام کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ آپؒ اُس بچی کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ پہ کپڑا لپیٹ کر (تاکہ لوگوں کو اُس کی عزت وتکریم کا خصوصی اندازہ ہو جائے) اُس بچی کا ہاتھ تھاما اور پھر اُسے اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھلایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے اور وہ بچی جو حاجت لے کر آئی تھی وہ پوری کر دی۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تقویٰ کے آخری کونے پر:

۱۲۹۲...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار اور اُسامہ کا تین ہزار پانچ سو ماہوار مقرر کیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے والد محترم) سے عرض کیا: اُسامہ نے کس جنگ میں مجھ سے سبقت کی ہے؟ (اگر نہیں کی) تو پھر ان کے وظیفہ میں (میری نسبت) اضافے کی وجہ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اُن کے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو قدر و منزلت حاصل تھی وہ تیرے باپ سے زیادہ تھی اور وہ تیرے باپ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے اور ایسے ہی اُسامہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ (اب سمجھ آئی) کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب (اسامہ رضی اللہ عنہ) کو اپنے محبوب (عبداللہ رضی اللہ عنہ) پر ترجیح دی

Marfat.com

ہے۔(ترمذی)

۱۲۹۳...... امیر معاویہ کے علم میں یہ بات آئی کہ کابس بن ربیعہ نبی کریم ﷺ کے کافی مشابہ ہیں۔ ایک دن کابس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کا کھڑے ہوکر اور آگے بڑھ کر اُن کا پرتپاک استقبال کیا اور ان کو اپنے تخت پر جگہ دی اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور نبی کریم ﷺ کی مشابہت کی وجہ سے مرغاب کی زمین انہیں عنایت کی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوڑے لگوانے والے کو محض قرابت نبوی (ﷺ) کی وجہ سے معاف کردیا:

۱۲۹۴...... جعفر بن سلیمان (گورنر مدینہ) نے کسی بات پر خفاء ہوکر امام مالکؒ کو کوڑے رسید کئے' یہاں تک کہ امامؒ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگ انہیں اٹھا کر گھر لائے۔ جب امام صاحبؒ ہوش میں آئے تو فرمایا: میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے مارنے والے کو معاف کردیا۔ لوگوں نے بعد میں دریافت کیا: حضرت! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ امام مالکؒ نے فرمایا: مجھے اس بات سے خوف ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے حشر کے روز اس حالت میں ملوں کہ اُن کی آل میں سے ایک فرد میری وجہ سے دوزخ میں جائے' اس بات سے مجھے بے حد ندامت محسوس ہوئی۔

۱۲۹۵...... کہا جاتا ہے کہ جعفر کی اس حرکت پر خلیفہ منصور نے امام مالک کو قصاص دلانا چاہا تو امام صاحب نے جواباً فرمایا: اللہ کی پناہ! میں تو جیسے ہی یہ کوڑا مارنے کے لیے اٹھاتا تھا' اُسی لمحے قرابت نبوی (ﷺ) کی وجہ سے اس کو معاف کردیتا تھا۔

۱۲۹۶...... ابوبکر بن عیاش نے فرمایا: اگر میرے پاس کسی ضرورت سے حضرت ابوبکر' عمر وعلی رضی اللہ عنہم تشریف لائیں تو میں اِن حضرات میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باقی دونوں (رضی اللہ عنہما) پر فوقیت دوں گا اور اگر مجھے آسمان سے زمین پر بھی پٹخا دیا جاتا تب بھی میں علی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں حضرات پر فوقیت نہ دیتا (لیکن چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی قرابت داری ہے اس لیے ایسا کہا۔)

۱۲۹۷...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی

Marfat.com

زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے متعلق بتایا تو آپ رضی اللہ عنہما فوراً سجدہ میں گر گئے۔ لوگوں نے ایسے وقت سجدہ کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو اور زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑھ کر اور کیا نشانی ہو سکتی ہے؟

(ابوداؤد' ترمذی)

۱۲۹۸...... حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی امّ ایمن کے ہاں حاضری دیا کرتے اور اپنی حاضری کی وجہ یہ بتایا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی امّ ایمنؓ سے ملاقات کی خاطر تشریف لے جاتے۔ (مسلم)

۱۲۹۹...... حلیمہ سعدیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو تشریف لاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لیے فوراً اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بھی وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتیں تو یہ دونوں حضرات بھی ایسے ہی پیش آتے اور ان کی ضروریات پوری فرما دیا کرتے۔

فصل : ۵

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی اور خیر خواہی یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی عزت افزائی اور خیر خواہی کو پسند کیا جائے۔ ان کے حق کی پہچان کی جائے' ان کی تعریف کی جائے' ان کے لیے استغفار طلب کی جائے اور اُن کے درمیان جو اختلافات ہوئے' اُن سے پہلو تہی کی جائے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ مؤرخین' جاہل راویوں' گمراہ فرقوں اور ان بدعتیوں کی طرف بالکل توجہ مبذول نہ کی جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرتے ہیں اور فقط ان ہی باتوں کو نقل کرتے پھرتے ہیں جو ان کے جھگڑوں میں اُن سے ہوئیں۔ ان باتوں کی کوئی اچھی سی تاویل کر لینا بہتر ہے اور ان کے لیے اچھی اور بہتر راہ تلاش کرنی چاہیے کیونکہ وہ اسی لائق ہیں کہ ان میں سے کسی کو برائی سے یاد نہ کیا جائے' نہ ہی کسی کی عیب جوئی کی جائے بلکہ ان کی نیکیوں اور اچھی عادات کو یاد کیا جائے اور دوسری باتوں پہ خاموشی اختیار کی جائے۔

---

[۱] مصنفؒ نے یہاں صرف فصل کا لفظ لکھا ہے۔ مذکورہ عنوان مترجم کی جانب سے اضافہ ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

۱۳۰۰...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے تو اپنی زبانوں کو (برائی سے) روکے رکھو۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ......﴾ (۲۹) [الفتح:۲۹]

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں' آپس میں رحم دِل ہیں' تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں' ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے' ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے' مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے' ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ......﴾ (۱۰۰) [التوبہ:۱۰۰]

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں' اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ......﴾ (۱۸)

[الفتح:۱۸]

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دِلوں میں جو تھا اسے اُس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل

Marfat.com

فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

ایک اور موقع پر اللہ عزوجل نے اُن کی عہد کی پاسداری کے متعلق فرمایا:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى ...﴾

[الأحزاب: ۲۳]

''جنہوں نے جو عہد اللہ عزوجل سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا' بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی وفات کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنے کا کہنا:

۱۳۰۱...... حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ (ترمذی' ابن ماجہ' احمد)

۱۳۰۲...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں' ان میں سے جس کی بھی آپ پیروی کریں گے ہدایت یافتہ ہوں گے۔[1]

۱۳۰۳...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کھانے میں نمک اور کھانا بغیر نمک کے کبھی درست اور مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

۱۳۰۴...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے

[1] یہ حدیث من گھڑت اور بے بنیاد ہے' اس کو ابن عبدالبرؒ نے ''جامع العلم'' میں اور ابن حزمؒ نے الاحکام میں سلام بن سلیم کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمیں حارث بن غصین نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے' اس نے ابوسفیان سے' اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا۔ ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کی سند کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ حدیث قابل حجت نہیں' اس لیے کہ حارث بن غصین مجہول راوی ہیں۔ علامہ شعرانیؒ نے اپنی تالیف ''المیزان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ اس حدیث پر اگرچہ محدثینؒ نے گفتگو کی ہے لیکن یہ حدیث اربابِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ لیکن علامہ شعرانیؒ کا یہ قول ہرگز لائق تحسین نہیں کیونکہ محدثینؒ کے ہاں احادیث کو پرکھنے کا یہ پیمانہ ہرگز نہیں۔ احادیث کی صحت کی بابت اگر مزید تفصیل اور اس کا طریقہ کار جاننے کی خواہش ہو تو ''مکتبۃ العلم'' ہی کی شائع کردہ کتاب ''حجیت حدیث'' از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا مطالعہ از حد مفید رہے گا۔ (حافظ)

Marfat.com

ڈرتے رہو اور میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنا ڈالنا۔ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی اُس نے میری وجہ سے محبت کی اور جس نے ان حضرات سے بغض وعناد رکھا اُس نے میری ذات سے عداوت کی وجہ سے انہیں وجہ عناد بنایا۔ جس نے صحابہ کو ایذاء پہنچائی اُس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف میں مبتلا کیا (یادرکھو!) اُس نے اللہ رب العالمین کو ایذاء پہنچائی۔ اللہ عزوجل کو ایذاء دینے والا بہت جلد اس کی پکڑ میں آ جائے گا۔

۱۳۰۵...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی نہ کیا کرو اور نہ ہی انہیں ملامت کیا کرو۔ تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو بھی وہ اس اجر کو نہیں پا سکتا جتنا کہ میرے صحابی ایک رطل (ایک پیمانہ ہے' تقریباً چار ماشے) یا اس کے آدھے کو بھی راہ خدا میں دینے سے حاصل کر چکے۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۰۶...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اُس پر اللہ عزوجل' ملائکہ اور جمیع انسانوں کی طرف سے لعنت برستی ہے اور ایسے بدبخت کے فرائض و نوافل بھی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوں گے۔

۱۳۰۷...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے تو خاموشی سے سنو۔

۱۳۰۸...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام انسانوں پر ماسوا انبیاء و مرسلین کے فوقیت و برتری حاصل ہے اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چار کو تو فقط میرے ہی واسطے پسند کر لیا گیا ہے۔ (یعنی) ابوبکر' عمر' عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔ حالانکہ میرے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اچھائی میں کسی سے کم نہیں۔

۱۳۰۹...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے بغض وعناد روا رکھا گویا کہ وہ میرا باغی ہوا۔

۱۳۱۰...... حضرت مالک بن انس وغیرہ نے فرمایا: جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد رکھا اور ان کے حق میں گالم گلوچ کی' ایسے شخص کا مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل آیات بھی ہیں:

Marfat.com

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ......﴾ [الحشر ٦ تا ١٠]

''اوران کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قربت والوں کا اور یتیموں' مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب (دینے) والا ہے۔ (فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔ اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال' اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

۱۳۱۱...... امام مالکؒ نے ہی فرمایا: جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم پہ غصہ آئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

Marfat.com

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ...... ﴿۲۹﴾ [الفتح:۲۹]

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دِل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

۱۶۱۲......حضرت عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ جس میں یہ دو خصلتیں ہوں گی وہ نجات حاصل کر پائے گا:

① صدق: یعنی سچ بولنا

② حبّ اصحابِ محمد: نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت۔

۱۶۱۳......ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی، اُس کے متعلق بغیر کسی شک وشبہ کے، دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا اس پر راہ حق واضح ہو جاتی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والا اللہ کے نور سے روشنی حاصل کرنے والا بن جاتا ہے اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے ایک نہایت مضبوط کڑے کو تھام لیا اور جس نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی وہ نفاق سے پاک وصاف ہو گیا اور جو ان میں سے کسی ایک کا عیب بیان کرے وہ بدعتی اور سنت اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی مخالفت کرنے والا ہے اور مجھے تو یہاں تک اندیشہ لاحق ہے کہ اس کا کوئی نیک عمل آسمان تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا جب تک کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دِلی دوست نہ بنا لے اور اس کو قلبِ سلیم میسر نہ آ جائے۔

۱۶۱۴......حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں، تم اس بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے

Marfat.com

لوگو! میں عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمٰن بن عوف، ابی عبیدہ سے راضی ہوں تم بھی انہیں پہچان لو۔

اے لوگو! اللہ عزوجل نے اہلِ بدر اور اہلِ حدیبیہ کو بخشش دیا۔

اے لوگو! میری وجہ سے میرے صحابہ، میرے سسرالی رشتہ داروں اور دامادوں کی عزتوں کا پاس رکھنا۔ کہیں یہ نہ ہو جائے کہ ان (پاکباز ہستیوں) میں سے کل روزِ قیامت کوئی تم سے اپنے پہ روا رکھے گئے ظلم کے بدلے کا مطالبہ کرے کیونکہ یہ تو ایسا ظلم ہوا جس کی قیامت کے دن بخشش ہی نہ ہوگی۔

۱۳۱۵...... ایک شخص نے جناب معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا موازنہ؟ یہ سن کر جناب معافی کو غصہ آ گیا اور آپ نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موازنہ بعد میں آنے والوں سے ہرگز نہ کیا کرو۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت دیگر پر حاصل ہے وہ دوسروں کو ہرگز نہیں۔ حضرت معاویہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سسرالی، کاتب وحی اور وحی الٰہی کے امین تھے۔

۱۳۱۶...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان سے عداوت اور دشمنی کی وجہ سے اللہ بھی اس سے ناراض ہے۔ (ترمذی)

۱۳۱۷...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار (کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا) کے متعلق فرمایا: تم ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر کیا کرو اور ان کی اچھائیوں کو قبول کیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۱۸...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اور میرے سسرالی رشتہ داروں کے بارے میں میرے نصائح پر عمل پیرا رہنا اور میرے فرمودات کی حفاظت کرنا۔ جس نے ان حضرات کے بارے میں میری باتیں یاد رکھیں وہ دُنیا و آخرت میں محفوظ و مامون رہے گا لیکن جس نے میری نصیحتوں پر عمل نہ کیا، (یاد رکھو!) وہ اللہ عزوجل کی امان سے باہر ہے اور جو ان کی امان سے نکلے گا وہ اس کی پکڑ میں بہت جلد آ جائے گا۔

Marfat.com

۱۳۱۹...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے کہنے کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت وتوقیر کی روزِ قیامت وہ میری حفاظت میں ہوگا۔

۱۳۲۰...... اور ارشاد فرمایا: جس نے ان حضرات کی عزت اور تکریم نہ کی وہ میرے پاس روزِ قیامت حوضِ کوثر پر نہ آسکے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ مجھ سے اس قدر دُور ہو جائے گا کہ مجھ دیکھ بھی نہ پائے گا۔

۱۳۲۱...... امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ معلم الاخلاق ہیں۔ نبی کریم ﷺ ہی کے واسطے اللہ عزوجل نے ہمیں ہدایت کی توفیق بخشی۔ آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا۔ آپ ﷺ نصف شب کو جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے (مسلم) اور اہلِ بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرماتے بالکل ایسے جیسے کوئی انہیں رخصت کر رہا ہو۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی اللہ عزوجل نے یہ مقرر فرما دیا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان سے دوستی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ حکم فرمایا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھے گا اس سے (تمام مسلمانوں کو) دشمنی رکھنی چاہیے۔

۱۳۲۲...... حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحابِ کرام قیامت کے روز شفاعت کے حق سے بہرہ ور کیے جائیں گے۔

۱۳۲۳...... حضرت کعب نے مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ قیامت کے روز میری شفاعت کرنا۔

۱۳۲۴...... حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت نہیں رکھتا اور نبی کریم ﷺ کے احکامات کی عظمت واحترام نہیں کرتا وہ رسول پر ایمان نہیں رکھتا اور وہ مؤمن کامل نہیں کہلا سکتا۔

فصل: ٦

تبرکاتِ نبوی (ﷺ) کی عظمت

نبی کریم ﷺ کے اعزاز واکرام میں سے یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جس سے نبی کریم ﷺ کا

Marfat.com

تعلق ہو اس کی عزت کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کی مجالس' آپ ﷺ کے مکان' مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور دوسری وہ تمام جگہیں جہاں جہاں آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک لگایا ہو یا جو چیز نبی کریم ﷺ کی نسبت سے مشہور ہو اس کی عزت وتکریم کرنی چاہیے۔

۱۳۲۵...... صفیہ بنت نجدۃ بیان کرتی ہیں کہ جناب ابومحذورہ کے سر کے بال اس قدر لمبے تھے کہ اگر بیٹھے بیٹھے اُن کو کھولتے تو وہ زمین کو چھونے لگتے تھے۔ کسی نے اُن سے کہا: آپ ان کو کٹواتے کیوں نہیں؟ جواب دیا: ان کو کیسے منڈواؤں' ان کو ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے چھوا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک والی ٹوپی کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنی جانیں قربان کرنا:

۱۳۲۶...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی کریم ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ اتفاقاً وہ ٹوپی کسی جہاد میں گر گئی' اُس کو اُٹھانے کی خالد رضی اللہ عنہ نے سرتوڑ کوشش کی' اسی بھاگ دوڑ میں چند صحابہ نے جام شہادت بھی نوش کیا۔ بعد میں صحابہ کرام نے جب اس وجہ سے ان پر اعتراض کیا اور شکایتاً پوچھا تو کہنے لگے: اس ٹوپی کی بذاتہٖ کوئی ایسی اہمیت تو نہ تھی لیکن اس میں نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک لگے ہوئے تھے اور میں نے یہ ساری تگ و دو اپنی اس ٹوپی کی خاطر نہیں کی بلکہ ان موئے مبارک کی خاطر کی کہ کہیں یہ کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور میں ان کی برکت سے محروم ہو جاؤں۔

۱۳۲۷...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ مستقل عادت تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے منبر مبارک کے اُس مقام کو جہاں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اپنے ہاتھوں سے چھوتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر مل لیتے۔

۱۳۲۸...... امام مالکؒ اسی وجہ سے سوار ہو کر مدینہ میں نہیں آتے تھے کہ مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنی سواری سے پامال کروں جس میں نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں۔

۱۳۲۹...... بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بہت سے گھوڑے امام شافعیؒ کو (تحفتاً)

Marfat.com

دے دیئے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا: ان گھوڑوں میں سے ایک تو اپنے لیے رکھ چھوڑیئے۔ انہیں بھی یہی جواب ارشاد فرمایا۔

۱۳۳۰......ابوعبدالرحمٰن نے احمد بن فضلویہ زاہد سے جو اپنے زمانہ کے مشہور معروف تیر انداز تھے بیان کیا کہ میں نے اس کمان کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا جو نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں رہی ہے۔

۱۳۳۱......ایک شخص نے امام مالکؒ کے سامنے مدینہ کی سرزمین کو ردّی کہا تو امام مالکؒ نے اُس کو تیس درّے مارنے کا حکم ارشاد فرمایا اور حکم ارشاد فرمایا کہ اسے قید کر دیا جائے باوجود اس کے کہ وہ اپنی قوم کا معزز شخص تھا۔ آپ نے فرمایا حقیقتاً اس شخص کی گردن ماردینی چاہیے اس لیے کہ یہ (ملعون) اُس زمین کو ناپاک کہتا ہے جس میں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں۔

بدعتی اور اُن حواریوں پر اللہ اور ملائکہ کی لعنت:

۱۳۳۲......ایک صحیح حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مدینہ شریف میں بدعت جاری کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی' اُس پر اللہ اور اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ نہ اس کی فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفل۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۳۳......جہجاہ غفاری (بلوائی) نے نبی کریم ﷺ کا عصاء مبارک حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے گھٹنے سے ٹکرا کر توڑنا چاہا لیکن دیگر لوگوں نے شور مچا کر اُس کو اِس کام سے باز رکھا لیکن اُس کو اِس کی ایسی سزا ملی کہ محض یہ کوشش کرنے ہی کی وجہ سے اس کو بالکل اُسی جگہ گھٹنے پر ایک پھوڑا نکلا جو بڑھتے بڑھتے ناسور بن گیا۔ جس کی وجہ سے اُس کی ٹانگ کاٹنی پڑی اور وہ اسی سال جہنم واصل ہوا۔

۱۳۳۴......نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے منبر کے سائے میں کھڑے ہو کر جھوٹی قسم کھائی' اُسی چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۳۳۵......ابوالفضل جوہری جب مدینہ تشریف لائے اور شہری مکانات کے نزدیک پہنچے تو سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور آہ وزاری کرتے ہوئے درج ذیل اشعار پڑھتے

Marfat.com

ہوئے آگے چلنے لگے

ولما راینا رسم من لم یدغ لنا ☆ فوادا لعرفقان الرسوم ولا لبًا
نزلنا عن الاکواز نمشی کرامة ☆ لمن بان عنه ان نلم به رکبا

''جب ہم نے اس ہستی کے مقدس نشانات کو دیکھا جس نے نشانات کی معرفت کے لیے ہماری عقل وخرد تک کو نہ چھوڑا۔ لہٰذا ہم اس محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و احترام کی خاطر (اس شہر میں) اپنی سواریوں تک پہ بیٹھنا گوارا نہیں کرتے اور پیادہ چل رہے ہیں تا کہ سواری پر بیٹھ کر منزل سے جلد ہی دُور نہ چلے جائیں۔''

۱۳۳۶...... بعض طالبان کے بارے میں ارشاد ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے

رفع الحجاب لنا فلاح لناظر ☆ قمر تقطع دونه الاوهامُ
وإذا المطی بنا بلغن محمدًا ☆ فظهورهن علی الرجال حرَامُ
قربننا من خیر من وطیءَ الثری ☆ ولها علینا حرمة ودمام

''ہمارے لیے پردہ اٹھالیا گیا پھر دیکھنے والوں کے روبرو ایسا چمکتا دمکتا چاند کیا گیا کہ اس کے سامنے تمام اوہام کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جب ہماری سواریاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچتی ہیں تو پھر ان کی پیٹھ کجاوؤں ورسواروں کے لیے حرام ہیں۔ ان سواریوں نے ہمیں اُس ذات کا قرب بخشا جو زمین پر چلنے والی ہر مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ان سواریوں کی عزت واحترام کرنا (بھی) ہم پر لازم ہے۔''

بعض مشائخ کرام کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے پاپیادہ حج کیے۔ جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا: کیا بھاگا ہوا غلام اپنے مولیٰ کے گھر سوار ہو کر آ سکتا ہے؟ مجھ میں تو اگر سر کے بل بھی چل کر آنے کی سکت ہوتی تو یقین جانو میں تو چل کے ایک قدم بھی نہ اٹھاتا۔''

قاضی عیاضؒ (مصنف کتاب) بیان کرتے ہیں کہ جو مقام وحی وتنزیل سے آباد ہوا ہو وہ بے شک تعظیم واحترام کے قابل ہے۔ وہ جگہ جہاں حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام تشریف لائے ہوں جہاں سے روح الامین اور دیگر ملائکہ نے اوپر کی طرف پرواز کی ہو۔ جس کے

Marfat.com

میدانوں سے تسبیح وتقدیس کی صدائیں گونجتی رہی ہوں۔ جہاں سیّد الانبیاء ﷺ نے اپنی زندگی کا بیشتر وقت گزارا ہو یا جہاں سنت نبوی (ﷺ) اور اسلام کی تبلیغ واشاعت ہوئی ہو۔ وہ مساجد ومکان جہاں اللہ عزوجل کی وحدانیت اور اسلام کے درس دیئے گئے ہوں اور ان تمام چیزوں کے گواہ اس علاقے کے تمام درودیوار ہوں یا وہ مقام جہاں نبی کریم ﷺ نے قیام کیا' وہ منزلیں اور مقامات جہاں سے نبوت کے فیضان جاری وساری ہوئے اور نورِ رسالت نے تاریکی کو بقع نور کرڈالا۔ وہ مقام جس کو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے مدفن ہونے کی سعادت میسر آئی ہو۔ وہ جگہ جہاں نبی کریم ﷺ آج بھی مدفون ہیں۔

یا دار خیر المرسلین ومن به ☆ هدی الانام و خص بالآیات
عندی لاجلك لوعة و صبابة ☆ و تشوق متوقد الجمراتِ
و علی عهد إن ملأت محاجری ☆ من تلکم الجدران والعرصاتِ
لاعفرن مصون شیبی بینها ☆ من کثرة التقبیل والرشفاتِ
لولا العوادی' والاعادی زرتها ☆ ابدًا ولو سحبا علی الوجناتِ
لکن ساهدی من حفیل تحیتی ☆ لقطین تلك الدار والحجراتِ
ارکی من المسك المفتق نفحة ☆ تغشاه بالآصال والبکراتِ
و تخصه بزواکی الصلوات ☆ و نوامی التسلیم والبرکاتِ

اے نبی کریم ﷺ کے گھر اور آپ ﷺ سے منسوب چیزوں' جن سے لوگوں نے ہدایت حاصل کی اور جو معجزات ان چیزوں پر وارد ہوئے' میرے پاس تمہارے لیے بے بہا عشق اور ایسا والہانہ جذبہ شوق ہے جس سے انگارے روشن ہو جائیں' اللہ کی قسم میرا تو جذبہ ہی ہے کہ میں ان ان میدانوں اور درودیوار کی اپنی آنکھوں میں (ہمیشہ ہمیشہ کیلئے) سمولوں' میں ان مقامات کو اس کثرت سے بوسے دوں کہ میری کالی داڑھی گردآلود ہو جائے' اگر مواقع میسر آتے رہے اور مشکلات راہ میں دیوار نہ بن کر کھڑی ہو گئیں ہوتیں تو میں ہمیشہ ان مقامات کی زیارت کرتا خواہ میرے رخسار گردآلود ہی ہو جاتے۔ لیکن عنقریب میں ان مکانوں اور حجروں پر صلوٰۃ وسلام کے تحفے پیش کروں گا' جو مشک سے خوشبو کی لپٹیں اُٹھتی ہوں گی اور

Marfat.com

جسے صبح و شام ڈھانپ لیں گے' ان کو پاکیزہ درود سلام پڑھنے والوں اپنی برکتوں سے ممیز کیے رہتے ہیں۔''

باب چہارم

صلوٰۃ وسلام اِس کی فرضیت

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... ﴿۵۶﴾﴾

[الأحزاب: ٥٦]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل اور فرشتے نبی کریم ﷺ پر برکت نازل فرماتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ پر رحمت نازل فرماتا ہے۔

صلوٰۃ کے لغوی معنی:

مبرد نے کہا کہ صلوٰۃ کے لغوی معنی رحم کرنا ہیں۔ لہٰذا آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل رحم فرماتا ہے اور ملائکہ اللہ عزوجل سے رحم فرمانے کی درخواست کرتے ہیں۔

۱۳۳۸...... حدیث میں صلوٰۃ کے معنی اس طرح بیان ہوئے کہ جو شخص (مسجد میں) نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے اس کے لیے ملائکہ دعا میں لگے رہتے ہیں کہ الٰہی اس پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۳۹...... قشیری نے کہا کہ اللہ عزوجل کی جانب صلوٰۃ کا مطلب نبی کریم ﷺ کی بزرگی و عزت میں اضافہ کرنا اور دوسروں پر رحمتِ الٰہی کا نزول کرنا مراد ہے۔

۱۳۴۰...... ابو العالیہ نے کہا' اس کا مطلب یہ ہوگا ملائکہ کے اجتماع میں نبی کریم ﷺ کی مدح و ثناء کی جائے اور فرشتوں دُعا گو ہوں۔

Marfat.com

۱۳۴۱...... قاضی ابوالفضلؒ (مصنف کتاب) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذاتِ اقدس پر درود پڑھے جانے والی حدیث میں صلوٰۃ اور برکت کے فرق کو کھول کر بیان کر دیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معنی مختلف ہیں۔

۱۳۴۲...... اللہ عزوجل کا بندوں کو درود و سلام بھیجنے کے سلسلہ میں قاضی ابوبکر بن بکیر کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اس آیت کریمہ کے نزول کا مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمانا ہے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے دَور کے لوگوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ حاضری روضہ انور اور ذکر رسول اللہ ﷺ کے وقت آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھا کریں۔

نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی تین وجوہ بیان کی جاتی ہیں:

① آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر سلامتی ہو اور سلام مصدر ہے جیسے: لذاذ واللذاذۃ۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں، آپ ﷺ کو ہر بات میں اولیت دینے والوں، آپ ﷺ کے دوستوں اور کفیلوں پر سلام ہو، یہاں سلام اللہ کا نام ہوگا۔

③ سلام مسالمت اور انقیاد کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس سے اطاعت اور فرمانبرداری کے معنی اخذ کیے جاتے ہیں، جس پر یہ آیت کریمہ شاہد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ ...... ﴿٦٥﴾ ﴾

[النساء: ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (ﷺ) کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ (ﷺ) ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔''

Marfat.com

فصل : ۱

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم

جان رکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے' یہ کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے درود پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور ائمہؒ اور علماء نے اسے وجوب پر محمول کیا' ان کا اس پر اجماع ہے۔

ابوجعفر محمد بن جریر الطبریؒ نے بیان کیا کہ میرے نزدیک آیت کا عمل استحباب پر محمول ہے اور انہوں نے اس بات پر اجماع کے متعلق بھی کہا ہے اور غالباً ایک مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس بارے میں کہا ہے اور وہ واجب جس سے تنگی ساقط ہو جاتی ہے اور وہ گناہ جو فرائض کے ترک کر دینے سے لازم آتا ہے فقط ایک مرتبہ کے بارے میں ہے۔ مثلاً نبوت کی شہادت اور اس کے سوا سب مستحب ہے' محبوب ہے۔ اسلام اور اسلام لانے والوں کی علامت کے طور پر جانا جاتا ہے۔

قاضی ابوالحسن بن قصارؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ انسان پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اور ساری عمر میں اگر ایک مرتبہ بھی درود پڑھ لیا تو اس سے فرض تو بہر حال ساقط ہو گیا۔

امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ جس درود کے پڑھنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ صرف نماز میں فرض ہے۔ ان حضرات نے بیان کیا کہ اس سے علاوہ دو درود واجب ہیں جو نماز کے ماسوا ہیں۔

امام ابوجعفر طبریؒ اور امام طحاویؒ نے تمام متقدمین و متاخرین علماء کرام کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں درود پڑھنا واجب نہیں۔

امام شافعیؒ کی اس بارے میں اپنی ایک علیحدہ سوچ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تشہد کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل درود شریف نہ پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تشہد سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے تو جائز نہیں۔

امام شافعیؒ کا یہ قول اُن کا ذاتی قول ہے۔ ان سے قبل کسی بزرگ نے اس طرح کی بات

Marfat.com

نہیں کی۔اسی وجہ سے ایک جماعت نے اُن کے اس قول کا رَد بھی کیا ہے کہ یہ متقدین کے قول کے برعکس ہے۔امام شافعیؒ کے اس قول کا انکار کرنے والوں میں محمد بن جریر طبری اور طحاوی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

ابوبکر بن منذرؒ بیان کرتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی نماز نہ پڑھے جس کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود نہ ہو اگر کسی نے اس کو چھوڑ دیا تو امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور دیگر علمائے مدینہ اور اہل کوفہ میں سے امام مالک اور اصحاب الرائے وغیرہ کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔یہی قول تمام اہل علم کا ہے۔

امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ سے ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ تشہید کے آخر میں درود شریف کا پڑھنا مستحب ہے اور تشہد میں اس کا تارک گنہگار ہے۔امام شافعیؒ اس قول میں بالکل اکیلے ہیں کہ تشہید میں درود شریف چھوڑنے والے پر نماز کا لوٹانا ضروری ہے اور اسحٰق نے جان بوجھ کر درود شریف چھوڑنے پر دوبارہ نماز لوٹانے کا کہا ہے البتہ اگر بھول کر کوئی چھوڑ دے تو انہوں نے نماز دھرانے کو نہیں کہا۔

ابومحمد بن ابی زید نے محمد بن مواز کا ایک قول نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے لیکن اس قول کی تشریح جناب ابومحمد نے یہ بیان کی کہ یہ کوئی مستقل اور علیحدہ فرض ہے، نماز کا جزء نہیں اور اس کی تائید محمد بن عبدالحکیم کے قول سے بھی میسر آتی ہے۔لیکن ابن قصار اور عبدالوہاب صاحب فرماتے ہیں کہ محمد بن مواز نماز میں درود شریف پڑھنے کی فرضیت کے قائل تھے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

ابویعلی عبدی المالکی نے درود شریف کی بابت امام مالکؒ کے تین اقوال نقل کیے ہیں: واجب، سنت اور مستحب لیکن خطابی اور امام شافعیؒ نے اس بات میں ان کی خوب خبر لی ہے۔ خطابی کا کہنا ہے کہ یہ نماز میں تو واجب نہیں اور اس پر تمام فقہاء کرام سوائے امام شافعی کے سب متفق بھی ہیں اور امام شافعیؒ کے کوئی آثار بھی اس بارے میں مجھے تو معلوم نہیں۔اب یہ معاملہ حل طلب رہ گیا کہ اس قول پر کیسی دلیل و حجت پیش کی جائے تو اس معاملہ میں خطابی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی سے پہلے کے دَور کے تمام اہل علم اس پر عمل پیرا رہے ہیں اور اس پر سب متفق ہیں۔

Marfat.com

اس مسئلہ میں امام شافعیؒ پر کافی تنقید کی گئی ہے اور وہ تشہد جس کے پڑھنے کی بابت امام شافعی نے کافی کچھ کہا ہے وہ جناب عبداللہ مسعود کی روایت ہے:

۱۳۴۳...... یہ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس کے متعلق اُن کا یہ کہنا ہے کہ یہ درود شریف مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد کروایا تھا۔ مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں اس کو نماز میں پڑھنے کی تو کوئی واضح روایت موجود نہیں۔

۱۳۴۴ تا ۱۳۵۰...... ایسے ہی درود شریف کے جو مختلف فیہ الفاظ دوسرے راویوں سے منقول ہیں مثلاً جناب ابوہریرہ، ابن عباس (مسلم) جابر (نسائی) ابن عمر (ابوداؤد) ابی سعید الخدری، ابوموسیٰ اشعری (مسلم) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کی روایت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس کا پڑھنا نماز میں واجب ہے۔

۱۳۵۱، ۱۳۵۲...... حضرت ابن عباس، ابوسعید خدری و جابر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی ایسے تعلیم ارشاد فرماتے تھے جس طرح آیات قرآنیہ کی۔ (مسلم)

۱۳۵۳...... ایسے ہی ابوسعید نے فرمایا۔

۱۳۵۴، ۱۳۵۵...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہمیں منبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تشریف رکھنے کے بعد تشہد کی ایسے تعلیم ارشاد فرمایا کرتے تھے جیسے کسی کتاب کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

۱۳۵۶...... ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز میں مجھ پر درود نہ بھیجا اُس کی کوئی نماز نہیں۔ (ابن ماجہ)

اس بارے میں ابن قصار کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی نماز کامل نہیں جس نے میرے اوپر درود نہیں پڑھا یا اس شخص کی نماز نہیں جس نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی میرے اوپر درود نہیں پڑھا۔ محدثین کرامؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۱۳۵۷...... ابوجعفر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو اس طرح بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہیں پڑھا، اُس کی نماز مقبول نہیں۔

Marfat.com

۱۳۵۸...... دار قطنی نے بیان کیا کہ صحیح قول تو وہ ہے جو ابو جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے بیان کیا کہ اگر میں ایسی نماز ادا کروں جس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر درود نہ ہو تو میرے نزدیک یہ نماز ہی نہ ہوگی۔

فصل : ۲

کس جگہ درود و سلام پڑھنا مستحب ہے؟

نماز کے تشہد میں درود و سلام پڑھنے کی ترغیب کی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ درود شریف تشہد کے بعد اور دعا سے قبل پڑھا جاتا ہے۔

۱۳۵۹...... جناب فضالہ بن عبید بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے نماز کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔ جب اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے عجلت سے کام لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اور دوسروں کو بتایا کہ جب تم نماز پڑھو تو پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کرو اس کے بعد نبی (ﷺ) پر درود بھیجو۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کے حضور میں جو چاہو سو مانگو۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

لیکن ایک روایت میں اللہ کی بزرگی بیان کرنے کے ساتھ دعا شروع کرو کا بیان ہوا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

۱۳۶۰...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انسان کی دعا زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اُس وقت تک شرفِ قبولیت سے باز یاب نہیں ہوتی جب تک کہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام نہ پڑھ لیا جائے۔ (ترمذی)

۱۳۶۱ تا ۱۳۶۳...... اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آلِ نبی پر بھی درود پڑھا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث دوسرے راویوں سے بھی منقول ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ عزوجل سے کچھ طلب کرو تو اُس کی ایسی حمد و ثناء بیان کرو جو اس کے

Marfat.com

شایانِ شان ہو۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ اس کے بعد جو جی چاہے مانگو۔ یہ طریقہ قبولیت دعا کے لیے نہایت کارآمد و مؤثر ہے۔

۱۳۶۴...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے خود سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ بناڈالنا جو پہلے اس کو پانی سے بھرتا ہے پھر اس کو رکھ چھوڑتا ہے اور اپنے سامان کو سلیقے سے لگانے اور اس کو سنبھالنے میں مصروف ہو جاتا ہے پھر جب اس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس میں سے پانی پیتا ہے' وضو کرتا ہے ورنہ اس پانی کو ضائع کر ڈالتا ہے۔ تم جب دعا کیا کرو تو ابتداء میں مجھ پر درود پڑھو' درمیان میں بھی درود پڑھا کرو اور سستی نہ کرو اور تمہارے آخری کلمات تو بہر حال درود ہی ہونے چاہیے۔

آدابِ دُعا:

۱۳۶۵ تا ۱۳۶۸...... ابن عطاء نے دعا کے آداب کی بابت ذکر کرتے ہوئے فرمایا دعا کے ارکان ہیں' پر ہیں' اسباب ہیں اور وقت ہے۔ لہٰذا اگر دعا ارکان کے مطابق ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ہوگی۔ اگر پروں کے موافق ہوئی تو طاقت پرواز پالے گی۔ اگر مناسب وقت پر ہو تو کامیاب ہو جائے گی اور اسباب مہیا ہو گئے تو کمال تک پہنچ جائے گی۔ دعا کے ارکان میں قلب کا حاضر ہونا' رقت' سکون اور خشوع و خضوع اور دِل کا رجحان اللہ عزوجل کی طرف ہونا ہے۔ صدق و رضا دعا کے لیے پر دوں کا کام کرتا ہے اور صبح کا وقت قبولیت دعا میں پر تاثیر ہے اور قبولیت دعا کے لیے نبی کریم ﷺ پر درود بہت ہی کامیاب سبب ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں اس بارے میں اس طرح تعلیم ارشاد فرمائی گئی کہ دو درودوں کے درمیان مانگی گئی دعا کبھی بھی رد نہیں کی جاتی۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہر دعا آسمان پر جانے سے قبل پہلے پردے میں معلق ہوتی ہے اور دعا مانگنے والا مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دعا اُوپر کو جانی شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت حنش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دعا کا طریقہ ان الفاظ میں بیان کیا کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دعا کرتے تو دعا کے آخر میں اس طرح بیان کیا کرتے: یا اللہ! میری دعا قبول فرما۔ اس کے بعد بیان کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نبی کریم ﷺ پر درود بھیج جو تیرے بندے اور تیرے نبی و رسول ہیں۔ ان تمام درودں سے بہتر

Marfat.com

درود بھیج جو تو نے آج تک کسی بھی انسان پر بھیجا' آمین۔

اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے:

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کا نام مبارک سنتے ہی یا لکھتے وقت یا جس وقت آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے اُس وقت درود پڑھا جائے۔

۱۳۶۹...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ میرے اوپر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

ابنِ حبیبؒ نے ذبح کے وقت نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اور سحنون نے تعجب کے موقع پر بھی درود کے پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ صرف حصولِ ثواب کی نیت سے درود پڑھنا جائز ہے۔

اصبغ نے ابن قاسم سے روایت کیا ہے کہ دو مقامات ایسے ہیں جہاں ذکر الٰہی کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھا جائے۔ ایک ذبیحہ کے وقت' دوسرے چھینک آتے وقت۔ ان مواقع پر ذکر الٰہی کے بعد محمد رسول اللہ (ﷺ) بھی نہ کہا جائے اگر کسی نے کہا تو یہ درود اللہ کے ذکر کے ساتھ شامل نہیں مانا جائے گا۔

اشہب نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ ذبیحہ اور چھینک کے وقت درود شریف مسنون طریقے سے پڑھا جائے۔

۱۳۷۰......نسائی نے حضرت اوس بن اوس کے طرق سے نبی کریم ﷺ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (نسائی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

درود پڑھنے کے مقامات میں سے ایک مقام مسجد میں داخلہ بھی ہے۔

۱۳۷۱......ابواسحٰق بن شعبان بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو پہلے نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر درود پڑھے اور آلِ نبی کے لیے رحمت و برکت کی درخواست اللہ عزوجل کے دربار میں پیش کرے اور اہل بیت نبوت پر سلام عرض کرے۔ اس

Marfat.com

کے بعد: ((اللّٰھم اغفر لی ذنوبی، و افتح لی ابواب رحمتك.)) پڑھے۔
اور جب مسجد سے نکلے تو بھی اسی طرح عمل کرے کیونکہ مسجد کو اللہ عزوجل نے اپنی رحمت اور فضل والی جگہ قرار دیا ہے۔
۱۳۷۲..... عمرو بن دینار نے اللہ عزوجل کے قول:
﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ ......﴾[النور: ۶۱]
''پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرلیا کرو......''۔
کی تشریح یوں بیان کی کہ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو لیکن اگر گھر خالی ہو اور اس میں کوئی رہتا نہ ہو تو یوں کہو:
''السلام علی النبی و رحمة اللّٰه و بركاته' السلام علينا و على عباد اللّٰه الصالحين' السلامُ على أهل البيت و رحمةُ اللّٰه و بركاتُه''۔
۱۳۷۳..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہاں مکانوں سے مراد مساجد ہیں۔
۱۳۷۴..... نخعی کہتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو یوں کہو:
''السلام على رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم''۔
اور جب مکان میں کوئی نہ ہو تو یوں کہو:
''السلام علينا و على عباد اللّٰه الصالحين''۔
۱۳۷۵..... علقمہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو اس طرح کہا کرتا ہوں:
'' السلام عليک أيها النبی و رحمة اللّٰه و بركاته' صلى اللّٰه و ملائكتهُ على محمد۔''
۱۳۷۶..... ایسے ہی حضرت کعب سے مروی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اور مسجد سے نکلے تو پڑھے۔ لیکن اس میں درود کا ذکر نہیں۔
۱۳۷۷..... ابن شعبان کا وہ قول جو ابھی مسجد میں داخل ہونے کی بابت بیان ہوا

Marfat.com

اس کی دلیل سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ اس حدیث سے ملتی ہے جس میں فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ اذکار عادات میں سے تھے۔ (ترمذی ابن ماجہ احمد)

۱۳۷۸...... ابوبکر بن عمرو بن حزم سے بھی یہی منقول ہے لیکن انہوں نے سلام ورحمۃ کا اضافہ کیا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اُس کے بارے میں دوسری جگہ ذکر کیا جا چکا۔

۱۳۷۹...... جنازوں کے مواقع پر درود شریف پڑھنا بھی درود شریف کے مواقع میں سے ہے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق نمازِ جنازہ میں درود پڑھنا سنت ہے۔ (نسائی)

انہیں مقامات میں وہ مقامات جہاں درود شریف پڑھنے کے بارے میں عمل کا متواتر طریق چلا آ رہا ہے اور کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود پڑھنے کی نہ تو مخالف کی اور نہ انکار کیا مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل پر خطوط میں بسم اللہ کے بعد درود شریف کا لکھنا۔ حقیقتاً یہ درود شریف پہلے زمانہ میں نہ تھا بلکہ بنو ہاشم کے حاکم ہونے کے بعد پہلی دفعہ یہ چیز ظاہر ہوئی۔ پھر تمام اسلامی ممالک میں اس پر عمل کرنے کی ابتدائی ہوگئی اور بعض حضرات تو خطوط ختم بھی درود شریف پر ہی کرتے ہیں۔

۱۳۸۰...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کتاب میں میرے اوپر درود لکھے جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود رہے گا ملائکہ اُس شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔

درود پڑھنے کے مقامات میں سے ایک مقام نماز ہے۔

۱۳۸۱...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو اُس کو چاہیے کہ وہ تشہد میں

"التحیات للہ والصلوات والطیبات' السلام علیک' ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ' السلام

Marfat.com

علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین"۔

اِس کے پڑھنے سے رحمت الٰہی اور سلام اللہ عزوجل کے ہر بندہ کو پہنچ جائے گا۔

(بخاری و مسلم)

انہی مقامات درود سے متعلقہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تشہد سے پہلے کہے۔

۱۳۸۲......اور امام مالکؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ یہ اُس وقت کہتے تھے جب تشہد سے فارغ ہوتے تھے اور سلام پھیرنے کا ارادہ فرماتے تھے۔

اور امام مالکؒ ہی نے ''مبسوط'' میں اسے مستحب قرار دیا اور بتایا کہ میرا تو یہ روز کا عمل ہے کہ میں سلام سے قبل درود شریف پڑھتا ہوں۔

۱۳۸۳......اس کی سند کے طور پر وہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ یہ دونوں سلام سے قبل

''السلام علیک ایها النبی! و رحمة اللّٰہ و برکاته' السلامُ علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین''۔

پڑھا کرتے تھے۔

اہل علم حضرات بیان کرتے ہیں کہ یہ استحبابی امور میں سے ہے کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت نمازی آسمان وزمین کے ہر نیک بندے خواہ وہ فرشتے ہوں یا بنی آدم یا جن' ان سب کی نیت کرلے۔

امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''المجموعه''میں بیان کیا ہے کہ میں مقتدی کے لیے اس چیز کو مستحب سمجھتا ہوں کہ جب امام السلام علیکم کہے تو وہ کہے:

''السلام علی النبی و رحمة اللّٰہ و برکاته' السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین''

Marfat.com

فصل : ۳

درود و سلام پیش کرنے کی کیفیت

۱۳۸۴...... ابوحمید ساعدیؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں کس طرح درود پیش کریں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' تم یہ کہا کرو:

((اللّٰهم صل على محمدٍ و ازواجه و ذريته ' كما صليت على آل ابراهيم' و بارك علىٰ محمد و أزواجه وذريته كما باركت على آل إبراهيم' إنك حميد مجيد.)) [بخاری و مسلم]

۱۳۸۵...... امام مالک سے مروی ہے کہ ابومسعود انصاریؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں درود پڑھنے کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ تعلیم فرمائے تھے:

((اللّٰهم صل على محمد و على آله' كما صليت على آلِ ابراهيم' و بارك علىٰ محمد و على آله كما باركت على آل ابراهيم في العالمين' إنك حميد مجيد.))

اور اسلام کے الفاظ تو وہی ہیں جو کہ ابھی بیان ہوئے۔ (مسلم)

۱۳۸۶...... حضرت کعب بن عجرہؓ بیان کرتے ہیں کہ الفاظ یوں ہیں:

((اللّٰهم! صل على محمد و آل محمد' كما صليت على إبراهيم' و بارك على محمدٍ و آل محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد.)) [بخاری و مسلم]

۱۳۸۷...... عقبہ بن عمروؓ نے مندرجہ ذیل الفاظ بتائے:

((اللّٰهم! صل علىٰ محمد النبي الامي' و علىٰ آل محمد.))

[ابوداؤد' مسلم]

۱۳۸۸...... حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے:

Marfat.com

((اللّٰهم! صل على محمدٍ عبدك و رسولك.)) [بخاری]

۱۳۸۹......حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ان کلمات کو نبی کریم ﷺ نے میرے ہاتھ میں شمار کیا اور فرمایا کہ ان کلمات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے ہاتھ پہ شمار کیا اور بتایا کہ یہ کلمات اللہ رب العزت کے پاس سے نازل ہوئے ہیں:

اللّٰهم صل على محمدٍ و على آلِ محمدٍ كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم إنك حميد مجيد اللّٰهم! بارك على محمدٍ و على آل محمدٍ كما باركت على إبراهيم و على آل ابراهيم إنك حميد مجيد اللّٰهم و ترحم على محمدٍ و على آلِ محمدٍ كما ترحمت على إبراهيم و على آلِ ابراهيم إنك حميد مجيد.))

اللّٰهم! و تحنن على محمدٍ و على آل محمدٍ كما تحننت على إبراهيم و على آلِ ابراهيم إنك حميد مجيد اللّٰهم! و سلم على محمدٍ و على آل محمد كما سلمت على إبراهيم و على آلِ ابراهيم إنك حميد مجيد.))

۱۳۹۰......حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ روزِ قیامت اُس کی نیکیوں کا اُسے پورا پورا اجر و ثواب ملے اور پورے ناپ تول سے ملے تو اس کو چاہیے کہ جب بھی وہ مجھ پر اور میری آل پر درود پڑھے تو یہ الفاظ ضرور ادا کرے:

((اللّٰهم! صل على محمدٍ النبي و أزواجه أمهات المؤمنين و ذريته و أهل بيته كما صليت على ابراهيم إنك حميد مجيد.)) [ابوداؤد]

۱۳۹۱......حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میں آپ ﷺ پر کس طریقہ سے درود پڑھوں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا: سب سے پہلے نماز پڑھو اس کے بعد خوب خشوع و خضوع اور محنت و لگن سے اللہ عزوجل کے حضور عرض گزاشت کرو۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل کلمات سے میری بارگاہ میں درود شریف پیش کرو:

((اللّٰهم! بارك على محمد' و علىٰ آل محمد' كما باركت علىٰ إبراهيم إنك حميد مجيد.)) [النسائی' احمد]

۱۳۹۲......سلامہ کندی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے مندرجہ ذیل کلمات تعلیم فرمائے:

((اللّٰهم! داحي المدحوات' و باری المسوكات' اجعل شرائف صلواتك' و نوامي بركاتك' ورافة تحننك علىٰ محمد' عبدك و رسولك' الفاتح لما أغلق' والخاتم لما سبق' والمعلق الحق بالحق' والدامع لجيشات الأباطل' كام حمل' فاصنطلع بأمرك لطاعتك' مستوفرا فى مرضاتك' واعيذا لوخيك' حافظا لعهدك' ماضيًا على نفاذ امرك' حتى اوزى قبسا لقابس' الاء اللّٰه تصل بأهله أسبابه' به هديت القلوب بعد خوضات الفتن والإثم' وأنهج موضحات الأعلام' وتاثرات الأحكام' و منيرات الإسلام فهو أمينك المأمون' و خازن علمك المخزون و شهيدك يوم الدين' و بعيثك نعمة' و رسولك بالحق رحمة' اللّٰهم! افسخ له فى عدنك وجزه مضاعفات الخير من فضل' مهنئات له غير مكدرات' من فو ز ثوابك المحلول' و جزيل عطائك المعلول.

اللّٰهم! ال علىٰ بناء الناس بناه' وأكرم مثواه لديك و نزله' واتم له نوره' واجزه من ابتعاثك له مقبول الشهادة' و

Marfat.com

مرضی المقالة، ذا منطق عدل، وخطة فضل، و برهان عظیم.

حضرت علیؓ سے منقول درود:

۱۳۹۳......حضرت علیؓ سے نبی کریم ﷺ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں درود بھیجنا بھی منقول ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔''

'' لبیك اللّٰهم! ربی و سعدیك، صلوات الله البر الرحیم، و الملئكة المقربین، والنبیین والصدیقین، والشهداء والصالحین، وما سبح لك من شئ یا رب العالمین! علیٰ محمد بن عبدالله، خاتم النبیین، و سید المرسلین، و إمام المتقین و رسول ربّ العالمین، الشاهد البشیر، الداعی إلیك بإذنك، والسراج المنیر، و علیه السلام.''

۱۳۹۴......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ درود شریف منقول ہے:

'' اللّٰهم اجعل صلواتك و بركاتك و رحمتك علیٰ سید المرسلین، و إمام المتقین، و خاتم النبیین، محمد عبدك و رسولك، إمام الخیر، و رسوله الرحمة.''

''اللّٰهم! ابعثه مقامًا محمودًا یغبطه فیه الأولون والآخرون.''

''اللّٰهم! صل علیٰ محمد! و علیٰ آل محمد، كما لیت علی إبراهیم، و آل إبراهیم، إنك حمید مجید، و بارك علیٰ محمد، و علیٰ آل محمد! كما باركت علیٰ إبراهیم، و علیٰ آل

Marfat.com

إبراهيم' إنك حميد مجيد۔'' [ابن ماجه]

۱۳۹۵...... حسن بصریؒ نے بیان کیا کہ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اسے حوضِ کوثر پر نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک سے پورا پیالہ پینا نصیب ہو اُسے چاہیے کہ وہ یہ درود شریف پڑھے:

((اللّٰهم! صل علىٰ محمد' و علىٰ آله' وأصحابه' وأولاده' وأزواجه' و ذريته' وأهل بيته' وأصاهار' وانصار' واشياعه و محبيه وأمته' و علينا' معهم أجمعين' يا أرحم الراحمين.))

۱۳۹۶...... طاؤسؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ مندرجہ ذیل کلمات سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کا ہدیہ پیش کیا کرتے تھے:

''اللّٰهم! تقبل شفاعة محمد الكبرىٰ' وارفع درجته العليا' وآته سؤله فى الآخرة والأولىٰ' كما اتيت إبراهيم و موسىٰ.''

۱۳۹۷...... حضرت وھیب بن الوردؒ سے منقول ہے کہ وہ اپنی دعا میں مندرجہ ذیل درود شریف پڑھا کرتے تھے:

((اللّٰهم! اعط محمدًا أفضل ما سألك لنفسه' وأعط محمدًا أفضل ما سالك له أحد من خلقك' وأعط محمدًا أفضل ما أنت مسؤول له إلىٰ يوم القيٰمة.''

۱۳۹۸...... حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے تھے' کیا تمہیں نہیں پتہ کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کونسا درود پیش کیا جائے تو مندرجہ ذیل درود پیش کرو:

((اللّٰهم! اجعل صلواتك و رحمتك و بركاتك علىٰ سيد المرسلين' و إمام المتقين' و خاتم النبيين' محمدٍ عبدك و رسولك' إمام الخير' و قائد الخير' و رسول الرحمة.''

Marfat.com

اللّٰهم! ابعثه مقامًا محمودًا' يغبطه فيه الأولون والآخرون'
اللّٰهم! صل علىٰ محمد' و علىٰ آل محمد' كما صليت علىٰ
إبراهيم' و علىٰ آل ابراهيم' إنك حميد مجيد.
اللّٰهم! بارك علىٰ محمد و علىٰ آلِ محمد' كما باركتَ علىٰ
ابراهيم' و علىٰ آلِ ابراهيم إنك حميد مجيد.

وہ طویل درود شریف جو اہل بیت سے بیان کیے جاتے ہیں اُن کی تعداد بہت کثیر ہے۔

۱۳۹۹...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سلام وہ ہے جو تمہیں سکھایا گیا۔ اس سے مراد وہ سلام ہے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے:

((السلام عليك ايها النبى! و رحمة اللّٰه و بركاته ' السلام علينا و علىٰ عباد اللّٰه الصالحين.))

۱۴۰۰...... حضرت علیؓ سے جو تشہد منقول ہیں اُس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

" السلام علىٰ نبى اللّٰه' السلام على انبياء اللّٰه و رسله' السلام علىٰ رسول اللّٰه' السلام على محمد بن عبداللّٰه' السلام علينا 'و علىٰ المؤمنين والمؤمنات' من غاب منهم و من شهد."

"اللّٰهم! اغفر لمحمدٍ' و تقبل شفاعته' وأغفر لأهل بيته' واغفر لى ولوالدى وما ولدا' وارحمهما."

"السلام علينا و علىٰ عباد اللّٰه الصالحين' السلام عليك ايها النبى و رحمة اللّٰه و بركاته."

حضرت علیؓ سے مروی حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی ہے اور ماقبل میں جو روایت حضرت علیؓ سے منقول ہے اس میں رحمت کی دعا کی گئی ہے لیکن حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث کے علاوہ اور کسی روایت کردہ حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے یہ الفاظ

Marfat.com

منقول نہیں بلکہ ابوعمر بن عبدالبر نے تو یہاں تک کہا کہ نبی کریم ﷺ کے لیے دعائے رحمت بھی نہیں کرنی چاہیے بلکہ نبی کریم ﷺ کے لیے صلوٰۃ اور برکت طلب کرنی چاہیے اور یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے' البتہ دوسروں کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔

۱۴۰۱......ابو محمد بن ابی زید نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے والی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ:

" اللّٰھم ارحم محمدًا' و آل محمد! کما ترحمت علٰی ابراھیم' و علٰی آل ابراھیم"۔

یہ الفاظ بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لیکن اُنہوں نے اپنی دلیل پر نبی کریم ﷺ کا مندرجہ ذیل قول بطورِ حجت پیش کیا ہے:

((السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللّٰه و برکاته.))

فصل : ٤

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے کی فضیلت

۱۴۰۲......حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو اور اذان کے بعد مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اُس پر اللہ عزوجل کی دس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس کے بعد میرے لیے اللہ عزوجل سے وسیلہ طلب کرو۔ بعض اہلِ علم نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ یہ جنت میں ایک حصہ ہے جو بندگانِ الٰہی میں ایک کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زیبا نہیں اور میں یہ اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ لہٰذا جس نے میرے لیے اللہ عزوجل سے وسیلہ طلب کیا تو اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔" (بخاری و مسلم)

۱۴۰۳......حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمای: جو شخص میرے اوپر ایک مرتبہ درود پڑھے' اللہ اس پر دس مرتبہ درود پڑھے

Marfat.com

گا اُس کی دس برائیوں کو محو کرے گا اور اس کے دس درجات کو بلند کرے گا۔

(نسائی)

۱۴۰۴...... ایک اور روایت میں بیان کیا کہ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ لی جائیں گی۔ (احمد، ترمذی)

جبرئیل علیہ السلام کا درود کی فضیلت بیان کرنا:

۱۴۰۵...... حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکار کر کہا کہ جو آپ ﷺ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ عزوجل اُس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے۔

۱۴۰۶...... حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جبرئیل نے بتایا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کیا میں (اللہ عزوجل) اُس پر سلامتی نازل کروں گا اور جس نے ایک مرتبہ دود پڑھا میں اُس پر اتنی ہی رحمتوں کا نزول کروں گا۔ (احمد)

۱۴۰۷...... حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی کلمات مروی ہیں۔ (مسلم)

۱۴۰۸...... حضرت مالک بن اوس بن حدثان سے بھی مروی ہے۔

۱۴۰۹...... حضرت عبید اللہ بن اُبی طلحہ سے بھی مروی ہے۔ (نسائی)

۱۴۱۰...... حضرت زید بن الحباب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ درود پڑھے:

''اللّٰهم! صل على محمدٍ وأنزاله المنزل المقرب عندك يوم القيٰمة''.

میری شفاعت اُس کے لیے واجب ہو جائے گی۔ (احمد)

۱۴۱۱...... حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو میرے اوپر سب سے زیادہ کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔'' (ترمذی)

۱۴۱۲...... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کتاب

Marfat.com

میں میرے اوپر درود لکھا ہوگا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا فرشتے (اُس لکھنے والے) کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

۱۴۱۳......حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنی دیر کوئی مجھ پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے اتنی دیر تک ملائکہ اُس کے لیے رحمت کے طلبگار رہتے ہیں۔ اب پڑھنے والے کی مرضی ہے چاہے دیر تک پڑھے اور چاہے جلد ہی بس کردے۔ (ابن ماجہ' احمد)

۱۴۱۴......حضرت اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ رات کا چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ارشاد فرماتے: اے لوگو! فتنہ و فساد کا وقت آ گیا اور اس کے بعد قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ موت اپنی تمام تر تختیوں کے ساتھ تمہاری منتظر ہے۔ ذکرِ الٰہی کرو۔ اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میں آپ ﷺ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں لیکن اس کے لیے کتنا وقت مخصوص کرلوں؟ نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا: جتنا تم چاہو۔ میں نے عرض کیا: چوتھائی وقت عبادت؟ نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا: جتنا تم چاہو' لیکن اگر اس سے زیادہ وقت پڑھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: نصف وقت؟ تو آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرائی کہ زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا: تین چوتھائی؟ نبی کریم ﷺ نے پھر پہلے والا جواب دیا کہ زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنا تمام وقت درود پڑھنے کے لیے مختص کر ڈالوں؟ نبی کریم ﷺ نے کہا: یہ تمہارے لیے کفایت کرے گا۔ اب تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترمذی)

۱۴۱۵......ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس سے خوشی اور مسرت پھوٹ رہی ہے اور ایسی کیفیت میں نے اس سے قبل تو کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب مجھے خوشی منانے سے کون روک سکتا ہے؟ ابھی ابھی جبرئیل

Marfat.com

اللہ عزوجل کے ہاں سے خوشخبری لے کر آئے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: آپ ﷺ کی امت میں سے اگر کوئی شخص ایک بار آپ ﷺ پر درود بھیجے گا تو اللہ اور اس کے ملائکہ اُس شخص اس سے دس گنا زائد رحمت نازل فرمائیں گے۔

اذان کے بعد کی دُعا:

۱۴۱۶ ...... حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد درج ذیل کلمات پڑھے:

" اللّٰهم! رب هذه الدعوة التامة! والصلاة القائمة' آتِ محمدًا الوسيلة والفضيلة' وابعثه مقامًا محمودا الذي و عدته . "

تو قیامت کے دن میری شفاعت (اُس پر واجب) ہوگی۔ (بخاری)

۱۴۱۷ ...... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں' جس نے اذان سننے کے بعد یہ کلمات ادا کیے:

" أشهدُ أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له' وأن محمدًا عبده و رسوله' رضيت بالله ربا' و بالإسلام دينًا "

اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (مسلم)

۱۴۱۸ ...... ابن وہب نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کیا' جس نے میرے لیے دس مرتبہ درود شریف پڑھا اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا کہ ایک غلام کو آزاد کر کے ملتا ہے۔

۱۴۱۹ ...... بعض آثار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے کچھ ایسے لوگ بھی پیش کیے جائیں گے جنہیں میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے پہچان لوں گا۔

۱۴۲۰ ...... ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے روز سختیوں اور اس کے مصائب وشدائد سے نجات پانے والا صرف وہی شخص ہوگا جس نے مجھ پر بکثرت درود پڑھا ہے۔

۱۴۲۱ ...... حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پر گناہوں کو اس طرح

Marfat.com

محو کر ڈالتا ہے جس طرح کہ ٹھنڈا پانی پیاسے شخص کو سکون بخشتا ہے یا پانی آگ کو اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا ایک غلام کو آزاد کرنے سے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہوگا۔

فصل : ۵

نبی کریم ﷺ پر درود نہ بھیجنے والے کی مذمت

۱۴۲۲...... حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے چند لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا: ان کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ ہوا اور وہ درود نہ بھیجے۔ اُس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے سامنے رمضان آ کر گزر جائے اور وہ اپنی مغفرت نہ کرا سکے اور اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ضعیف والدین کی موجودگی کے باوجود اپنی جنت کا سامان آگے مہیا نہ کیا۔ راوی عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان میں سے ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے۔ (ترمذی)

۱۴۲۳...... ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ منبر کی ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: آمین! پھر دوسیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: آمین! پھر تیسری پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ آپ ﷺ سے حضرت معاذؓ نے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور مجھ سے کہا: اے محمد (ﷺ) جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے پھر اس کے بعد وہ مر جائے تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ اللہ عزوجل اپنی رحمت کو اس سے ہٹا لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آمین۔ (الحدیث)

۱۴۲۴...... حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

۱۴۲۵...... جناب جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو اس کو جنت کا راستہ بھلا دیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

Marfat.com

۱۴۲۶.....حضرت علیؓ بن ابی طالب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص بڑا بخیل شمار کیا جائے گا جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود نہ پڑھے۔

۱۴۲۷.....حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی جگہ پر لوگوں کا اجتماع ہو اور اس مجلس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کیے بغیر وہ لوگ الگ الگ ہو جائیں تو یہ اللہ کی مشیت و مرضی پر منحصر رہے گا کہ انہیں اُن کی اس لاپرواہی و کوتاہی پر عذاب دے یا بخشے۔ (ترمذی' احمد)

درود بھلانے والا جنت بھی بھلا دیا جائے گا:

۱۴۲۸.....حضرت ابو ہریرہؓ نے ہی فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھی بھلا دیا جائے گا۔

۱۴۲۹.....حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑے ظلم و جور کا معاملہ ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۱۴۳۰.....حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں اکٹھے ہوں اور اس کے بعد درود و سلام پڑھے بغیر متفرق ہو جائیں تو وہ اس حالت میں الگ الگ ہوئے جیسے اُن کے ساتھ مردار شئے کی بدبو ہو۔

۱۴۳۱.....حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ وہ اس کے باوجود اگر جنت میں داخل بھی ہو جائیں تو پھر بھی حسرت و یاس کے شکار رہیں گے اور وہاں درود کو نہ پڑھنے کے ثواب سے جو اُن کو محرومی ہوئی ہو گی اس پر ندامت و افسوس کس اظہار کرتے ہی رہیں گے۔ (ترمذی' نسائی)

۱۴۳۲.....ابو عیسیٰ ترمذی نے بعض اہلِ علم حضرات کا یہ قول نقل کیا کہ اگر کوئی شخص مجلس میں ایک مرتبہ بھی مجھ پر درود پڑھ لے تو یہ اُس کے لیے کفایت کرے گا' چاہے وہ کتنی ہی دیر وہاں پر براجمان رہے۔

Marfat.com

فصل : ٦

درودِ پاک پڑھنے والا اور نبی کریم ﷺ

۱۴۳۳...... حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں۔ پھر میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد، احمد)

۱۴۳۴...... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری قبر کے سامنے میرے اوپر درود پڑھتا ہے میں اُسے سنتا ہوں اور جو دُور سے پڑھتا ہے وہ میرے پہنچایا جاتا ہے۔

۱۴۳۵...... حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ اللہ کے فرشتے زمین میں ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے حضور درود پڑھتا ہے پھر فرشتے درود وسلام لے کر نبی کریم ﷺ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ (نسائی)

۱۴۳۶...... حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔ (ابوداؤد، احمد)

۱۴۳۷...... حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ تم جمعہ کے دن اپنے نبی ﷺ پر کثرت سے سلام پیش کیا کرو کیونکہ جمعہ کو میری خدمت میں سلام پیش کیا جاتا ہے۔

۱۴۳۸...... اور ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب درود پڑھنے والا مجھ پر درود پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو وہ درود اُسی وقت میری خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۴۳۹، ۱۴۴۵...... حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جہاں بھی ہو میرے اوپر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ امت محمدیہ (ﷺ) کا جو شخص بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے وہ آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ بندہ جب بھی درود پڑھتا ہے تو آپ ﷺ پر اس کا درود اُس کا نام لے کر پیش کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوا کرو تو نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے گھر کو عید گاہ نہ بنا لینا' نہ اپنے گھروں کو قبریں بنا ڈالنا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو اور مجھ پر درود بھیجو گے تو تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔

حضرت سلیمان بن سُحیم سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! لوگ آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں' کیا ان کا درود پڑھنا آپ کو پتہ چل جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! بلکہ میں تو ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھ پر روشن دن اور روشن رات (جمعہ) کو درود پڑھا کرو کیونکہ ان اوقات کے درود میرے پاس فوراً ہی پہنچ جاتے ہیں اور یہ کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے جسم کو نہیں کھاتی اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی میرے اوپر درود بھیجتا ہے' ایک فرشتہ اس کو لا کر میری خدمت میں اس درود بھیجنے والے کا نام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ ﷺ کے لیے ایسا ایسا کہتا ہے۔

فصل : ۷

غیر انبیاء علیہم السلام پر درود بھیجنے میں اختلاف

قاضیؒ بیان کرتے ہیں (اللہ اسے نیک توفیق عطا کرے) کہ عام اہلِ اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر درود پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۴۶ تا ۱۴۵۲...... حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنا جائز نہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ غیر نبی پر پڑھا جائے۔

حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ غیر نبی پر درود پڑھنا مکروہ ہے۔

میں نے اپنے بعض (بزرگوں) کے خط سے یہ مسئلہ دیکھا کہ امام مالکؒ کی تحقیق تو اس مسئلے میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام کی بارگاہ میں درود پیش کرنا جائز

Marfat.com

نہیں لیکن ان کا یہ مسلک معروف و مشہور ہیں بلکہ اس کے برخلاف امام مالک کی تحریر مبسوط یحییٰ بن اسحٰق میں اس طرح ہے کہ میں غیر انبیاء پر درود پڑھنا مکروہ سمجھتا ہوں اور یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ ہمیں جن باتوں کا حکم ارشاد کیا گیا ہے ہم ان سے سرمو انحراف کریں۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر بھی درود پڑھا جا سکتا ہے؟

یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کی اس رائے پہ بلکہ بھی عمل پیرا نہیں کہ درود شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء ہی نہیں بلکہ ان حضرات کے علاوہ دیگر لوگوں پر بھی پڑھا جا سکتا ہے اور اپنے اس قول کے سلسلہ میں حضرت ابن عمرؓ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے علاوہ آلِ نبی اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر درود پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

ابو عمران الفاسی کی جو روایت حضرت ابن عباسؓ سے بیان کی گئی ہے اس میں ہے کہ غیر نبی پر درود پڑھنا مکروہ ہے۔ اور ہم سے پہلے لوگوں کا بھی اسی چیز پر عمل رہا ہے۔

عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کر کے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء اور رسولوں پر درود بھیجو کیونکہ اللہ عزوجل نے اُن کو بھی میری ہی طرح مبعوث کر کے بھیجا تھا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے جتنی بھی روایتیں بیان کی جاتی ہیں، وہ ضعیف اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔

الصلاۃ: عربی زبان میں ''رحمت اور دُعا'' کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ اجماع اور احادیث صحیحہ کے لحاظ سے درست ہے لہٰذا جب تک ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے کہنے سے کوئی اَمر مانع نہیں۔

اللہ عزوجل نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ ...... ﴿۴۳﴾﴾

[الأحزاب: ۴۳]

''وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دُعائے

Marfat.com

رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔''

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ ...... ﴿۱۰۳﴾﴾ [التوبة: ۱۰۳]

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے' جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دُعا کیجئے' بلاشبہ آپ کی دُعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے' خوب جانتا ہے۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ......﴾ [البقرة: ۱۵۷]

''ان پر ان کے ربّ کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

۱۴۵۳...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اللّٰهم صل على آلِ أبي اوفى.))

''اے اللہ! ابو اوفی (علقمہ بن خالد بن حارث اسلمیؓ) کی آل و اولاد پر رحمت نازل فرما۔''

اور جب کسی بھی قوم کے لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ کا مال لے کر تشریف لاتے تو نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے: ''اے اللہ! فلاں قوم کی آل و اولاد پر رحم فرما۔'' (بخاری و مسلم)

۱۴۵۴ تا ۱۴۵۷...... ایک اور حدیث میں الفاظ یوں ہے:

((اللّٰهم صل على محمد ' و على أزواجه و ذرّيته.))

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((و على آلِ محمد.))

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آل سے مراد آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ لیکن کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ امت مراد ہے اور کچھ کا خیال ہے کہ اس سے مراد نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آل سے مراد متبعین اور جماعت و قبیلہ ہے۔ بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ مرد کی آل ہی اُس کی اولاد ہے۔ کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ کی قوم کے لوگ مراد ہیں اور نبی کریم ﷺ کے خاندان کے اُن لوگوں کو اس سے مراد لیا جائے گا جن پر زکوۃ کا لینا حرام ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آلِ محمد ﷺ! کون لوگ ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر پرہیز گار شخص۔

حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک آلِ محمد ﷺ سے مراد بذاتِ خود نبی کریم ﷺ ہی کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ خود درود میں ارشاد فرماتے تھے:

((اللّٰهم اجعل صلواتك و بركاتك على آل محمد.))

اور یہ کہنے سے نبی کریم ﷺ اپنی ذات ہی مراد لیا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے متعلق تو یہ خیال بھی نہیں لایا جا سکتا کہ وہ فرض کو ترک کر دیں اور مستحب یا نفل کو ادا کرنے لگیں کیونکہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے اور یہ خود نبی کریم ﷺ کے فرمودات سے بھی ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۴۵۸...... اے اللہ! انہیں آلِ داوٗد کے مزامیر (لحنوں) میں سے ایک لحن (یعنی خوش آوازی) عطا کر۔ (بخاری و مسلم)

۱۴۵۹ تا ۱۴۶۲...... حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اس درود شریف کو پڑھا کرتے تھے:

((اللّٰهم صل على محمد و ازواجه و ذريته.))

''اے اللہ محمد (ﷺ) اور اُن کی ازواج و ذریت پر رحمت کا نزول فرمایا۔''

حضرت ابن عمرؓ والی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر و عمرؓ پر درود بھیجا کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے اسے اپنی کتاب موطا میں نقل کیا ہے جو یحییٰ اندلسی سے مروی ہے اور دیگر صحیح روایات میں ہے کہ: ''حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوبکر و عمرؓ کے لیے دعا مانگا کرتے تھے۔''

ابن وہبؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے ہم اپنے ساتھیوں کے لیے

Marfat.com

غائبانہ طور پر دعا مانگ لیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے: ''اے اللہ! اپنی طرف سے اُس بندے پر ان نیک بندوں کا سلام بھیج جو راتوں کو اُٹھ کر شب بیداری کرتے ہیں اور دن کو تیری خاطر روزے رکھتے ہیں۔

قاضی عیاضؒ (مصنف کتاب) بیان کرتے ہیں کہ یہ تو وہ اقوال ہیں جو محققین علمائے کرام سے منقول کیے گئے ہیں لیکن میرا رجحان امام مالک اور سفیان ثوریؒ کی جانب ہے اور ان کے اقوال حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ماخوذ ہیں جس کی تائید اکثر فقہاء و متکلمین نے بھی کی ہے کہ غیر انبیاء پر اُن کے ذکر کے وقت درود نہ بھیجا جائے بلکہ یہ بات صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ معاملہ اُن کی عزت اور قدر بڑھانے کی وجہ سے ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کے ذکر کے وقت پاکیزگی، تقدیس و تعظیم کا ذکر کیا جاتا ہے اس میں اللہ کا غیر ہرگز، ہرگز شریک نہیں ہوتا۔ ایسا ہی معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام پہ صلوٰۃ و سلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان میں بھی اُن کے سوا کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٥٦﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔''

انبیاء کرام علیہم السلام کے ماسوا دیگر ائمہ کرامؒ کے ساتھ مغفرت اور غفران و رضا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ...... ۝١٠﴾ [الحشر: ١٠]

''کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے

Marfat.com

والا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ......﴾ [التوبہ: ۱۰۰]

"اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔"

روافض واہل تشیع کی جاری کردہ بدعت:

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ امر پہلے والے لوگوں میں تو بالکل بھی رائج نہ تھا جیسا کہ ابوعمران نے بیان کیا کہ اس کو صرف رافضیوں اور شیعوں نے بعض اماموں کے بارے میں ایجاد کیا۔ انہوں نے ائمہ کرام کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درود میں شریک کر ڈالا اور اس بات میں اماموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوی درجہ دے ڈالا۔

اس کے علاوہ اس میں بدعتیوں کی مشابہت بھی پائی جاتی ہے جس کی شریعت میں سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور ان کی مخالفت بھی ہم پر واجب ہے کیونکہ انہوں نے بھی اس چیز کا التزام کر ڈالا ہے۔

ہاں! البتہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و ازواج پر درود و سلام پڑھا گیا، اُس مقام پر درود و سلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تابع فرماں ہو کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر پڑھا جا سکتا ہے نہ کہ کسی کی طرف مخصوص کر کے۔

علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود جن لوگوں پر درود بھیجا وہ وہ درود (حقیقتاً) دعا کے قائم مقام ہے اور اس بات کی طرف آگاہی کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام تر ترحم کے ساتھ اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس درود میں تعظیم و تکریم مراد نہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور اس سلسلہ میں وہ اس آیت کریمہ سے بھی استدلال کرتے ہیں:

Marfat.com

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور: ٦٣]

''تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کرلو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہوتا ہے۔ تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اُن پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔''

ایسے ہی جو دعا نبی کریم ﷺ کے لیے کی جائے وہ دوسروں دعاؤں کی طرح نہیں ہونی چاہیے اور یہی صحیح بات ہے۔

اسی بات کو امام ابومظفر سفرائنی نے بیان کیا جو کہ مشائخ میں سے ہیں اور حضرت ابن عبدالبر بھی اسی کے قائل ہیں۔

فصل : ۸

روضۂ رسول (ﷺ) کی زیارت اور حاضری کی فضیلت کا بیان

نبی کریم ﷺ کے روضہ کی زیارت مسلمانوں کی سنت میں سے ہے۔ اس پر سب متفق ہیں اور سب ہی اس کی فضیلت کے بھی قائل ہیں اور اس بات کی طرف مسلمانوں کو ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔

۱۴۶۴ تا ۱۴۶۶...... حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری زیارت مدینہ میں حاضر ہو کر ثواب کی غرض سے کرے وہ میری پناہ میں آ گیا اور اس کا مرتبہ بلند ہو گیا اور روزِ قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے

Marfat.com

بعد جس نے میری زیارت کی وہ ایسا ہی ہے گویا کہ اُس نے زندگی ہی میں میری زیارت کی۔

حضرت امام مالکؒ تو اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم نے نبی ﷺ قبر کی زیارت کی تو اس بات کے کہنے کو مکروہ گردانتے تھے۔ لیکن امام مالکؒ کا اس سے کیا مطلب تھا اس بارے میں اختلاف ہے۔

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے آداب:

۱۴۶۷..... بعض نے بیان کیا کہ زیارت کے نام کی وجہ سے کراہت محسوس کرتے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل قبور کی زیارت کرنے والوں پر لعنت نازل فرماتا ہے۔ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

۱۴۶۸..... لیکن اس قول کو نبی کریم ﷺ کا اپنا ہی مندرجہ ذیل قول رد کر رہا ہے کہ میں قبل ازیں تو تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا لیکن اب کوئی حرج مانع نہیں۔ (مسلم)

۱۴۶۹..... نبی کریم ﷺ سے یہ قول بھی منقول ہے کہ "جس نے میری قبر کی زیارت کی" اس میں نبی کریم ﷺ سے خود زیارت کا لفظ منقول ہے۔

۱۴۷۰..... بعض حضرات نے کراہت کی توجیہ اس طرح کی کہ زائر مزور سے افضل ہے اس لیے کراہت پیدا ہونا یقینی ہے۔ یہ بات انصاف کے اصولوں کے مطابق نہیں کیونکہ ہر زائر تو اس صفت کا اہل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ کوئی مسلمہ قاعدہ کلیہ ہے کیونکہ اہل جنت کے لیے کہا گیا ہے کہ رب تعالیٰ کی زیارت فرمائیں گے (ترمذی' ابن ماجہ) کیونکہ لفظ زیارت کا اطلاق تو ذاتِ باری کے لیے بھی مستعمل ہے تو پھر نبی کریم ﷺ کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ابو عمرانؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے زیارت کے بارے میں جو کراہت کا فتویٰ دیا ہے اس کی ظاہری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ طواف اور زیارت نبی کریم ﷺ یہ الفاظ باہمی طور پر ایک جیسے ہیں اور ایسے الفاظ سے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے برابری کا تصور پیدا ہو سکتا تھا اس لیے انہوں نے اس کے استعمال کو مکروہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک سیدھے سادھے طریقے سے یہ کہا جائے کہ ہم نے نبی ﷺ پر سلام پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات

Marfat.com

بھی ہے کہ زیارت لوگوں میں مباح ہے اور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی طرف سواریوں کو لے جانا واجب ہے۔

واجب سے امام مالکؒ کی مراد استحباب اور ترغیب ہے نہ کہ فرضیت۔

۱۴۷۱ تا ۱۴۸۱...... امام مالکؒ کے نزدیک زیارت کا لفظ استعمال نہ کرنا اور اسے مکروہ کہنا نبی کریم ﷺ کی قبر کی نسبت کی وجہ سے ہے اس لیے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی ہے تو امام مالکؒ اسے مکروہ تصور نہیں کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان اقوام پر اللہ عزوجل کا سخت غضب نازل ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور ان کی جانب سجدہ ریز ہوتے ہیں۔''

امام مالکؒ نے فتنوں کی روک تھام کے لیے عملی مشابہت تو بڑی دور کی بات ہے لفظی مشابہت تک سے اجتناب کیا ہے اور اسی وجہ سے امت مسلمہ کو ایسے الفاظ کے استعمال کرنے سے بھی منع فرمادیا۔

اسحٰق بن ابراہیم فقیہ بیان کرتے ہیں کہ امت مسلمہ میں یہ طریقہ جاری وساری رہا ہے کہ جب وہ حج بیت اللہ سے فراغت حاصل کرتے ہیں تو مدینہ کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہو کر آتے ہیں۔ مسجد نبوی میں نمازوں کا ادا کرنا' نبی ﷺ کا روضہ اطہر' منبر مبارک' پاک مجلس اور جہاں جہاں نبی ﷺ کے ہاتھوں نے چھوا اور پیر مبارک قدم رنجہ ہوئے' وہ ستون جس سے نبی ﷺ نے ٹیک لگائی اور وہ جگہ جہاں آپؐ پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور ان لوگوں سے جو اس جگہ آباد ہیں اور صحابہ کرامؓ اور ائمہؒ کے مزارات کی زیارت سے برکت حاصل کرے۔ ان سب چیزوں سے دِل ونگاہ کو تقویت بخشے اور ان مقدس مقامات کا ادب واحترام ملحوظِ خاطر رکھے۔

ابن ابی فدیکؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعض علماء کرام سے سنا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب کھڑا ہو کر اس آیت کریمہ کی تلاوت کرے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم

Marfat.com

(بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔"

اس کے بعد "صل الله عليك يا محمد (ﷺ)" ستر مرتبہ کہے۔ اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے شخص! اللہ تیرے اوپر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ ایسے شخص کی حاجت روائی کی جاتی ہے اور اس کی کوئی حاجت ضائع نہ کی جائے گی۔

یزید بن ابو سعید مہری بیان کرتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں واپس آنے لگا تو میں نے اُن سے پوچھا: میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتلائیے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا: جب مدینہ حاضری ہو تو کوشش کرنا کہ پہلی ہی فرصت میں نبی کریم ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرنا۔

آپ کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ شام سے باقاعدہ قاصد بھیجا کرتے تھے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر جا کر اُن کا سلام پیش کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول کی زیارت کا طریقہ:

بعض علماء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے انسؓ کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہوتے۔ وہاں (کچھ دیر) ٹھہرتے۔ دیکھنے والوں تو یوں گمان کرنے لگتے کہ شاید انہوں نے نماز ادا کرنی شروع کر دی ہے۔ پھر سلام عرض کر کے واپس تشریف لے آتے۔

ابن وہبؒ سے مروی ہے کہ امام مالکؒ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے حضور جب سلام عرض کر چکو تو دعا کرو اور اس تمہارا رخ چہرۂ انور کی جانب ہونا چاہیے۔ اس وقت تمہاری سمت قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ قبر کی طرف ہو اور چاہیے کہ قبر مبارک کے قریب[1] تر ہو کر دعا کرے لیکن اپنے ہاتھوں سے قبر کو نہ چھوئے۔

---

[1] میں نے اپنے مدینہ یونیورسٹی کے دورِ طالب علمی میں (جس کو والد صاحب کی وفات کی وجہ سے درمیان ہی میں ترک کرنا پڑا) یہ بارہا دیکھا کہ لوگ دیوانے ہوئے جا رہے تھے کہ کسی طرح روضہ اقدس کے قریب ہو جائیں اور اس کوشش میں وہاں کی مقامی پولیس تو جو سلوک کرتی ہے سو کرتی ہے لوگوں کا اپنا جو حال ہو جاتا ہے شاید وہ تو ہمارے بیان کرنے سے عینی شاہدین کے ماسوا کسی کو یقین بھی نہ آئے۔ ہمارے خیال کے مطابق چھونا تو دور کی بات لوگوں کو دھکے دے کر، خواتین اور بچوں کو پیروں تلے روند کے قریب جانے میں نیکی تو کیا ملے گی البتہ یقین ہے کہ گناہوں میں اضافہ ہی کرے گا والله اعلم۔ (مترجم)

Marfat.com

امام موصوفؒ نے مبسوط میں تحریر کیا ہے کہ میں یہ قطعاً گوارانہیں کرتا کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس میں کھڑا ہو کر دعا نہ کرے' فقط سلام کرے اور واپس لوٹ جائے۔

ابن ابی ملیکہؒ بیان کرتے ہیں کہ قبر مبارک پر کھڑے ہونے والے کو چاہیے کہ اس قندیل کے عین نیچے کھڑا ہو جو قبر شریف کے اوپر ہے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ قبر شریف کے پاس سلام پڑھتے تھے۔ میں نے اُنہیں سو مرتبہ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سلام پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُن کی عادت تھی کہ قبر شریف کے قریب آتے اور کہتے:

"السلام علی النبی' السلام علٰی ابو بکر' السلام علٰی أبی' ثم ینصرف."

اس کے بعد وہ پلٹ جاتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ منبر کی اُس جگہ پر کھڑے ہوتے جہاں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر مل لیتے۔

ابن قُسیط اور عُتبی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ جب قبر مبارک کے قریب حاضر ہوتے تو مزار کے قریب انار کے درخت کی مانند جو گروہ سا بنا ہوا ہے اسے دائیں ہاتھ سے تھامتے' پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگنے میں مشغول ہو جاتے۔

اور مؤطا میں یحیٰی بن یحیٰی اللیثی سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہوتے۔ پھر نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ پر درود و سلام بھیجتے لیکن ابن القاسم اور قعنبی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے لیے دعا فرماتے۔

ابن وہب کی روایت میں ہے کہ امام مالکؒ نے بیان کیا کہ سلام پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ یوں کہے:

"السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته".

اور مبسوط میں ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ پر بھی سلام پڑھتے۔

Marfat.com

قاضی ابو الولید باجی نے بیان کیا ہے کہ میرے خیال میں نبی کریم ﷺ کے لیے لفظ صلوٰۃ سے دعاء مانگے اور اسی انداز میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے لیے بھی دعا مانگے۔

ابن حبیب بیان کرتے ہیں کہ جب مسجد نبوی (ﷺ) میں داخل ہو تو کہے:

"السلامُ علینا من ربنا، و صلی اللّٰہ و ملٰئکته علیٰ محمد، اللّٰھم! اغفرلی ذُنوبی وافتح لی أبواب رحمتك و جنتك، واحفظنی الشیطٰن الرجیم"۔

اس کے بعد ریاض الجنہ میں آئے۔ یہ وہ جگہ ہے جو منبر اور روضہ مبارک کے وسط میں واقع ہے۔ مزار میں حاضری سے قبل یہاں دو رکعات نماز ادا کرے۔ اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے اور جن تمناؤں اور آرزوؤں کو لے کر گھر سے روانہ ہوا ہے۔ ان کے پورا ہونے کے لیے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرے اور اللہ عزوجل کی مدد کا طلبگار رہو۔ اگر یہ دونوں رکعات مسجد نبوی میں ریاض الجنہ کے ماسوا کہیں اور بھی پڑھیں تب بھی اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن بہتر تو یہ ہے کہ یہ دو رکعات ریاض الجنہ ہی میں ادا کی جائیں۔

۱۴۸۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ ہے۔ (احمد)

ان دو رکعات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انتہائی تواضع اور انکسار اور انتہائی عزت والے طریقے کے ساتھ قبر مبارک پر حاضر ہو اور نبی کریم ﷺ کے حضور درود وسلام پیش کرے اور بارگاہِ رسالت میں جو بھی مناسب الفاظ زبانِ مبارک پر جاری ہوں وہ عرض کرے اور حضرات ابوبکر و عمرؓ کے لیے دعا کرے اور ان کی قبور پر بھی کھڑے ہو کر سلام پیش کرے۔ مسجد نبوی (ﷺ) کے قیام کے دوران درود شریف پڑھے اور جب بھی موقع میسر آئے تو مسجد قباء اور شہداء کے مزارات کی زیارت کرنا نہ بھولے۔

امام مالکؒ نے موطا میں بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت یا وہاں قیام کے دوران نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام کا ہدیہ ضرور پیش کرے۔ مدینہ منورہ سے

Marfat.com

جاتے وقت روضہ مبارک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرے اور مدینہ کے باشندے بھی اگر مدینہ سے باہر جائیں تو اُن کو بھی یہ اپنی عادت میں شامل کر لینا چاہیے۔

سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم مسجد نبوی (ﷺ) میں داخل ہو تو مجھ پر درود پیش کیا کرو اس کے بعد یہ دعا پڑھو:

((اللّٰھم اغفرلی ذنبوی وافتح لی ابواب رحمتك.))

''اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور مجھ پر رحمتوں کے دروازے کھول دے۔''

اور جب مسجد نبوی (ﷺ) سے باہر نکلنے لگے تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

((اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك.))

''اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور مجھ پر اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''

۱۴۸۴...... دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے نبی کریم ﷺ کے حضور سلام پیش کرے اور مذکورہ دعا پڑھے اور پھر مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا پڑھے:

((اللّٰھم اسألك من فضلك.))

''اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا طلبگار ہوں۔'' (ابوداؤد و مسلم)

۱۴۸۵...... دوسری روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان الفاظ کو اس طرح پڑھے:

((اللّٰھم احفظنی من الشیطٰن الرجیم.))

اے اللہ! مجھے شیطان مردود کے مکر فریب سے پناہ دے۔'' (ابن ماجہ)

محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کا تو یہ معمول بن چکا تھا کہ وہ جب بھی مسجد نبوی (ﷺ) میں داخل ہوتے تو یہ کہتے:

((صلی اللّٰہ و ملٰئکتہُ علیٰ محمدٍ' السلامُ علیکَ ایھا النبی ! و

Marfat.com

رحمة الله و برکاته' باسم الله دخلنا' وابسم الله خرجنا' و علی الله توکلنا.))

اور جب نکلا کرتے تو تب بھی یہی کہتے۔

۱۴۸۶......سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو ارشاد فرماتے:

((صلی الله علی محمد وسلم.)) [ترمذی' احمد]

۱۴۸۷ تا ۱۴۹۱......ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کرتے اور اس میں اللہ عزوجل کا نام لیتے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پڑھتے:

((بسم الله' والسلام علی رسول الله.)) [ابن ماجه' احمد]

ایک دوسرے راوی نے یوں بیان کیا کہ آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

((اللّٰهم افتح لی ابواب رحمتك و یسرلی ابواب رزقك.))

مسجد میں داخلے کے وقت کی ایک دُعا:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل[1] ہونے لگے تو اسے چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے اور کہے:

((اللّٰهم افتح لی......))

---

[1] یہاں یہ مناسب معلوم ہوا کہ کتب احادیث میں جو مسجد میں داخلے کی مسنون دعائیں ہیں وہ تحریر کر دی جائیں تا کہ قاری کسی خلفشار کا شکار نہ ہو۔[مترجم]

((اللّٰهم افتح لی ابواب رحمتك.))

''اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

(مسلم' ابوداوٗد' ابن ماجہ' ابن حبان' حاکم' ابن السنی)

((اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك.))

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت کر دیجئے اور اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کشادہ......=

Marfat.com

امام مالکؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ کے لیے تو یہ بات لازم نہیں کہ وہ روضہ رسول (ﷺ) کی حاضری کے موقع پر اور جب واپس ہونے لگے تو اُس وقت قبر شریف میں حاضر ہوں' یہ حکم اُن لوگوں کے لیے ہے جو مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے آئیں لیکن اگر مدینہ کا کوئی شخص مدینہ سے باہر جائے اور واپس آنے پر روضہ رسول پر حاضر ہو اور حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ کی جناب میں بھی ہدیہ وسلام پیش کرے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

ایک دفعہ امام مالکؒ سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ مدینہ کے رہنے والوں کا یہ معمول ہے کہ مدینہ سے جاتے وقت اور واپس مدینہ میں لوٹتے وقت بارگاہِ رسالت میں حاضری دیا کرتے ہیں یا اکثر جمعہ کے روز روضۂ رسول پر حاضر ہوتے ہیں یا دو' چار دن کے بعد تو ضرور ہی روضۂ رسول پر حاضری دیتے ہیں' درود وسلام عرض کر کے ایک گھڑی تو مصروفِ دعا رہتے ہیں۔ جب امام مالکؒ نے یہ بات سنی تو فرمایا: میں نے تو مدینہ کے کسی مقامی عالم سے ایسی کوئی روایت نہیں سنی اور میرے نزدیک تو ایسا کرنا کوئی ایسا بہتر عمل بھی نہیں اور جب تک پہلے والوں کے احوال درست نہ ہوں بعد والوں کے احوال کیسے درست ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی سفر کی نیت سے باہر جائے یا واپس آئے تو اُس کے لیے خیر جائز ہے' وگرنہ ایسا مستقل طور پر نہ کرے۔

ابن القاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ مدینہ سے نکلتے یا مدینہ کی حدود میں داخل ہوتے تو روضۂ رسول کے پاس جا کر سلام عرض کرتے۔ انہوں نے کہا کہ امامؒ کی آراء میں سے ایک رائے ایسی بھی بیان کی گئی ہے۔

باجیؒ بیان کرتے ہیں امام مالکؒ نے اہلِ مدینہ اور مسافروں کے درمیان فرق روا رکھا

......= کردیجئے۔ (ابن ماجہ' ترمذی' ابن ابی شیبہ' ابن خزیمہ)

((اعوذ باللہ العظیم و بوجھہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطن الرجیم.))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ بزرگ کی اور اس کی بزرگ تر ذات کی اور اس کی قدیم بادشاہت کی شیطان مردود سے۔'' (ابوداؤد)...... (حافظ)

Marfat.com

ہے کیونکہ مسافر تو آتے ہی روضۂ رسول پہ حاضری کی غرض سے ہیں اور رہی مدینہ کے مقامی لوگ کی بات تو وہ روضۂ رسول کی زیارت کے لیے نہیں آتے بلکہ اپنے گھر واپس آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانے دینا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ ایسی قوم پر اللہ عزوجل بہت زیادہ غضب نازل کرے گا جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا''

۱۴۹۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو عید نہ بنا ڈالنا۔''

(ابوداؤد،احمد)

احمد بن سعید الہندیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مدینہ کی زیارت کرنے والے کے لیے یہ لازم ہے کہ روضۂ رسول (ﷺ) پر ایسے طریقے سے مؤدب کھڑا ہو کہ نہ تو جالیوں کو ہاتھ لگا تا پھرے اور نہ ہی دیواروں سے لپٹے اور نہ ہی زیادہ دیر کھڑا ہو کہ یہ کام سوءادب شمار کیے جاتے ہیں۔

عُتبیہ میں مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی (ﷺ) میں حاضر ہو کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے سے پہلے دو رکعات نماز (تحیۃ المسجد) ادا کرے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے حضور درود وسلام پیش کرے۔ نفلوں کے پڑھنے کے لیے بہتر اور افضل جگہ مصلّٰی نبوی (ﷺ) اور وہ ستون ہے جو خوشبودار ہے۔

فرائض کے ادا کرتے وقت بہتر بات تو یہ ہے کہ اگلی صفوں میں نماز پڑھی جائے اور باہر والوں کے لیے تو نفل نماز بھی گھر سے بہتر یہ ہے کہ مسجد نبوی (ﷺ) ہی میں ادا کی جائے۔

فصل : ۹

مسجد نبوی (ﷺ) میں داخلے کے آداب

اس فصل میں مسجد نبوی اور حرم نبوی، روضۂ رسول (ﷺ)، قبر کی زیارت، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو جس شرف وعزت سے نوازا گیا ہے اس کا مختصراً تذکرہ کیا جائے

Marfat.com

گا۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجل نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ...... ﴾

[التوبة: ۱۰۸]

''جس مسجد کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں' اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

۱۴۹۳...... نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ مسجد کونسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری مسجد''۔

یہ قول ابن مسیب' زید بن ثابت' ابن عمر اور مالک بن انسؓ سے بھی مروی ہے۔

۱۴۹۴...... ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ کا مصداق مسجد قباء ہے۔

۱۴۹۵...... ہشام بن احمد نے مختلف راویوں کے ذریعہ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر نہ کرے۔ وہ تین مساجد یہ ہیں: ۱) مسجد نبوی' ۲) مسجد حرام اور ۳) مسجد اقصیٰ۔ (ابوداؤد' بخاری و مسلم)

اور مسجد میں داخلے کے وقت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے جو کچھ مروی ہیں وہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے۔

۱۴۹۶...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے:

((اعوذ باللّٰه العظيم' و بوجهه الكريم' و سلطانه القديم' من الشيطٰن الرجيم.)) [ابوداؤد]

۱۴۹۷...... امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں انتہائی بلند آواز سے بول رہا ہے۔ اُسے بلایا اور پوچھا: تو کس قبیلے سے ہے؟ اُس نے کہا: بنو ثقیف سے۔ فرمایا: اگر تم ان دو بستیوں کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں (کوڑوں کی) سزا دیتا کیونکہ ہماری مساجد میں آواز بلند

Marfat.com

نہیں کی جاتی۔ (بخاری)

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کو اس چیز کا حق حاصل نہیں کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کرے یا کوئی ایسی چیز کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جائے جس سے لوگوں کو نفرت محسوس ہوتی ہے یا وہ چیز لوگوں کے لیے تکلیف واذیت کا باعث ہو۔

اسی موضوع پر قاضی اسمٰعیل نے مبسوط میں "باب فضل مسجد النبی ﷺ" کے تحت تحریر کیا ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حکم فقط مسجد نبوی ہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام مساجد کے بارے میں یہی حکم ہے۔

قاضی اسمٰعیل بیان کرتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کرنا یا کسی کو پکارنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اس سے لوگوں کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ حکم (کسی ایک مسجد سے مخصوص نہیں) بلکہ یہ حکم تو تمام مساجد کے لیے ہے لیکن دُنیا میں دو مساجد ایسی بھی ہیں جو اس حکم سے مانع نہیں وہ ہیں: ۱) مسجد حرام اور ۲) مسجد منیٰ۔ یہاں چونکہ لوگ بلند آواز سے تلبیہ پکارتے ہیں اس لیے ان دونوں مساجد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

۱۴۹۸...... حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری مسجد (مسجد نبوی ﷺ) میں نماز ادا کرنے کا اَجر وثواب دوسری مساجد کے ثواب سے ہزار گنا زائد ہے' ماسواء مسجد حرام کے۔" (بخاری ومسلم)

قاضی ابوالفضلؒ بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد نبی (ﷺ) میں نمازوں کی فضیلت کے بارے میں علماء کرام کی متضاد آراء ہیں کہ مکہ میں افضل ہے یا مدینہ میں؟ اس سلسلہ میں امام مالکؒ کا ایک قول جو اشہب کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر دوسری مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام کے علاوہ ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ کیونکہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا مکہ میں نماز ادا کرنے سے کم افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ روای ہے:

۱۴۹۹...... حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کی نسبت سو درجہ بڑھ کر ہے۔ اس لحاظ سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنا نو سو درجہ افضل ہوئی اور دوسری

Marfat.com

مساجد کے مقابلے میں ہزار نماز کے برابر ہوئی۔

اس روایت کی بناء پر مدینہ مکہ سے افضل ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔

یہی قول حضرت عمر بن خطابؓ امام مالکؒ اور اکثر اہلِ مدینہ کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے۔

اہل کوفہ اور اہل مکہ، مکہ کی فضیلت کے قائل ہیں اور یہی قول عطاء، ابن وہب اور ابن حبیبؒ کا ہے اور یہ حضرات امام مالکؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور باجیؒ نے امام شافعیؒ سے بھی یونہی نقل کیا ہے اور امام شافعیؒ سے بھی یونہی منقول ہے اور حدیث مذکورہ کو اس کے ظاہری معنوں پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔ کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا سب سے افضل ہے۔

۱۵۰۰...... یہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام میں نماز ادا کرنا میری مسجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلہ میں سو درجہ زیادہ بہتر ہے۔ (احمد)

حضرت قتادہ کی روایت بھی تقریباً انہی الفاظ سے ملتی جلتی ہے۔

مسجد نبوی (ﷺ) کی فضیلت:

لیکن اکثر علماء کرام نے یہ لکھا ہے کہ حرم مکہ میں نماز ادا کرنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

اس بات میں تو کوئی بھی اختلاف نہیں کر سکتا اور اس معاملہ میں سب لوگوں کا اتفاق بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آرام گاہ دُنیا کی تمام جگہوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

قاضی ابوالولید باجیؒ بیان کرتے ہیں کہ حدیث کا مقتضاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام دوسری تمام مساجد کے مقابلہ میں مختلف ہے اور اس سے وہ حکم ہرگز نہیں پتہ چلتا جو مسجد نبوی کے لیے ہے۔

امام طحاویؒ بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام کی فضیلت صرف فرض نمازوں کے لیے ہے۔

مطوف کا کہنا یہ ہے کہ فضیلت فرائض ہی میں نہیں بلکہ نوافل میں بھی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں جمعہ ادا کرنا دیگر جگہوں کے جمعہ سے اور رمضان المبارک دیگر جگہوں پہ رمضان المبارک گزارنے سے بہت زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

Marfat.com

۱۵۰۱......عبدالرزاق سے ایک حدیث منقول ہے جس میں مدینہ طیبہ میں رمضان المبارک گزارنے اور دوسری عبادتیں کرنے پر فضیلت ظاہر کر رہا ہے۔

۱۵۰۲......نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے گھر اور منبر کا درمیانی خطہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۰۳......حضرت ابو ہریرہ سے بھی انہی الفاظ سے مروی ہے اس میں اتنا زائد ہے کہ "میرا منبر میرے حوض پر ہے۔" (بخاری و مسلم)

۱۵۰۴......ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ میرا منبر جنت کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔

طبری نے بیان کیا کہ اس کے دو معنی ہیں:

۱۵۰۵......ایک تو یہ کہ گھر سے مراد آپ ﷺ کے رہنے کا گھر ہے گو کہ ایک روایت میں حجرہ اور منبر کے الفاظ ہیں۔ (احمد)

۱۵۰۶...... دوسرے معنی یہ بیان کیے کہ گھر سے مراد نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ یہ قول زید بن اسلم کا ہے کیونکہ ان کی روایت میں حجرہ اور منبر کے الفاظ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کی درمیان جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔

ان روایات میں صاحب طبری نے یوں مطابقت کرنے کی کوشش کی کہ فرمایا حدیث کو دو معنی پر محمول کرنے کی مجھے تو کوئی ضرورت دکھائی نہیں دیتی کیونکہ نبی کریم ﷺ اسی حجرہ میں ہے جو نبی کریم ﷺ کی قیام گاہ تھی۔ لہٰذا ان دونوں معانی میں تاویل کرنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

نبی کریم ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اس کے ایک معنی تو وہ ہوسکتے ہیں جو اس سے ظاہر ہو رہے ہیں اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک منبر حوض پر بھی ہے۔

اس کے علاوہ ایک تیسری توجیہ بھی کی جاسکتی ہے کہ اس سے مجازی معنی مراد ہوں کہ منبر

Marfat.com

رسول ﷺ کے قریب ہی نیک اعمال کرنا حوض کوثر پر حاضری کا موجب ہوگا اور یہی اعمال خیر حوض کے پانی سے استفادہ کا سبب بن جائیں گے۔

باجیؒ فرماتے ہیں کہ:

((روضة من رياض الجنة.))

سے دو معنی کا احتمال ہو سکتا ہے:

① یہ کہ یہ جنت میں داخلے کا سبب بن سکتا ہے۔

② اس زمین کے ٹکڑے پر نماز ادا کرنا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرنا جنت کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ:

۱۵۰۷...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

(بخاری و مسلم)

داؤدی کا کہنا ہے کہ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس ''ٹکڑا زمین'' کو اُٹھا کر ایسے ہی جنت میں نصب کر دیا جائے گا۔

۱۵۰۸...... حضرت ابن عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سختیوں اور مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع و شاہد ہوں گا۔ (مسلم)

۱۵۰۹...... اور جو شخص مدینہ طیبہ کی سختیوں پر صبر نہ کر سکا اور یہاں سے بھاگ نکلا۔ کاش کہ وہ جان سکتا کہ آخر کار تو مدینہ ہی اُس کے لیے بہتر ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۵۱۰...... اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ تو ایک بھٹی کی مانند ہے جیسے بھٹی دھات کو میل کچیل سے صاف کر کے شفا کر دیتا ہے ایسے ہی مدینہ بھی ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۵۱۱...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مدینہ سے اپنی خوشی اور پسند سے نہیں نکلے گا لیکن باوجود اس کے کسی نے ایسا کیا تو اللہ مدینہ کو اس سے (اچھا) نعم البدل عطا کر دے گا۔ (مسلم)

Marfat.com

۱۵۱۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج و عمرہ کے دوران مر گیا اللہ تعالیٰ روز قیامت اُسے اس حالت میں اٹھائے گا کہ اُس پر نہ تو کوئی حساب ہوگا' نہ اس پر کوئی عذاب۔

۱۵۱۳...... ایک اور روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے دن امن پانے والوں میں اٹھایا جائے گا۔

۱۵۱۴...... حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس سے یہ ہو سکے کہ اُس کی موت مدینہ میں آئے اُسے چاہیے کہ مدینہ میں ہی مرنا پسند کرے کیونکہ میں ایسے شخص کے لیے شفاعت کروں گا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (۹۶)﴾

[آلِ عمران: ۹۶' ۹۷]

''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دُنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے۔ جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے' اس میں جو آ جائے امن والا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دُنیا سے بے پرواہ ہے۔''

بعض مفسرین کرام کہتے ہیں کہ ﴿ءَامِنًا﴾ ''وہ دوزخ کی آگ میں رہے گا''۔

بعض نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہو کر حرم پاک میں آ جاتا تو وہ امان میں آ جاتا تھا۔ ان کے نزدیک اللہ عزوجل کا قول:

﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا﴾ [البقرہ: ۱۲۵]

''ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے ثواب اور امن و امان کی جگہ بنائی' تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کر لو' ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع' سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

کا مطلب بھی یہی ہے۔

Marfat.com

تین حج کرنے والے کی خصوصیات:

کہا جاتا ہے کہ مُنستیر میں سعدون خولانی کے پاس کچھ حضرات آئے اور کہنے لگے کہ قبیلہ کنانہ کے کچھ لوگوں نے ایک شخص کو قتل کر کے اس کی لاش کو جلا دیا ہے اور اس کی لاش تمام رات جلتی رہی لیکن اس کے بدن پر آگ کا کوئی اثر نہیں اور وہ شخص تو اُسی طرح گورا چٹا رہا ہے۔ خولانی نے ان کی بات سن کر کہا کیا اس نے تین حج کیے تھے؟ لوگوں نے جواب دیا' ہاں! واقعی اُس نے تو تین ہی حج کیے ہوئے تھے۔

خولانی کہنے لگے میں نے سنا ہے کہ جس نے تین حج کیے ہوں وہ ان خصوصیات کا حامل ہوتا ہے کہ:

① پہلا حج اس نے اپنے اوپر عائد فرض کو ادا کر ڈالا۔
② دوسرا اس شخص نے ربّ تعالیٰ کو قرض دیا۔
③ تیسرا حج کر کے اُس نے اپنے جسم کو آگ سے محفوظ کر لیا کیونکہ اللہ عزوجل نے تین حج کرنے والے کے جسم پر آگ کو حرام کر ڈالا۔

۱۵۱۵...... نبی کریم ﷺ کی نظر مبارک جب خانہ کعبہ کی طرف پڑتی تو آپ ﷺ فرماتے: مرحبا! اے خانہ کعبہ...... تجھے اللہ عزوجل کی جانب منسوب ہونے کی وجہ سے عظمت حاصل ہوگئی ہے۔ تجھے (بے حد) عزت واحترام حاصل ہو گیا۔

(ترمذی)

۱۵۱۶......ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حجر اسود کے قریب کھڑے ہو کر اللہ عزوجل کے حضور دست بدعا ہوگا اس کی دعا ضرور شرف قبولیت پائے گی۔ ایسے ہی "مِیزاب" (خانہ کعبہ کا پرنالہ) کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کرنے والے کی دعا بھی شرفِ قبولیت پا لیتی ہے۔

۱۵۱۷...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعات ادا کیں' اُس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھایا جائے گا۔

Marfat.com

ملتزم کے قریب مانگی گئی دُعا کبھی رَد نہیں کی جاتی:

1518...... حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ملتزم کے پاس جو دعا بھی کی وہ ضرور مقبول و مستجاب ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ ارشاد سننے کے بعد ملتزم کے قریب جو بھی دعا مانگی وہ ضرور قبول ہوئی۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت سنی تو اس کو آزمایا اور میں نے تو جو بھی دعا ملتزم کے قریب ہو کر مانگی وہ ضرور بہ ضرور مقبول ہوئی۔

حُمیدی نے بیان کیا کہ میں نے جب سے حضرت سفیان سے یہ مقولہ سنا کہ ملتزم کے قریب کی ہوئی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے اس کے بعد سے میں نے تو یہ اپنا معمول ہی بنا لیا ہے کہ ہر دعا ملتزم کے قریب ہو کر کرتا اور میرے تجربے نے اس چیز کو ثابت کر دیا کہ اس جگہ کی ہوئی دعا ضرور مقبول و مستجب ہوتی ہے۔

محمد بن ادریسؒ بھی ایسے ہی بیان کرتے ہیں۔

ابوالحسن، محمد بن الحسن نے بھی بیان کیا کہ میں نے بھی اس پر عمل کیا تو اس کو بعینہٖ پایا۔

ابو اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے تو یاد نہیں کہ حسن بن رشیق نے اس بارے میں مَیں نے قبل ازیں کچھ سنا ہو لیکن غالباً انہی سے سن کر میں نے جب بھی ملتزم کے پاس اپنے کسی دنیاوی معاملے کے بارے میں دعا کی وہ دعا ضرور قبول ہوئی۔ اس لیے مجھے تو یہ اُمید بندھ چلی ہے کہ آخرت کے معاملات کے بارے میں بھی میں نے جو دعائیں ملتزم کے پاس ہو کر کی ہیں وہ ضرور مقبول ہوئی ہوں گی۔

عذری بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے ابو اسامہ سے اس بابت سنا تو ملتزم کے پاس دعا کرنے گیا تو وہ ضرور قبول ہوگئی۔

ابو علی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ملتزم کے پاس بہت سی باتوں کے لیے دعا کی' ان میں سے اکثر دعائیں قبول بھی ہوگئیں اور مجھے اُمید بندھ چلی ہے کہ جو دعائیں باقی تھیں (آخرت کے لیے کی تھیں) وہ بھی ضرور قبول ہوگئی ہوں گی۔

Marfat.com

قاضی ابوالفضل ''(مصنف کتاب) نے بیان کیا کہ میں نے اس فصل میں جو نکات پیش کیے ہیں وہ تو فقط چیدہ چیدہ ہی ہیں اگرچہ وہ بعینہٖ اس موضوع سے متعلقہ تو نہ تھے لیکن ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح تو اس سبق سے پیوست کیا ہی جا سکتا ہے' اس لیے محض ناظرین کے فائدہ کی خاطر ان کو نقل کر دیا۔ اللہ عزوجل حق بات کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

﴿تیسرا باب﴾

اِن اُمور کے بارے میں جو نبی ﷺ کے لیے واجب ہیں

اس میں بتایا جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کی کونسی ایسی صفات ہیں جو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے لیے واجب ہیں اور کونسی ایسی محال باتیں نبی کریم ﷺ کے لیے جائز ہیں اور ان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا درست ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ...... ﴾ [آلِ عمران: ۱۴۴]

''(حضرت) محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں' ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں' کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں' تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا' عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔''

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ...... ﴾

[المائدة: ۷۵]

''مسیح ابن مریم سوا پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں' اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں اس کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے' آپ دیکھئے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے ہیں پھر

Marfat.com

غور کیجئے کہ کس طرح وہ پھرے جاتے ہیں۔''

ایک اور موقعہ پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ......﴾ [الفرقان: ۲۰]

''ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا' کیا تم صبر کرو گے؟ تیرے ربّ سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ......﴾ [الکہف: ۱۱۰]

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے' تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اُسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

اللہ عزوجل نے جو یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائی ہیں اگر ان پر سرسری سا غور بھی کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے اور انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ لوگ نہ تو ان سے مقابلہ کرنے کی تاب رکھتے اور نہ ہی ان کی باتیں کو قبول کرتے اور نہ ہی ان سے میل جول رکھتے۔

اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا﴾ [الأنعام: ۹]

''اور اگر ہم اس فرشتہ کو تجویز کرتے ہیں تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں۔''

یعنی یہ کہ وہ بھی انسانوں کی صورت میں ہوتا جس سے تم کلام کرتے اور اس سے تمہارا میل جول ہوتا کیونکہ نہ تو تم فرشتہ سے مقابلہ کرنے کی اپنے اندر سکت رکھتے ہو اور نہ ہی ان سے گفتگو کر سکتے ہو۔

Marfat.com

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ ...... ﴿۹۵﴾﴾

[الاسراء: ۹۵]

''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

اللہ عزوجل کی یہ سنت جاریہ ہے کہ جس قوم میں کسی ہادی کو مبعوث کیا جائے وہ انہی کی جنس میں سے ہو یا وہ اس خصوصیت کا حامل ہو جسے اللہ عزوجل نے رسالت کے لیے منتخب کیا ہو اور اس کو پوری طرح اس قوم سے اختلاط کی قوت عطا کر دیتا ہے جیسے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کہ وہ انسانوں اور اللہ عزوجل کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہیں اور وہ مخلوق الٰہی تک اللہ عزوجل کے احکام اس کے وعدے اور تنبیہات پہنچاتے ہیں۔ انسانوں کو ان باتوں کا بتاتے ہیں جنہیں وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔ یعنی اس کا حکم اللہ کا جلال اللہ عزوجل کا غلبہ اس کی عزت و حرمت کی تعلیم ارشاد فرماتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا ظاہر ان کے اجسام اور ان کی ہیئت ترکیبی انسانی اوصاف سے متصف ہوتی ہے اور وہ عوارض جو انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں مثلاً موت بیماری فنا وغیرہ وہ انہیں بھی لاحق ہوتے ہیں لیکن ان کی ارواح اور اندرونی حالات اعلیٰ درجے کے انسانی اوصاف سے لبریز ہوتے ہیں۔ وہ ملاء اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ عام انسانوں جیسا عجز اور انسانی ضعف ان کے اندر تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ اگر ظاہری بشری احوال کے مطابق اُن کے باطنی احوال بھی ہوتے تو ان حضرات کے لیے دوسروں کی طرح یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ فرشتوں سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکتے اور ان سے بات چیت کے ذریعہ ہم تک اللہ عزوجل کے احکام پہنچا سکتے۔

اور اس کے برعکس اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام ظاہری طور پر انسانوں کے برخلاف ہوتے اور فرشتوں سے مشابہت رکھتے تو کچھ ایسی کیفیت برپا ہو جاتی کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اس مخلوق کی جانب مبعوث کیے گئے ان کے ساتھ نہ تو ان حضرات کی مخالطت ہوتی اور نہ ہی

Marfat.com

مواظبت اور آپس میں بالکل بھی انسیت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی تائید ماقبل والی آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

بطورِ خلاصہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اور ظاہری اعتبار سے تو انسانوں ہی کے مشابہ و مماثل ہوتے ہیں کہ روحانی اور باطنی طور پر ملائکہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۵۱۹ تا ۱۵۲۱...... میں اگر کسی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو بے شک ابوبکرؓ کو بناتا لیکن ابوبکرؓ سے تو اسلام کی بھائی بندی ہے اور تمہارا ساتھی (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اللہ عزوجل کا دوست ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیند کی حالت میں بظاہر تو میری آنکھیں سوئی ہوتی ہیں لیکن میرا قلب اس حالت میں بھی بیدار ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں۔ میری کیفیت تو یہ کہ میں دن اس طرح پورا کرتا ہوں کہ میرا ربّ ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا بھی ہے۔

خلاصۂ کلام:

ان تمام ارشاتِ ربانیہ و نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اگر خلاصہ پیش کیا جائے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے باطن آفات سے پاک اور عیوب و نقائص سے مبرّا ہیں اور یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ ہر آدمی اسے آسانی سے سمجھ بھی نہیں سکتا بلکہ اکثر حضرات کو تو اس کے لیے بڑی شرح و بسط سے بات سمجھانی پڑتی ہے۔

ہم اللہ عزوجل کی توفیق سے اس کے بعد والے دو ابواب میں کسی قدر (مفصلاً) اس مضمون کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑا سہارا ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

Marfat.com

الباب الاول

امورِ دینیہ اور عصمتِ انبیاء علیہم السلام

قاضی ابوالفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] بیان کرتے ہیں کہ جان رکھو! انسان پر جو بھی مصائب اور تغیرات ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ اس کے جسم اور حواس پر بغیر اس کے قصد وارادہ کے ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن یہ سارے تغیرات اور کیفیات جو انسان پر طاری ہوتے ہیں یہ دو کیفیات سے خالی نہیں:

مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ ان عادات کی تقسیم تین طرح پر کرتے ہیں:

۱) عقدِ قلبی، ۲) قولِ لسانی، ۳) عمل جسمانی۔

① یا تو یہ کیفیات جو جسم انسانی پر ظاہر ہو رہے ہیں بلا قصد وارادہ ہوں گے مثلاً بیماری یا کوئی دوسری آفت وغیرہ۔

② یا ان حالات وکیفیات کے پیش نظر اُن کے آنے میں اپنے عمل وارادہ کا بھی عمل دخل ہو سکتا ہے۔

لیکن اس بات پر تو براہین قاطع قائم ہو چکی ہیں اور اجماع ہے کہ اس معاملے میں آپ ﷺ عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں اور آپ ﷺ بہت سی آفات سے پاک ہیں جو اختیاری یا غیر اختیاری طور پر ظہور پذیر ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب ہی بیان کریں گے اور اس کی تفصیل بتائیں گے۔

فصل : ۱

نبی کریم ﷺ کا عقد بالقلب

جان رکھو! (اللہ عزوجل ہمیں اور تمہیں نیک توفیق سے سرفراز فرمائے) کہ نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک میں توحید کا علم، اللہ عزوجل کی صفات کا علم اور ذاتِ باری کے علاوہ وحی الٰہی پر

[1] عربی متن ہی میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اس لیے میں تو فقط ترجمہ ہی کر سکتا ہوں۔ (مترجم)

Marfat.com

بھی پورا عبور، ان کی معرفت، واضح علم اور یقین کامل حاصل تھا۔ ان میں نہ تو کسی طرح کا اخفاء تھا اور نہ ہی کسی قسم کا شک وشبہ باقی تھا۔ علاوہ ازیں اس معرفت و یقین میں ہر قسم کی مخالفت سے آپ ﷺ مبرّا کر دیئے گئے تھے اور آپ ﷺ ہر اُس چیز سے معصوم ہیں جو اس معرفت و یقین کے عمل کے برعکس ہو۔ یہ ایسی بات ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا اور دلائل سے بھی یہ اَمر واضح ہو چکا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے عقائد میں تو اس کے ماسوا کچھ ہوتا ہی نہیں اور اس اعتقاد پر جو ہم نے ذکر کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے اعتراض روا رکھنے کی کوئی حاجت نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ﴾ [البقرہ: ۲۶۰]

''لیکن میرے دِل کی تسکین ہو جائے گی۔''

ابراہیم علیہ السلام کو اس بابت تو بالکل بھی شک وتردد نہ تھا کہ اللہ عزوجل مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا البتہ ابراہیم علیہ السلام اپنے دِل کو مزید اطمینان دلانے کے لیے یہ دیکھنا چاہتے تھے اور اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کے خواہش مند تھے تو تنازعہ کا ہی خاتم ہو جائے اور اگر کوئی منازعت کرے تو اس سے کہہ سکیں۔

اوّل وجہ:

حقیقتاً ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کے بابت علم قطعی تو پہلے ہی سے حاصل ہو چکا تھا، انہوں نے تو فقط یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اس کے ماسوا جو علم ہے یعنی کیفیت اور مشاہدے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بھی حاصل ہو جائے۔

دوم وجہ:

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام اس چیز کو بھی جاننے کے خواہش مند تھے کہ ان کا مرتبہ اللہ عزوجل کے ہاں کتنا بلند واعلیٰ ہے اور چاہتے تھے کہ اس چیز کا پتہ لگائیں کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اُن کا سوال کرنا کیسی مقبولیت کا درجہ پاتا ہے؟ اور میری عرضداشت قبولیت کی بابت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ﴾ [البقرہ: ۲۶۰]

''اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟''

اللہ عزوجل کا اس کہنے سے یہ مطلب ہے کہ اے ابراہیم کیا آپ کو اپنے منصب اور خلعت نبوت پہ یقین کامل نہیں جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے اور وہ اعزاز جو آپ علیہ السلام کو ہماری بارگاہ میں نصیب ہو چکا ہے۔

سوم وجہ:

تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے یقین میں بڑھوتری اور اپنے اطمینان کو مزید ''اطمینان بخش'' اور مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی خاطر یہ سوال کر رہے تھے۔ شک تو انہیں اس سے قبل بھی کوئی نہیں تھا لیکن وہ یہ بات بھی جانتے تھے کہ مشاہدہ کا علم اور علومِ ضروریہ خود انسان کی اپنی قوت سے بھی تقویت پاتے رہتے ہیں اور اگر چہ علوم ضروریہ پر شکوک کا جاری ہونا محال ہے تب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نظر اور خبر سے مشاہدہ تک اور علم الیقین سے عین الیقین تک جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا کیونکہ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اسی بناء پر حضرت سہل بن عبداللہ نے بیان فرمایا کہ:

> ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا اس واسطے کی تھی کہ اللہ میری نظروں کے سامنے سے حجابات ہٹا ڈال تا کہ نورِ یقین کے ساتھ مجھے اپنی موجودہ حالت پر یقین مزید حاصل ہو پائے۔''

چہارم وجہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال کرنا اس لیے بھی تھا کہ اس مشاہدہ سے مشرکین پر حجت قائم ہو جائے کہ اللہ عزوجل اس طرح موت طاری کر دیتا ہے اور اس طرح حیات (دوبارہ) بخش دیتا ہے تا کہ یہ حجت واضح طور پر قائم ہو جائے۔

پنجم وجہ:

بعض علماء کرام کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال ادب کے طور پر تھا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل سے احیاء موتی کی صلاحیت حاصل کرنا چاہتے تھے کہ تا کہ اس

Marfat.com

سے اُن کے دِل کو مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔

ششم وجہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (غالبًا) اپنے نفس سے شک کا اظہار کیا حالانکہ (حقیقتاً) تو یہ شک تھا ہی نہیں بلکہ اس شک نے تو مزید قرب کے دروازے وا کر دیئے۔

۱۵۲۲...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس معاملہ میں شک کرنے کے بارے میں جناب ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ تو ہم مستحق ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شک کی نفی اور قلوب سے ضعیف خطرات کا رفع کرنا مقصود ہے تاکہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی بابت کوئی یہ زبانِ طعن دراز نہ کر سکے کہ ہمارے ذہن میں اُن کی بابت ایسے اوہام وارد ہو رہے ہیں اور کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس بابت شک کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ بعثت اور احیاء موتی دونوں پر ہمیں یقین کامل ہے۔ سو اگر ابراہیم علیہ السلام اس بارے میں شک کرتے تو ہم تو بالاولیٰ شک کرتے۔ یہاں اس بات کا احتمال بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہنا بطورِ ادب ہو اور یہ بات بھی توجہ کے قابل ہے کہ لفظ ''ہم'' سے امت کے اُن افراد کو مراد لیا جائے جن پر شک کا اجراء کیا جانا ممکن ہے اور اس کی ایک توجیہ ایسے بھی کی جا سکتی ہے کہ آپ کا یہ قول ازراہِ تواضع یا بطورِ شفقت کے تھا۔ لیکن یہ تمام معانی اُسی صورت میں محمول کیے جا سکتے ہیں جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی خواہش کو اُن کے حال کی آزمائش اور یقین کی زیادتی پر محمول کیا جائے۔

اب آپ یہ پوچھیں گے کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوا:

﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ...... ﴿٩٤﴾﴾

[یونس: ٩٤، ٩٥]

''پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھیے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے ربّ کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں ﴿٩٤﴾ اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا' کہیں آپ خسارہ پانے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلقہ کسی قسم کے شک کو پاس نہ آنے دیا جائے:

ہمیں اپنے دِلوں میں یہاں پر شکوک وشبہات کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دینا چاہیے۔ اللہ تمہارے دِلوں کو ثابت قدم رکھے اور خطرہ ہمارے قریب بھی نہ پھٹکے' جس کا ذکر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے بعض مفسرین نے کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی میں شک تھا اور وہ اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہر حال انسان ہی تھے۔

۱۵۲۳...... بلکہ حضرت ابن عباسؓ نے تو یہ فرمایا: نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں کسی نازل شدہ امر پر شک پیدا ہوا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اس بابت کچھ دریافت فرمایا۔

۱۵۲۴......قتادہ سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو میں شک کرتا ہوں اور نہ کسی سے دریافت کرتا ہوں اور مفسرین کی اکثریت نے جناب قتادہ کے قول کی تائید کی ہے۔

ہاں! البتہ مفسرین کے ہاں اس آیت کی مختلف تشریحات ضرور مذکور ہیں۔ چنانچہ بعض اس آیت کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! شک کرنے والوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں شک ہے تو ان سے دریافت کرو جو آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ...... ﴾

(یونس: ۱۰۴)

"آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں! اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے نہیں بلکہ اہلِ عرب کو مخاطب کیا گیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا:

Marfat.com

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾﴾

[الزمر: ۶۵]

''اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔''

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں خطاب تو اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کیا گیا (اور کیا بھی جانا تھا) لیکن اصل مخاطب تو بہر حال دوسرے ہی ہیں۔

اسی کے مثل اللہ عز وجل کا ایک اور قول ہے:

﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ ......﴾ [ھود: ۱۰۹]

''اس لیے آپ ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہیں جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں' ان کی پوجا تو اس طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی۔ ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کمی کے دینے والے ہی ہیں۔''

اس سلسلے میں اور بھی بہت سی نظیریں قرآن میں ملتی ہیں۔

بکر بن علاء بیان کرتے ہیں کہ کیا آپ نے قرآن میں اللہ عز وجل کا یہ فرمانِ مبارک نہیں پڑھا:

﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ...... ﴿۹۵﴾﴾ [یونس: ۹۵]

''اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا' کہیں آپ خسارہ پانے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔''

اگر ہم حقیقت دیکھے تو وہ تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دین حق کی طرف لوگوں کو بلا رہے تھے لوگ تو مسلسل اُس کو جھٹلا رہے تھے اور اس کی تکذیب کر رہے تھے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُن مکذبین کی تائید فرمادیں اور یہی ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ آیاتِ مذکورہ میں گو خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے مگر اصل میں مخاطب دوسرے (منکرین) لوگ ہیں۔

اسی کے مثل اس آیت پہ غور کریں (تو حقیقتِ حال مزید واضح ہو جائے گی)۔

Marfat.com

﴿الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ [الفرقان: ۵۹]

''وہ رحمٰن ہے آپ اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لیں۔''

اس میں بھی گو کہ (بظاہر) خطاب نبی کریم ﷺ ہی سے ہے لیکن مخاطب تو آپ ﷺ کے غیر ہی ہیں اور اُن سے کہا جارہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بابت نبی کریم ﷺ سے پوچھو کیونکہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تو علم وخبر رکھنے والی ہے نہ کہ سوال کرنے والی۔

بعض حضرات نے بیان کیا اس سلسلہ میں کہ یہ شک وتردد جس کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے ماسوا اُن لوگوں سے پوچھا جارہا ہے جو کتاب میں ان لوگوں کے متعلق پڑھتے رہتے ہیں جن کا تعلق گزشتہ زمانے سے ہے کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ وہ بغیر توحید کے عقیدہ کے ہیں۔

اِسی طرح اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ...... ﴿۴۵﴾﴾ [الزخرف: ۴۵]

''اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟''

اس آیت مبارکہ میں بھی مشرکین ہی کو مخاطب کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر تو یونہی لگتا ہے کہ مخاطب نبی کریم ﷺ کو کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے پوچھیں۔ یہ مکی نے بیان کیا ہے۔

بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے تو ان پیغمبروں کی بابت پوچھیں جنہیں آپ ﷺ سے قبل مبعوث کیا گیا۔ اس مقام پر حرفِ جر کو حذف کر کے کلام کو مکمل کردیا گیا ہے اس کے بعد کلام کی ابتداء یوں کی گئی:

''کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟''

اس آیت مبارکہ میں اس جملہ انکاری ہے۔ یعنی یہ ہم نے نہیں کیا۔ یہ روایت مکی کی ہے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ دیگر انبیائے کرام ومرسلین سے (دریافت کریں) لیکن اللہ عزوجل کی شانِ ربوبیت

Marfat.com

اور اس کی توحید کامل پہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پختہ اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

۱۵۲۵.....بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کسی سے نہیں پوچھوں گا' میرا یقین ہی مجھے کفایت کرتا ہے۔'' یہ قول ابن زید کا ہے۔

ہر قوم کو شرک سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے:

بعض کا بیان ہے کہ اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد کیا جارہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان قوموں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گزر چکیں دریافت فرمائیں کہ وہ بغیر عقیدۂ توحید کے ہیں؟ یہ قول مجاہد' سدی' ضحاک اور قتادہ کا ہے اور اس کا مقصد فقط یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس چیز کو واضح کر دیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء کرام گزرے تو بھی اسی عقیدۂ توحید کے علمبردار تھے' جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ نے تو کبھی کسی قوم کو اس چیز کی اجازت نہیں دی کہ وہ شرک کرتے پھریں۔ اس سے اللہ عزوجل نے اُن مشرکین کا رد بھی فرمادیا جو یہ کہتے تھے کہ ہم تو فقط اس واسطے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ عزوجل کا قرب عنایت کر دے گے۔

ایسا ہی ہے اللہ عزوجل کا یہ قول:

﴿وَالَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ......﴾

[الأنعام: ۱۱۴]

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجی گئی ہے' سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔''

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہورہا ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں تو شک کرتے ہیں لیکن زبان سے اس کے اظہار کی اپنے اندر قدرت نہیں پاتے۔ اس آیت مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شک وتردد کا مفہوم تو کہیں سے بھی نہیں نکلتا اور پہلی آیتوں میں اس کا ذکر بھی کیا جاچکا ہے۔

Marfat.com

اس جگہ پر غور طلب بات تو یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کا مفہوم بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے جس طرح کہ ہم نے اس سے قبل کی آیات کی تفہیم آپ کو کرائی ہے اور بتایا ہے کہ مخاطب تو بہر حال نبی کریم ﷺ ہی ہیں لیکن آپ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ اے شک و تردد کرنے والو! تم شک و تردد کا شکار نہ ہو۔ دلیل اس کی یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ......﴾

[الأنعام: ١١٤]

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجی گئی ہے' سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔''

اس طریقے سے نبی کریم ﷺ دوسروں کو تبلیغ و تلقین فرما رہے ہیں۔

بعض اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ یہ تو تقریر و بیان ہے اور اس کی تائید آیت قرآنی سے ملتی ہے جس میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ:

﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ......﴾

[المائدة: ١١٦]

''کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو! عیسیٰ (علیہ السلام) عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں' مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں' اگر میں نے کہا ہو گا تو تجھ کو اس کا علم ہو گا۔ تو تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔''

اللہ عزوجل تو یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بات نہیں فرمائی تھی۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام توحید کی بابت کسی شک میں کبھی مبتلا نہیں ہو سکتے:

بعض علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں شک کی جو نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس کا مطلب فقط یہ ہے کہ آپ ﷺ تو کسی قسم کے شک واوہام میں مبتلا نہیں البتہ آپ ﷺ اپنے اطمینان قلب اور علم ویقین میں بڑھوتری کی خاطر ان لوگوں کی بابت مجھ سے پوچھیے جو آپ ﷺ سے قبل نبی اور رسول بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جو عظمت اور شرف حاصل ہے وہ میں نے عطا کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کو اپنے اس شرف کی بابت شک ہو تو آپ ﷺ ان فضائل کی بابت (پہلے والی قوموں سے) دریافت کیجیے جو اس سے قبل نازل کی گئی کتابوں میں میں نے بیان کر دیئے تھے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اپنے غیر سے اس بارے میں شک ہے جو ہم نے نازل کیا ہے۔

جو چیز علماء کی شان کے خلاف ہو وہ بھلا کبھی انبیاء علیہم السلام پہ صادق آسکتا ہے:

اب اس جگہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اقوال کی روشنی میں پھر اس آیت مبارکہ کے معنی کیا ہوں گے؟

﴿حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ......﴾

[یوسف: ۱۱۰]

''یہاں تک کہ جب رسول نا اُمید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا' فوراً ہی ہماری مدد اُن کے پاس آپہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی۔ بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گناہ گاروں سے واپس نہیں کیا جاتا۔''

پیغمبر سے وعدے کر کے منافقین اپنی بات سے پھر جاتے تھے:

اس کی تفہیم کے لیے تو امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کفایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی پناہ! کیا نبی کریم ﷺ اپنے اللہ کے بارے میں ایسا گمان رکھ سکتے تھے؟ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جب رسول نا اُمید ہو گئے تو وہ گمان کرنے لگے تھے کہ جن

Marfat.com

ماننے والوں نے ان سے مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا انہوں نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا ہے۔ اسی پر اکثر مفسرین متفق ہیں۔

ایک معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اس کی ضمیر امتیوں کی طرف ہے۔ یہ گمان انبیاء علیہم السلام نے نہیں کیا تھا بلکہ ان کے ماننے والوں اور امتیوں نے کیا تھا۔ حضرت ابن عباس، نخعی، ابن جبیر اور علماء کرام کی ایک جماعت کا قول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجاہد نے "کذبوا" فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ غیر معروف علماء کی تفاسیر کی طرف رجوع نہ کیا جائے بلکہ معروف تفاسیر کا مطالعہ کرنا چاہیے اور بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو چیز علماء کی شان کے لائق بھی نہ سمجھی جائے وہ انبیاء کی شان کے ساتھ منسوب کر دی جائے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک جو حدیث، سیرت اور ابتداء وحی کی بابت نقل کیا جاتا ہے کہ نزولِ وحی کے بعد نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہؓ سے کہا:

((لقد خشیت علی نفسی.)) [بخاری و مسلم]

"مجھے تو اپنے نفس پہ ڈر (خوف) معلوم ہوتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فرشتے کو دیکھ لینے کے بعد آپ ﷺ کو وحی کی بابت کوئی شک و تردد تھا بلکہ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ فرشتہ کے روبرو ہونے اور وحی کا بوجھ اٹھانے کے شاید متحمل ہی نہ ہو سکیں اور اس کے بعد آپ ﷺ کا قلب گھٹ جائے یا جان ہی نکل جائے۔

نبی کریم ﷺ کو وحی سے قبل ہی ماوراء الوراء چیزیں دکھائی دینے لگی تھیں:

ایک صحیح حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات فرشتے سے ملاقات کے بعد فرمائی تھی یا یہ کہ فرشتے سے ملاقات سے پہلے اس بات کو بیان کیا تھا اور اس وقت کی تھی جب کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اس چیز کو کھول دیا تھا کہ آپ ﷺ مرتبہ نبی پر مبعوث ہونے والے ہیں اور آپ ﷺ کو ماوراء الوراء چیزیں دکھائی جاتیں، پتھر اور اشجار آپ ﷺ کو سلام کرتے، آپ ﷺ کو اچھے اچھے خواب اور عجیب عجیب طرح کی بشارتیں ملیں۔ جیسا کہ

Marfat.com

بعض روایات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شروع میں تو ایسا ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ کوئی خواب دیکھتے اور جب نیند سے جاگتے تو وہی واقعہ اسی طرح (جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا) رونما ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا اس واسطے کیا جانے لگا تا کہ آپ ﷺ کو انسیت ہو جائے اور جب حقائق کا آپ ﷺ کو مشاہدہ کرایا جائے تو بشری تقاضوں کے وجہ سے نبی کریم ﷺ کی طبیعت میں گھبراہٹ و بے چینی نہ پیدا ہو جائے۔

۱۵۲۶...... ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صحیح حدیث میں مروی ہے کہ ابتداء میں تو نبی کریم ﷺ کو سچے خواب دکھنے لگے اور رات کو جو کچھ آپ ﷺ کو خواب میں دکھتا صبح کو وہی ظہور پذیر ہو جاتا۔ پھر آپ ﷺ تنہائی پسند فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس حق آ گیا اور اس وقت آپ ﷺ غارِ حرا میں موجود تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وحی سے قبل نبی کریم ﷺ کے حالات بتانا:

۱۵۲۷...... حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مکہ میں پندرہ سال اس طرح بیتے کہ ابتدائی سات سال تک تو آپ ﷺ ایک آواز کی پکار سنتے اور ایک روشنی سی دکھائی دیتی لیکن (اس کے بعد) کچھ اور دکھائی نہ دیتا اور بعد کے آٹھ سال ایسے گزرے کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا۔ (مسلم، احمد)

۱۵۲۸...... ابن اسحٰق نے بعض صحابہؓ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے قیامِ غارِ حرا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک دن میں سویا ہوا تھا کہ اُس نے مجھ سے کہا: اقراء (پڑھ) میں نے جواب دیا: ما اقرا؟ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ میرے جواب کے بعد فرشتے نے مجھے ڈھانپ لیا اور کہا: ﴿اقراء باسم ربك......﴾ پڑھ اپنے ربّ کے نام سے......

نبی کریم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میرے دِل میں یہ وہم پیدا ہو گیا کہ جب میں اس واقعہ کا ذکر لوگوں سے کروں گا تو سننے والوں پر اس کا اثر کیا ہوگا؟ وہ تو مجھے شاعر و مجنون خیال کریں گے حالانکہ مجھے ان دونوں باتوں سے زیادہ اپنی ذات کی بابت اور کوئی بات

Marfat.com

بری نہیں لگتی اور اگر لوگوں نے ایسی ہی باتیں کیں (جیسا کہ میں سوچ رہا ہوں) تو میرے پاس پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرا دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ابھی میرے دِل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ ایک غیبی آواز سنائی دی: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں اور میں جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوں۔ یہ سنتے ہی میں نے جو آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آسمانی فضاء میں موجود تھے......(الحدیث)۔

بیان کردہ روایت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارادہ تو اس وقت تھا جس وقت تک کہ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات نہ کی ہوئی تھی اور اس وقت تک آپ ﷺ کو اس چیز سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کو نبوت کے عظیم منصب پہ سرفراز کیا جا رہا ہے۔

۱۵۲۹......عمرو بن شرحبیل سے بھی اسی مفہوم سے ملتی جلتی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میں جب اکیلا ہوتا ہوں تو مجھے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو اس (آواز) کی وجہ سے یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ یہ کہیں اس امر (اہم معاملہ) سے نہ ہو۔

۱۵۳۰......حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سیّدہ خدیجہؓ سے پوچھا کہ میں تنہائی میں ایک روشنی دیکھتا ہوں اور کچھ آوازیں بھی سنتا ہوں مجھے تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ کوئی جنون میں مبتلا کرنے والی چیز نہ ہو۔ (احمد)

کسی صحیح حدیث سے نبی کریم ﷺ کے شک کی بابت نہیں پتہ چلتا:

۱۵۳۱ تا ۱۵۳۵......مذکورہ بالا احادیث میں نبی کریم ﷺ کے جو فرمان ذکر کیے گئے ہیں ان سے یہ چیز واضح ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کو شک تھا یا آپ ﷺ کو جنون کے لاحق ہونے کا ڈر تھا۔ اگر یہ باتیں صحیح تسلیم کر لی جائیں تو ان کی تاویل یہ کی جائے گی کہ یہ باتیں تو فرشتہ سے ملاقات ہونے سے قبل کی ہیں اور اللہ عزوجل کی طرف سے نبوت کی طرف مبعوث کیے جانے کا علم ہو جانے سے قبل کی ہیں اور صورت حال تو یہ ہے کہ مذکورہ احادیث کئی طرق سے ضعیف

Marfat.com

ہیں البتہ جب اللہ عزوجل کی جانب سے آپ ﷺ کو اطلاع کردی گئی کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور فرشتے نے آپ ﷺ سے ملاقات بھی کرلی تو اب آپ ﷺ کو کسی قسم کا شک وتردد نہ رہا اور نہ نازل ہونے والی وحی کی بات کسی قسم کا شک و وہم سان وگمان میں رہ گیا۔

ابن اسحٰق اپنے اساتذہ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ قبل از نبوت نبی کریم ﷺ جب مکہ میں رہائش پذیر تھے تو آپ ﷺ پر نظر بد کا اثر ہوجاتا تو کسی کو بلایا جاتا جو آپ ﷺ سے نظر بد رفع کراتا لیکن جب قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور اس کے بعد بھی آپ ﷺ پر نظر بد کا اثر ہوا تو سیّدہ خدیجہؓ نے پوچھا: کیا میں جھاڑ پھونک کی خاطر کسی کو لاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ورقہ بن نوفل کے مشورہ پر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جبرئیل علیہ السلام کی آمد آزمانا:

جبرئیل کی آمد کی بابت حضرت خدیجہ والی روایت بھی ہے جس میں سیّدہؓ نے اپنا سر کھول کر جبرئیل کی آمد کو آزمایا تھا...... اس بابت اہل علم بیان کرتے ہیں کہ جناب خدیجہؓ کی یہ خصوصیات میں سے ہے کہ وہ اس طریقے پر جبرئیل کی تصدیق کریں کہ آیا نبی کریم ﷺ کے پاس ناموس اکبر تشریف لاتے ہیں (یا کچھ اور مسئلہ ہے) اور اس سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق (مزید) بھی ہوجائے گی اور شک و اوہام کا ازالہ بھی ہوجائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ ورقہ بن نوفل کے کہنے پر نبی کریم ﷺ کی بابت سیّدہ خدیجہ نے کیا تھا۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تصدیق کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے نبوت کے اعلان کرنے میں کسی قسم کا شک وتردد تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے یقین میں اضافہ کے لیے جبرئیل امین کی آمد کے سلسلہ میں تحقیق و تجسس کیا تھا۔

عبداللہ بن محمد نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ورقہ بن نوفل نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا تھا کہ جبرئیل آمد کی تصدیق اس طرح کرکے کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

اسمٰعیل بن ابی حکیم کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ بھی اسی سے ملتے جلتے ہیں کہ سیّدہ خدیجہؓ نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اے میرے چچازاد! کیا ایسا ممکن ہے کہ جب وہ ناموس اکبر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں تو میں اُس کو دیکھ سکوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک! (کیونکہ نہیں!) چنانچہ جب جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ نے سیّدہ خدیجہؓ سے کہا: تم میرے پہلو میں بیٹھ جانا...... (الحدیث) اس وقت سیّدہ خدیجہ نے تصدیق کی کہ یہ فرشتہ وہی ہے اور اس میں شیطانی اثرات کا اثر بالکل نہیں۔ میں آپ ﷺ کو مشورہ دیتی ہوں کہ اپنے نبوت کے دعویٰ پر مزید پختہ ہو جایئے اور میں آپ ﷺ کو فرشتہ کی آمد پر مبارکباد دیتا ہوں اور اس پر مزید یہ کہ خدیجہؓ ایمان لے آئیں۔

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ سیّدہ خدیجہؓ نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنے اطمینان قلب اور اپنے ایمان کی مضبوطی کی خاطر کیا تھا نہ کہ نبی کریم ﷺ کے اطمینانِ قلب کے لیے۔

۱۵۳۶...... معمر بیان کرتے ہیں کہ جب وحی کی آمد کے سلسلہ میں کچھ وقفہ ہوا تو نبی کریم ﷺ کو بہت رنج ہوا اور رنج وغم اس حد تک پہنچ گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ یہ خیال کیا کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرادیں۔ (بخاری:۶۹۸۲)

یہ بات بھی ہمارے بیان کو مخدوش نہیں کرتی کیونکہ معمر کی جو روایت ہم تک پہنچی اس کی سند نبی کریم ﷺ تک نہیں پہنچتی۔ نہ ہی معمر نے اس میں راویوں کا نام ذکر کیا ہے اور نہ اُس شخص کا ذکر کیا ہے جس نے معمر سے یہ روایت بیان کی۔ نہ معمر نے یہ بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا بیان کیا۔ اس طرح کی روایتیں جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں انہیں نبوت کے ابتدائی دور پر ہی محمول کرنا چاہیے یا یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے ایسا اس لیے ارادہ فرمایا کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو تنگ کر ڈالا تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا ...... (۶)﴾

[الکہف: ٦]

”پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔“

Marfat.com

مشرکین کا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کسی مخصوص "لقب" سے پکارنے کے لیے اکٹھ:

۱۵۳۷......اس کی تائید مزید حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وہ روایت بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جب مشرکین مکہ دارالندوہ (جہاں بیٹھ کر وہ اپنی مجلسِ شوریٰ منعقد کیا کرتے تھے) وہ اُس جگہ پر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے اور سب نے اس چیز پر اکٹھ کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جادوگر مشہور کر دیا جائے۔ جب اس بات کی بابت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پتہ چلا تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ بات بہت تکلیف دہ گزری۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسی وقت چادر لپیٹی، تب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس حضرت جبرئیل نے آ کر کہا:

"اے کمبل اوڑھنے والے۔"

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کمبل اوڑھنے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ خیال کیا ہو کہ میرے کسی عمل کی وجہ سے وحی کا سلسلہ ہی منقطع نہ ہو جائے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ گمان کیا کہ کہیں اللہ عزوجل کی طرف سے عذاب ہی نہ آ جائے لیکن اس ارادہ کے بعد چونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چونکہ حکم الٰہی کے ذریعہ اس چیز کی ممانعت فرما دی گئی اس لیے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

بعینہ یونس علیہ السلام کا بھاگنا بھی یونہی تھا کہ وہ اپنی قوم کے جھٹلانے کی وجہ سے سخت خوفزدہ ہو گئے تھے اور بھاگ اُٹھے اس وجہ سے کہ وہ اپنی قوم سے (اللہ عزوجل کی طرف سے) عذاب کے نزول کا وعدہ فرما چکے تھے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ ......﴾ [الأنبياء: ۸۷]

"اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اُٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔"

اس آیت کریمہ میں ہے کہ یونس علیہ السلام نے یہ گمان کر لیا کہ ہم ان کی قوم پر سختی نہ کریں گے۔ مکی نے اس بارے میں کہا کہ یونس علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا کہ نہ میں اس زیادتی میں رہوں گا اور نہ قوم میری تکذیب کرے گی، اس طرح میری قوم عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے گی لیکن بعض اہلِ علم اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ تو جناب یونس بن متی کا حسن ظن تھا کہ

Marfat.com

ربّ تعالیٰ اس طرح اُن کی قوم پر عذاب نہ کرے گا، جس کا کہ بعد میں صدور ہو کر رہا۔
بعض حضرات نے "نقدر" بالتشدید بھی پڑھا ہے۔
اس طرح آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ یونس علیہ السلام کو یہ گمان تھا کہ ہم ان (کی قوم) پر عذاب نازل نہ کریں گے۔
بعض مفسرین نے اس کے معنی یوں بھی کیے ہیں کہ ہم یونس علیہ السلام پر مواخذہ کریں گے۔
ابن زید نے اس آیت کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ اُس نے یہ گمان کیا تھا کہ ہم اس پر قابو نہیں پاسکیں گے۔
لیکن یہ قول کسی لحاظ سے بھی درست نہیں تسلیم کیا جاسکتا کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی نبی اللہ عزوجل کی صفات سے بے بہرہ ہو۔
آیت کا صحیح مفہوم تو یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے کفر پر ناراض ہو کر چلے گئے۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ، ضحاک اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے۔
ان کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی قوم کے طرزِ عمل اور اُن کے کفر پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے اُن سے ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اس سے یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں کہ وہ اپنے ربّ سے ناراض ہو کر (نینوا سے) چلے گئے کیونکہ اللہ عزوجل سے ناراضگی تو بغاوت کے مترادف ہے اور کفر کا سبب ہے اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایسا گمان کرنا، یہ تو ایمان کی علامت ہی نہیں۔
یہی قول ابن عباس اور ضحاک وغیرہ کا ہے۔ ایسی ناراضگی تو عامۃ المسلمین کی طرح بھی روا نہیں رکھی جاتی لیکن انبیاء کی جانب ان کی نسبت کردی جائے؟ (چہ معنی دارد؟)۔
بعض اقوال کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام کے وہاں سے تشریف لے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی نبی نے وقت کے بادشاہ کو سنایا لیکن اُس نے نافرمانی کی تو یونس علیہ السلام کو بادشاہ کی یہ حکم عدولی سخت ناگوار لگی تو بادشاہ نے یونس علیہ السلام پر سختی برتنی شروع کردی اور کہا کہ یونس علیہ السلام قسم کھائیں کہ کیا میرے (بادشاہ) کے علاوہ کوئی شخص اس بات کا مجھ سے زیادہ اہل ہے کہ وہ مجھے کسی کے اتباع کی بابت حکم دے؟ اس بات پر یونس علیہ

Marfat.com

السلام غصہ میں آ گئے اور اسی حالت میں وہاں سے چل پڑے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب یونس کو نبوت اُس وقت ملی جبکہ آپ مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے اور وہ اس آیت سے اس بارے میں دلیل لیتے ہیں کہ:

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝۱۴۵ ......﴾ [الصفت: ۱۴۵ تا ۱۴۷]

''پس اسے ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھے اور ان پر سایہ کرنے والا ایک بیل دار درخت ہم نے اُگا دیا اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔''

ایک اور آیت مبارکہ اس بارے میں متدل ہے کہ:

﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ......﴾ [القلم: ۴۸]

''پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے (انتظار کر) اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دُعا کی۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۵۰﴾ [القلم: ۵۰]

''اسے اس کے ربّ نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔''

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی والے واقعہ کے بعد منصب نبوت پر فائز کیا گیا۔

۱۵۳۸...... اگر کوئی اس مقام پر یہ اعتراض وارد کرے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے دِل پر پردہ پڑ جاتا ہے چنانچہ میں اللہ عز وجل سے دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔'' (مسلم)

۱۵۳۹...... ایک اور روایت میں ہے کہ میں اللہ عز وجل سے دن میں ستر مرتبہ سے بھی زائد مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (بخاری)

''غین'' سے مراد ایسی چیز ہے جو دِل کو مکمل طور پر ڈھانپ لے:

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اعتراض کرنے والے کو اس چیز کے متعلق آگاہ کر

Marfat.com

دینا انتہائی ضروری ہے کہ تاکہ کسی کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ حدیث میں جو لفظ ''غین'' مستعمل ہوا ہے اس کے معنی شک یا وسوسہ کے ہرگز نہیں جس کے متعلق یہ خیال کیا گیا کہ جو قلبِ نبوی پر طاری ہو گئے۔ ''غین'' سے مراد وہ چیز ہے جو دل کو ڈھانپ لیتی ہے اور ابو عبید نے اس کی تشریح یوں کی کہ غین سے مراد ابر یا بادل کی طرح کی کوئی تمثیل ہے جو آسمان پر چھا جاتا ہے۔

بعض علماء کرام نے اس کو اس طرح بیان کیا کہ غین ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو دل کو اس طرح ڈھانپ لے جیسے بادل آسمان کو ڈھانپ لیتے ہیں لیکن سورج کی شعاعوں کو نہیں روکتے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان اعتراضات اور لفظ ''غین'' کے استعمال سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ قلب مبارک پر روزانہ سو دفعہ یا ستر دفعہ سے زائد سے زیادہ یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ایک روایت اور بھی غور طلب ہے کہ مذکور وا دا تو اس کا متحمل ہی نہیں جس کا تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں اور یہی اکثر روایات میں ہے اور یہی قابل غور بات ہے کہ یہ کوئی تعداد کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ یہ تو استغفار کے متعلق بتانا ہے۔

حدیث کے یہ جو معنی ہم نے بیان کیے ہیں اور دوسروں کے بیان کیے گئے معنی سے بہتر اور زیادہ مشہور ہیں اور اسی کی طرف اکثر علماء گئے ہیں لیکن وہ لوگ ان بلند معانی کے گرد طواف کرتے رہے اور میں اس کی باریک بینی تک پہنچ گیا اور ہر فائدہ اٹھانے والے کے لیے میں نے معنی کو واضح کر کے دکھایا اور اس معنی کی بنیاد اس اصول پر مبنی ہے کہ تبلیغ اور بیانِ احکام کے ماسوا دیگر صورتوں میں سستی، غفلت اور سہو کا ہونا جائز اور ممکن ہے۔

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کا سہو کی بابت بیان:

اہلِ دِل حضرات اور مشائخ کرام کا یہ خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں سے بری تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سستی طاری ہوتی تھی یا سہو ہو جاتا تھا بہت ہی معیوب بات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ امت کے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کو پریشانی ہو جاتی اور یہ خیالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متفکر کر ڈالتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بڑے ہی مہربان تھے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خاطر نہیں بلکہ امت کے لیے استغفار

Marfat.com

کرتے تھے۔ (یہ معنی مراد لیے جائیں گے)۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ''پردہ'' سے مراد تسکین قلب ہے جو آپ ﷺ کو ہمیشہ ڈھانپے رہتی تھی کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ ......﴾ [التوبة: ٤٠]

''پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرما کر ان لشکروں سے اُس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں' اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے' اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔''

سکینت کے نازل ہونے کے وقت آپ ﷺ اظہارِ عبودیت اور اپنی احتیاج کو بتانے کے لیے استغفار فرمایا کرتے تھے۔

ابن عطاؒ کہتے ہیں کہ آپؐ استغفار امت کی تعلیم کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اس سے یہ امت کو یہ سکھانا مقصد تھا کہ وہ بھی بعینہٖ اسی طرح عمل کریں۔

دیگر علماء کرام کا مؤقف یہ ہے کہ استغفار اس لیے فرمایا کرتے تھے تا کہ اس چیز کا پتہ چل سکے کہ باوجود اتنے جلیل القدر پیغمبر ہونے کے نبی کریم ﷺ بھی اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں اور گناہ کے صدور سے بچنے کی کوشش میں (آپ ﷺ) مصروفِ کار رہتے تھے' نہ تو آپ ﷺ (معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے) بے خوف ہو چکے تھے اور نہ ہی یہ سمجھتے تھے کہ ہم (امت محمدیہؐ باوجود غلطیوں کے) امن میں ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے خوف کی ایسی حالت' خشیت و عظمت الٰہی مراد ہو جو نبی کریم ﷺ کے دل پر ہر وقت طاری رہتی تھی اور آپ ﷺ اظہارِ عبودیت اور اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر استغفار فرماتے تھے۔ اس کی دلیل ہمیں اس فرمانِ نبوی (ﷺ) سے بھی ملتی ہے:

۱۵۴۰...... نبی کریم ﷺ نے اظہارِ عبودیت کی خاطر ارشاد فرمایا: ''کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

۱۵۴۱...... انہی وجوہ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو بھی اسی پر قیاس کر لیا

Marfat.com

جائے جو مختلف سندوں سے منقول ہے جس میں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إنه ليغان على قلبي في اليوم أكثر من سبعين مرة فأستغفر الله.))

''میرے دِل پر روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ ایسی حالت (پردہ پڑنے کی) طاری ہوتی ہے۔ اس وقت میں اللہ عزوجل سے مغفرت کا طلبگار ہوتا ہوں۔''

اب آپ لوگ اگر یہ اعتراض اُٹھائیں کہ پھر اس آیت کریمہ کے کیا معنی ہوں گے:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٥﴾﴾ [الأنعام: ٣٥]

''اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہِ راست پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے۔''

اور نوح علیہ السلام کو مخاطب کر کے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾﴾ [هود: ٤٦]

''تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنے شمار کرانے سے باز رہے۔''

اس بات کو پلّے باندھ لو کہ ایسے شخص کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرنی چاہیے جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس آیت کے سلسلہ میں ''کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو جاہل ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو اُن سب کو ہدایت پر اکٹھا کر ڈالتا'' اور نوح علیہ السلام کی بابت اللہ عزوجل کے ارشادِ گرامی کو جو اوپر مذکور ہوا (کو لے کر کٹ حجتیاں کرتے ہیں)۔

ان آیاتِ مبارکہ میں ان کے ظاہری معنی کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس طرح تو انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات کی طرف صفاتِ باری کی نسبت جہل ثابت ہو رہا ہے اور اس کا صدور انبیاء کرام علیہم السلام (تو کجا علماء کرام) کی طرف بھی کرنا مناسب نہیں۔ یہاں تو مقصود یہ نصیحت کرنا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں جہلاء کی مطابقت ہرگز' ہرگز نہ کیا

Marfat.com

کریں اور ان کے کسی فعل میں جہلا سے مشابہت نہ پائی جائے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔'' اور اوپر بیان کی گئی آیات سے یہ نتیجہ تو کسی طرح بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں انبیاء کرام (علیہم السلام) میں (معاذ اللہ) کوئی ایسی باتیں پائی جاتی تھیں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل نے انہیں ان کے کرنے کی ممانعت فرمائی اور یہ ممکن بھی کیسے ہے کیونکہ آیت سے قبل تو اللہ عزوجل نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (۴۶)﴾ [هود: ۴٦]

''تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو۔''

لہٰذا اس تمام صورتِ حال میں یہی چیز بہتر دکھائی دیتی ہے کہ آیت کے بعد والے حصے کو آیت کے اوّل حصے پر ہی محمول کیا جائے کیونکہ اس طرح کی صورتوں میں اجازت لینا ضروری ہے اور ابتداء میں اس طرح سوال کرنا جائز ہے لیکن اللہ عزوجل نے تو ممانعت اُس وقت فرمائی جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسی چیز کی بابت سوال کر ڈالا جس کو اللہ عزوجل پردۂ غیب میں مستور رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اسی وجہ سے اُن کے بیٹے کی ہلاکت ہوئی اور اللہ عزوجل نے نوح علیہ السلام کو یہ بھی بتا دیا کہ:

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ﴾ [هود: ۴٦]

''یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں۔''

یعنی میں نے نوح علیہ السلام پر اپنی نعمت کا اتمام کر ڈالا۔ یہ معنی علامہ مکی نے بیان کیے ہیں۔

قوم کے جھٹلانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم الٰہی:

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوسری آیت کریمہ میں قوم کے جھٹلانے اور مُنہ پھیرنے پر صبر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ قوم کے مُنہ پھیرنے سے دِل کو چھوٹا نہ کریں کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں گے تو سخت حسرت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ایک نادان کے حال مشابہ ہو جائے گا۔ ابن فورک نے اس مطلب کو بیان کیا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ جاہلوں سے نہ بنو اس میں

Marfat.com

مخاطب تو امت محمدیہ ﷺ ہے۔ یہ معنی ابو محمد مکی نے بیان کیے اور کہا کہ اس کے علاوہ بھی قرآن میں اسی کے مثل بے شمار امثال موجود ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں:

ان تمام وضاحتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلتوں کے بیان کرنے کے بعد اب تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ انبیاء کرام علیہم السلام نبوت پہ مبعوث ہونے کے بعد معصوم ہوتے ہیں۔

اگر تم اِس کے باوجود یہ اعتراض کرو کہ جب یہ بات پایہ ثبوت کو بھی پہنچ چکی کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اور ان سے کوئی بھی ناپسندیدہ بات صادر نہیں ہو سکتی تو پھر نبی کریم ﷺ کو اللہ عزوجل نے یہ وعید کیوں سنائی اور آپ ﷺ سے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو ایسا ہوگا یا فلاں چیز سے خود کو محفوظ نہ رکھیں گے تو یہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵﴾

[الزمر: ٦٥]

''اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔''

ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ...... ۝۱۰۶﴾

[یونس: ١٠٦]

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرو جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

ایک موقعہ پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝۷۴﴾

[الإسراء: ٧٤، ٧٥]

Marfat.com

''اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ انکی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے ﴿۷۴﴾ پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا، پھر آپ تو اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتے۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾﴾ [الحاقة: ٤٥]

''تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے''

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ......﴾ [الأنعام: ١١٦]

''اور دُنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ اُن کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔''

اور اللہ عزوجل کا قول کہ:

﴿فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ......﴾ [الشورى: ٢٤]

''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دِل پر مُہر لگا دے اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو ثابت رکھتا ہے۔ وہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔''

اور ارشادِ ربانی کہ:

﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ......﴾ [المائدة: ٦٧]

''اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔''

اور یہ فرمان کہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ......﴾ [الأحزاب: ١]

Marfat.com

''اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آ جانا' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔''

ایک شبہ:

ان آیاتِ کریمہ کو پڑھنے کے بعد اس بات کا لحاظ اور خیال کرنا اور بھی ضروری اور لازمی ہو گیا کہ نہ تو نبی کریم ﷺ کے لیے یہ ممکن تھا کہ تبلیغ دین میں کوئی کمی فرماتے یا اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل میں سرمو انحراف یا کوئی سستی و لاپرواہی برتتے اور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے شرک کا تو احتمال ہی نہ تھا۔ نیز ایسی بات بھی نبی کریم ﷺ سے ممکن نہ تھی کہ اللہ عزوجل کی شان کے بارے میں ایسے کلمات کو ادا فرمائیں جو اللہ عزوجل کی شان کو زیبا نہ ہو اور ایسے ہی کیا یہ ممکن تھا کہ نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی ذات پر افتراء باندھیں یا خود ہی گمراہ ہو جائیں یا کافروں کی پیروی کریں یا اللہ عزوجل نے آپ ﷺ ہی کے قلب پر مہر لگا دی تھی۔

جوابِ شبہ:

ان تمام باتوں کو جن کو ہم نے اوپر بیان کیا ان کے صدور کی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے توقع رکھی جا سکتی ہے۔

ان آیاتِ کریمہ سے تو واضح طور پر یہ پتا چل رہا ہے کہ اللہ عزوجل نے مکاشفہ اور بیان سے نبی کریم ﷺ کے لیے فریضہ تبلیغ میں سہل کی صورت پیدا کر دی ہے۔ نیز اس بات کو بیان کر کے اس بات کی بھی خبر دے دی کہ آپ ﷺ بھی تبلیغ کے طریقے میں وہی طریقے استعمال کریں جن کی آپ ﷺ کو تعلیم ارشاد فرمائی گئی ہے اس کے علاوہ کوئی طریقہ اگر استعمال کیا تو گویا یہ تو تبلیغ ہی نہ ہوئی۔

اس کے ماسوا بھی اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے دِل کو اطمینانِ خاطر کے لیے ان الفاظ میں تسلی و تشفی دی:

﴿وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ......﴾ [المائدۃ: ۶۷]

''اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔''

Marfat.com

تسلی دینے والے الفاظ بعینہٖ ایسے ہی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو دیئے گئے تھے کہ:

﴿قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا ......﴾ [طٰہٰ:٤٦]

''جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو میں اب تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔''

یعنی جب آپ دونوں حضرات فرعون کے دربار میں تبلیغ کی خاطر جائیں گے تو اُس کی شخصیت سے مرعوب نہ ہونا اور نہ ہی اپنے دِلوں میں اُس کی بابت کوئی ظلم وستم کو خوف ہو اور تبلیغ دین کے وقت آپ حضرات کے دِل مضبوط اور دُشمن کے کسی بھی قسم کے خوف وطمع سے خالی ہوں۔

اللہ عزوجل کا یہ قول کہ:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿٤٤﴾ ......﴾ [الحاقه: ٤٤ تا ٤٦]

''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا۔ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

اور ارشادِ ربانی:

﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ......﴾ [الأسراء: ٧٥]

''پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دُنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا' پھر آپ تو اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتے۔''

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی ایسا کرتا ہم اس کے ساتھ ایسا ہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں اور اگر آپ بھی ایسا کریں (محض تفہیم کی خاطر فرمایا' مترجم) تو آپ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو۔

ایسے ہی ایک اور آیت میں یوں مخاطب کیا گیا:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ......﴾

[الأنعام: ١١٦]

Marfat.com

''اور دُنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ اُن کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔''

اس سے مراد بھی غیر ہی ہیں اگرچہ بظاہر تو خطاب آپ ﷺ ہی سے ہے۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ......﴾

[آل عمران: ۱۴۹]

''اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ [الشوریٰ: ۲۴]

''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دِل پر مُہر لگا دے اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو ثابت رکھتا ہے، وہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔''

اور:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾﴾

[الزمر: ۶۵]

''اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔''

کیا نبی کریم ﷺ کی ذات سے ایسا شبہ بھی کرنا روا رکھا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ (نعوذ باللہ) کبھی شرک کریں گے۔ اس میں بھی آپ ﷺ کے غیر لوگ مراد ہیں اور اللہ عزوجل کا یہ قول کہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ......﴾

[الأحزاب: ۱]

Marfat.com

''اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آ جانا' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔''

اِس آیت مبارکہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کفار کی اطاعت کی۔ اس آیت میں جو آپ ﷺ کو تنبیہ کی جارہی ہے تو یہ اللہ عزوجل کو حق ہے کہ وہ جس چیز سے چاہے آپ ﷺ کو منع کرے' جیسے کہ آیت کریمہ:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم...... ﴿۵۲﴾﴾ [الأنعام: ۵۲]

''اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں' خاص اسی کی رضامندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

حالانکہ نہ تو کبھی آپ ﷺ نے کسی کو جھڑکا تھا اور نہ ہی صفاتِ نبوی (ﷺ) میں ہمیں کوئی ایسی بات مل سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کو بلاوجہ ہی کسی بات پر سرزنش کی ہو۔

فصل: ۲

قبل از نبوت عصمتِ انبیاء علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں کہ یہ حضرات بعثت سے پہلے بھی ذات و صفاتِ باری میں کسی طرح کے شک و اوہام میں ہرگز گرفتار نہ تھے اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے قبل بھی معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس بابت اختلاف پایا جاتا ہے۔

تمام واقعات و حالات جو انبیاء کرام علیہم السلام کی بابت میں یا خود اُنہی کی زبان سے نقل کیے جاتے ہیں' اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اپنی پیدائش سے ہی تمام طرح کے نقائص سے مبرّا و منزہ ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اللہ عزوجل کی توحید کے سائے میں اور ایمان باللہ کے ہمراہی ہو کر پرورش پاتے ہیں بلکہ معارف و انوار کی بارشوں میں ان کی نشوونما ہوتی ہے۔ ہم نے اس کتاب کی قسم اوّل کے باب: دوم میں اس پر تنبیہ بھی کی ہے۔

Marfat.com

آج تک تو کسی عالم حدیث نے اس بات کو نقل نہیں کیا کہ کبھی کوئی کافر یا مشرک منصب نبوت پر فائز کیا گیا ہو۔ اسی لیے بعض علماء نے عقلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ جس شخص سے کفرو شرک ثابت ہو جائے لوگ اُس سے دِل ہی دِل میں نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے کفروشرک صادر ہو۔

میں (قاضی عیاضؒ مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ قریش نے بھی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ہر طرح کا بہتان لگایا اور جھوٹ باندھا اور کوئی بھی موقع یا گر جو وہ جانتے تھے اُس کو نبی کریم ﷺ پر باندھنے میں ذرا چوک نہ کی اور یہی مکاریاں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اُمتی بھی اُن کے ساتھ کرتے رہے لیکن آج تک کبھی یہ بات سننے میں نہیں آئی کہ کسی نبی کے متعلق یہ بات کہی گئی ہو (چاہے دشمن ہی نے کہی ہو) کہ نبی نے اللہ عزوجل کے کسی حکم کو پس پشت ڈال دیا یا کسی قسم کی اس انداز میں تنقید کی گئی ہے کہ تم نے وہ بات ترک کر ڈالی جس پر تم پہلے ہم سب کے ساتھ اکٹھے ہو گئے تھے اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ کہنے سے ہرگز گریز نہ کرتے اور معبودوں کے بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کی جو متلون مزاجی روا تھی اُس سے حجت پکڑے اور اگر وہ ایسا کرتے تو شاید اُن کی بات زیادہ قابل اعتبار اور مؤثر سمجھی جاتی بخلاف اس بات کے کہ وہ تو کہتے تھے کہ: تم ہمارے آباؤ اجداد کے ان معبودان کے خلاف لوگوں کو اکساتے ہو جن کی ایک گزشتہ زمانے سے یہ لوگ عبادت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا (اور نہ ہی کرنے کی کوئی گنجائش پاتے تھے' مترجم) تو اس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ انہیں کوئی موقع ہی ایسا میسر نہیں آیا یا کوئی ایسی بات ہی نہیں ملی کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کہا ہوتا تو اُن کا یہ اعتراض ضرور بہ ضرور کہیں نہ کہیں نقل کیا جاتا اور اس بارے میں وہ اس طرح مکمل سکوت اختیار نہ کرتے۔ اس کی مثال ایسے بھی دی جا سکتی ہے کہ جیسے وہ قبلہ کی تبدیلی کے وقت خاموش نہ رہے تھے اور انہوں نے کہہ دیا تھا کہ:

﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ۚ ...... ﴾ [البقرة: ۱٤۲]

''جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا؟''

اس کا تذکرہ خود اللہ عزوجل نے قرآن میں بیان کیا۔

قاضی قُشیریؒ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں قرآنِ مجید کی ان

Marfat.com

آیات سے استدلال یا ہے اور بتایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے محفوظ و مامون ہونے پر درج ذیل آیات بین دلیل ہیں:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ...... ﴾[الأحزاب: ۷]

''جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ (ﷺ) سے اور نوح (علیہ السلام) سے اور ابراہیم (علیہ السلام) سے اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) سے۔''

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد بھی کہ:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ...... ﴾

[آلِ عمران: ۸۱]

''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے' فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو روزِ میثاق ہی پاک وصاف کر دیا تھا اور منزہ و معصوم عن الخطاء بنا دیا تھا اور یہ بات تو کسی طرح بھی انصاف کے تقاضوں پہ مبنی نہیں کہ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی عہد لیا ہو یا پھر نبیوں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی مدد و اعانت کرنے کا مدت مدید پہلے عہد لیا گیا ہو اور آپ ﷺ کے لیے شرک و معاصی کا صدور ممکن ہو۔ اب ہم ان تمام تر دلائل کو لانے کے بعد فقط یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے باوجود اگر کوئی شخص (انبیاء کرام علیہم السلام کے شرک میں مبتلا ہونے کی گمراہی میں اب بھی) مبتلا ہے تو پھر وہ بے دین ہی کہلا سکتا ہے۔

شقِ صدر کا معجزہ:

یہ بات تو ویسے بھی نہیں کریم ﷺ کے حق میں درست تسلیم نہیں کی جا سکتی کیونکہ روایات

Marfat.com

وآثار سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے (اور مصنف کتاب نے اس سلسلے میں بے شمار روایت بھی پیچھے بیان کر دی ہیں' مترجم)

۱۵۴۲...... نبی کریم ﷺ کو جبکہ وہ چھوٹے ہی تھے جبرئیل نے آ کر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور اس میں سے سیاہ خون کا لوتھڑا نکال کر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یہ شیطانی حصہ آپ ﷺ کے وجود میں تھا۔ اس کے بعد جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کے دِل کو (آبِ زمزم سے) دھویا اور اسے ایمان وحکمت سے لبریز کر دیا جیسا کہ پہلے احادیث اس پر بین ثبوت ہیں۔

اگر کوئی یہاں پر ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو دلیل بنا کر پیش کرتا ہے کہ انہوں نے کہا تھا: ﴿هٰذَا رَبِّي﴾ ''یہ میرا ربّ ہے''۔

ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی توجیہ بعض حضرات یوں کرتے ہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ تھا جس کو ابتدائی شعور کا زمانہ بھی کہتے ہیں لیکن علم وبصیرت سے بہرہ ور حضرات یوں کہتے ہیں کہ یہ بات تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کے طور پر فرمائی تھی اور اُن پر حجت قائم کرنے کی خاطر اور انہیں اس سلسلے میں چپ کرانے کی خاطر کہا تھا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ استفہامیہ ہے جو انکار ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ بھلا یہ (تو بتاؤ) کیا یہ میرے ربّ ہو سکتے ہیں......؟

زجاج نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ﴿هٰذَا رَبِّي﴾ کہنا ان کی قوم کے قول کے عین مطابق تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو ایک لمحے کو بھی ان کی عبادت نہیں کی اور نہ ہی ایک لحہ بھر کے لیے بھی شرک میں مبتلا ہوئے۔

اسی بارے میں اللہ عزوجل نے خود ان کا وہ قول نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿۷۰﴾﴾ [الشعراء: ۷۰]

''جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟''

اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴾ [الشعراء: ۷۵ تا ۷۷]

''آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو؟ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا' وہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴾ [الصافات: ۸٤]

''جبکہ اپنے ربّ کے پاس بے عیب دِل لائے۔''

یعنی وہ دِل شرک سے پاک وصاف تھا اور اللہ عزوجل کا قول:

﴿وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّـعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴾ [ابراهيم: ۳۵]

''اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔''

اب اگر کوئی یہ اعتراض اٹھائے کہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی بابت کیا کہا جائے گا:

﴿لَئِنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِىۡ رَبِّىۡ لَاَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّآلِّيۡنَ ﴾ [الأنعام: ۷۷]

''اگر مجھ کو میرے ربّ نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔''

اس کا مطلب (تو بڑا واضح ہے کہ) اگر اللہ عزوجل کی مدد میرے شامل حال نہ ہوتی تو میں بھی تمہاری ہی طرح گمراہی کی اتھاہ گہرائی میں اور بتوں کی عبادت میں گرفتار ہو چکا ہوتا۔ یہ بات تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے ہمدردی کی وجہ سے اور اللہ عزوجل کے خوف و خشیت کی بنا پر کہی تھی ورنہ وہ تو ابتدائے آفرینش ہی سے گمراہی سے محفوظ و مامون تھے۔

اب اس آیت کے مفہوم پہ بھی اعتراض وارد کرنے والے کریں گے کہ:

﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ ......﴾

[إبراهيم: ۱۳]

''کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ تو ان کے پروردگار نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے۔''

Marfat.com

اس کے بعد رُسل علیہم السلام کا یہ قول نقل کیا گیا:

﴿قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ ......﴾

[الأعراف: ۸۹]

''ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آ جائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں' لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو۔ ہمارے ربّ کا علم ہر چیز کو محیط ہے' ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم یک درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔''

یہاں ''لوٹنے'' کے لفظ سے دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بظاہر تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پہلے اسی ملّت میں تھے جس میں کہ اُن کی قوم کے افراد تھے۔ یہاں ایسا گمان کرنا مناسب نہیں۔ عربی قاعدہ کے مطابق لفظ عود کہیں ایسے مواقع پر بھی مستعمل ہے جس کی ابتداء ہی نہ ہو ایسے موقع کو (صیرُورۃ) ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب لوٹنے کی تبدیلی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی تائید اس قول سے ملتی ہے کہ کہ جہنمیوں کی بابت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

۱۵۳۴...... ((عادُوا حُمَمًا.)) [بخاری و مسلم]

''وہ کوئلہ ہو جائیں گے۔''

یہاں لفظ عادو سے یہ مراد ہرگز نہ ہوگا کیونکہ وہ اس سے قبل کوئلہ نہ تھے۔ ایسے ہی شاعر کا یہ قول ہے کہ:

تلك المكارم لا قعبان من لبن ☆ شيبا بماء فعاذ بعد ابوالا

''آپ کے مکارم اخلاق دودھ کے ایسے لگن نہیں جن میں پانی کی ملاوٹ کی گئی ہو اور پھر اس کے بعد وہ پیشاب بن گیا ہو۔''

اس شعر میں ''عاذ'' کا لفظ استعمال ہوا یعنی حالانکہ پہلے دودھ پیشاب تو نہیں تھا۔

اچھا! اب تم یہ سوال کرو گے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے:

Marfat.com

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ [الضحیٰ: ۷]

''اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی۔''

یہاں ''ضال'' کے اگر لفظی معنی مراد لیے جائیں تو یہ کھلا ہوا کفر ہوگا کیونکہ اگر (نعوذ باللہ) نبی ہی گمراہ ہو جائے تو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کون کرے گا؟ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو نبوت کا راستہ نہیں دکھ رہا تھا تو اللہ عزوجل نے وہ راستہ کھول کر دکھلا دیا۔ یہ طبری کا قول ہے۔

ایک قول کے مطابق یہاں اس طرح معنی کیے جائیں گے کہ: اے نبی ہم نے آپ ﷺ کو گمراہوں میں گھرا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر آپ ﷺ کو ایمان و رشد والوں کی راہ دکھلا دی۔'' اس کو سدی اور دیگر علماء نے بیان کیا۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ ﷺ اپنی شریعت سے بے خبر تھے۔ سو آپ ﷺ کو اس شریعت کی جانب متوجہ کیا۔

قُشیری نے اس موقع پر جو فرمایا وہ قابل تحسین ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ضالّ کے معنی یہاں حیرانی اور تعجب کے ہیں اور نبی کریم ﷺ اسی کیفیت میں تھے' لہٰذا تلاشِ حق میں غارِ حرا میں جا کر خلوت نشین ہوتے تھے تاکہ تقرب حاصل ہو اور شریعت مل جائے اور ایسا ہی ہوا کہ اللہ عزوجل کا کرم متوجہ ہوا اور منصب نبوت پر سرفراز ہو گئے۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ معنی اس طرح ہوں گے کہ آپ ﷺ پہچانتے نہ تھے تو اللہ نے اس کی طرف آپ ﷺ کی راہبری فرما دی۔ جیسا اللہ عزوجل کا قول ہے کہ:

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط﴾ [النساء: ۱۱۳]

''اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا۔''

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ضلالت و معصیت میں ہرگز مبتلا نہ تھے۔

بعض حضرات نے ہدیٰ کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ امورِ نبوی کو اللہ عزوجل نے دلائل و براہین کے ساتھ واضح کر دیا۔

ایک اور قول کے مطابق نبی کریم ﷺ اس بارے میں متردد تھے اور فیصلہ نہ کر پا رہے

Marfat.com

تھے کہ اپنا مستقل مستقر مدینہ کو بنائیں یا مکہ کو تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی ہدایت کی۔

بعض نے آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا کہ ''آپ ﷺ کو پایا پھر آپ ﷺ کے ذریعہ گمراہوں کو ہدایت بخشی۔''

جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس محبت کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تو جو ابتدائے آفرینش ہی سے نبی کریم ﷺ کو اللہ عزوجل کی بابت ودیعت کر دی گئی تھی۔ پھر اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اس کی معرفت عطا کی۔

ضالًا اور ضالٌّ کے درمیان فرق:

حسن بن علی نے ضالًا کے بجائے ضالٌ پڑھا یعنی آپ ﷺ کو گمراہ نے پایا تو وہ آپ ﷺ کی وجہ سے راہ ہدایت سے بہرہ مند ہو گیا۔

ابن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی محبت و وارفتگی کے لیے جائیں گے۔ اس کے ماسوا دوست کے معنی میں بھی مستعمل ہو سکتا ہے اور دوست کے سلسلے میں تو ہمیں قرآنی آیت بھی شہادت دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔

﴿اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ......﴾ [یوسف: ۹۵]

''یعنی آپ اسی پرانی محبت میں گرفتار ہیں۔''

اس آیت میں گمراہی کا یہ معنی تو ہرگز نہیں کہ وہ دین میں کسی قسم کی گمراہی میں مبتلا تھے کیونکہ اگر کسی نبی کی بابت ایسی بات کہی جائے کہ وہ کفر کی گمراہی میں مبتلا تھے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ ایسے ہی اس آیت میں ہے کہ:

﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [الأعراف: ٦٠]

''ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔''

جنید بغدادیؒ نے فرمایا میں نے اس آیت کے معنی یہ سمجھے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے نزول کے ذریعہ کلام واحکامات کی بابت متحیر پایا' لہٰذا اس کے بیان کی ہدایت فرمائی اور انہوں نے اس کی تائید یوں پیش کی:

Marfat.com

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ……﴾[النحل: ٤٤]

''یہ ذکر (کتاب (ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں' شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

بعض کہتے ہیں کہ ﴿وَوَجَدَكَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ کوئی آپ ﷺ کی نبوت کو پہچان نہیں پا رہا تھا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے (اس نبوت) کو ظاہر فرما دیا اور آپ ﷺ کے ذریعہ سے خوش نصیبوں کو ہدایت حاصل ہوگئی۔

میں (مصنفؒ) نے تو کسی مفسر کا ایسا قول ابھی تک نہیں دیکھا جس میں ضالاً کا معنی ایسے کیے گئے ہوں۔

ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ؁﴾[الشعراء: ۲۰]

''میں نے اس کام کو اُس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا۔''

یہاں "ضالین" سے مخاطب خطا کار ہیں۔ خطاء کار اُسے کہا جاتا ہے جس سے کوئی غلطی بناء قصد وارادے کے سرزد ہوگئی ہو۔ ابن عرفہ نے یوں کہا ہے۔

ازہری کہتے ہیں کہ اس کا معنی بھولنے والے کے بھی ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ یہی بات

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ؆﴾[الضحیٰ: ۷]

''اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی۔''

کی بابت بھی کہی جاتی ہے۔ یعنی آپ بھولے ہوئے تھے اللہ عزوجل نے آپ کو یاد دلا دیا۔

"ضنال" بھولنے کے معنی میں اس آیت مبارکہ میں بھی آیا ہے:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی……﴾[البقرة: ۲۸۲]

''تا کہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں کی ایک دوسرے کو یاد دلادے۔'' (بیان القرآن)

اور اللہ عزوجل کے قول:

Marfat.com

﴿وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ...... ﴾[الشوریٰ: ۵۲]

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف سے اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا' اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں' ہدایت دیتے ہیں' بے شک آپ راہ راست کی رہبری کر رہے ہیں۔''

سمرقندی نے اس کا جواب یوں دیا کہ جیسا کہ بعث سے قبل نہ تو قرآن کے متعلق آپ ﷺ کوئی علم رکھتے تھے اور نہ ہی اس کے طریقہ تعلیم سے کوئی اُنسیت تھی۔

قاضی ابوبکر نے بھی یہی بات اس بات کے اضافہ کے ساتھ بیان کی کہ آپ ﷺ قبل از بعثت اللہ عزوجل کی وحدانیت کا علم تو رکھتے تھے مگر فرائض واحکام اس وقت تک نازل ہی نہ ہوئے تھے' اس لیے ان کا علم نہ تھا۔ اس وقت آپ ﷺ مکلف بھی نہ تھے۔ جب احکام الٰہی نازل ہوئے تو آپ ﷺ ایمان وفرائض کے لیے مکلف ہوئے۔ یہ تاویل ہمیں تمام تاویلات میں سے عمدہ معلوم ہوتی ہے۔

اچھا! اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے اس قول کا پھر کیا مطلب ہوگا:

﴿وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ۝۳ ﴾[یوسف: ۳]

''اور یقیناً آپ اس سے پہلے خبروں میں سے تھے۔''

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ غافل یہاں

﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۝۷ ﴾[یونس: ۷]

''اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔''

کے معنی میں نہیں ہے۔

ابوعبداللہ ہروی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ یوسف علیہ السلام کے واقعہ پہ اُس وقت تک مطلع نہ تھے اور یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا گیا۔

۱۵۴۴..... ایسے ہی وہ حدیث ہے جسے عثمان بن ابی شیبہ نے جابرؓ کی سند سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ مشرکوں کے جلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے سنا

Marfat.com

کہ آپ ﷺ کے عقب سے دو فرشتے گفتگو کر رہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا: تم آگے جا کر ان کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ دوسرے نے کہا: میں ان کے پیچھے کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں یہ تو اس وقت بتوں کی طرف جا رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کا سختی سے رد کیا اور کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اگر موضوع نہیں تو موضوع کے مشابہ تو ضرور ہے۔

دار قطنی بیان کرتے ہیں کہ عثمان کی سند میں وہم ہے اور حدیث اسناداً بھی صحیح نہیں۔

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس روایت کی طرف دھیان نہ کیا جائے اس کے بجائے دوسری مشہور حدیث جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۵۴۵...... ((بُغضَت إليّ الأصنام.))

''مجھے تو طبعاً ہی بت پرستی سے بغض (نفرت) تھی۔''

۱۵۴۶...... ایک دوسری روایت میں جو امّ ایمنؓ سے مروی ہے یہ کہ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور ان کے لڑکوں نے عید میں آنے کے لیے کہا تھا لیکن جب آپ ﷺ نے اعراض کیا اور اپنی نفرت و کراہت کا اظہار کیا تو انہوں نے شرکت کے لیے قسم دلوائی۔ تب مجبوراً آپ ﷺ اُن کے ساتھ چلے آئے لیکن جلد ہی نہایت خوفزدہ ہو کر واپس لوٹ آئے اور فرمایا:

((كلما دنوت منها من صنم تمثل لي شخص إبيض طويل يصيح بي: وزاءك لا تمسه.))

''میں جب بھی کسی بت کے قریب ہوتا تو میرے روبرو ایک دراز قد سفید رنگ والا شخص آ جاتا اور مجھ سے چلا کر کہتا: ارے! پیچھے ہٹو! اسے ہرگز چھونا نہ۔''

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کبھی بھی مشرکین کی عید میں شریک نہیں ہوئے۔ (یہ پہلا اور آخری موقعہ تھا اور وہ بھی بچپن کا واقعہ ہے' مترجم)۔

۱۵۴۷...... ایسے ہی ایک قصہ بحیرہ راہب کا بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے

Marfat.com

چمکدار و روشن پیشانی والے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر علاماتِ نبوت کا اندازہ کر لیا اور اپنے علم کے مطابق اس کی تصدیق کے لیے اس نے لات وعزیٰ کی قسم دے کر کچھ پوچھنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تسألني بهما، فو الله! ما أبغضت شيئًا قط بغضهما.))

ان کی قسم مجھ کو نہ دو کیونکہ یہ مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہیں اور واللہ! ان سے بڑھ کر میرا کوئی دشمن نہیں۔"

اس کے بعد بحیراء نے آپ ﷺ سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر گواہی دیتا ہوں تو اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "چلو! اب جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔"

ایسے ہی یہ بات معروف و مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ قبل از نبوت جب بھی حج پر تشریف لے جاتے تو مشرکین کی طرح مزدلفہ وقوف کرنے کے خلاف تھے۔ آپ ﷺ اس وقت بھی عرفات ہی میں وقوف فرمایا کرتے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عرفات ہی میں وقوف کیا کرتے تھے۔

فصل : ۳

انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت اور اُمورِ دُنیا کا بیان

قاضی ابو الفضل اللہ انہیں نیک توفیق عطا کرے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو کچھ میں نے بیان کیا اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی انبیاء کرام علیہم السلام توحید، ایمان اور وحی کے معاملے میں علم و یقین سے لبریز تھے اور علم و یقین یا دینی و دنیوی معاملات کی بابت کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے وہ ناواقف ہوں اور جس شخص نے بھی اخبار و احادیث کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو اس نے میری اس بات کو ذخیرۂ احادیث میں ضرور پایا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں تو باب چہارم کی فصل: ۱ (جلد: اوّل) میں ہم بیان کر چکے۔ ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان علوم و معارف کے بارے میں انبیائے کرام علیہم السلام کے احوال مختلف فیہ ہیں۔

ہم یہاں پر اُن امور کا تذکرہ کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے دُنیاوی معاملات سے متلق ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اعتقاد قطعاً صحیح نہیں کہ انبیاء کرام علیہم

Marfat.com

السلام تو دُنیاوی اُمور سے کلیۃً بے تعلق ہو کر زندگی بسر کرتے تھے اور ان کا جاننا کوئی عیب کی بات ہے۔ کیونکہ ان کی توجہ تو ہمہ وقت امورِ آخرت اور شریعت کے امور پر مرتکز و متوجہ رہتی تھی، جن امور کا دُنیا سے تو کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کے برخلاف دُنیا داری کے معاملات ہیں کہ جو دُنیا کی ظاہری زندگی ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں اور آخرت سے بالکلیہ غافل و بے پرواہ ہوئے بیٹھے ہیں۔

ان اہل دُنیا کی بابت قرآن میں اللہ عزوجل نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۝﴾

[الروم: ۷]

''وہ تو (صرف) دُنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں۔''

اس سلسلہ میں مزید تفصیل ان شاء اللہ دوسرے باب میں آ رہی ہے۔

یہاں تو فقط یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ بات کہنا ہرگز درست نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اُمورِ دُنیا داری سے بالکل بے بہرہ تھے کیونکہ اُن کے متعلق ایسا گمان رکھنا غفلت اور نادانی تک لے جاتا ہے اور یہ حضرت اس سے پاک و منزہ تھے اور اہل دُنیا ہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ان کی حکومت و ہدایت اور ان کے دین و دنیا کی اصلاحات کے لیے حاکم مقرر کیے گئے تھے اور کیا یہ کام دُنیاوی اُمور سے بے بہرہ شخص انجام دے سکتا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کے حالات و عادات اس باب میں معلوم ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا انہیں جاننا بھی اس بارے میں مشہور و معروف ہے۔

اگر ان کا اعتقاد دین کی بابت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جاننا ہی ثابت ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہل فی الجملہ جائز نہیں کیونکہ یہ امر اس کا مقتضی ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں وحی سے نوازا ہوگا۔ سو اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ شک جائز نہیں اور یہ بات ہم قبل ازیں بھی بیان کر چکے۔ پھر جہل کیسا' یاد رکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو علم حقیقی حاصل ہوا یا ایسے افعال جن میں وحی کا نزول نہیں ہوا اجتہادی طور پر صدور ہوئے اور محققین کا یہ قول بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد جائز ہے۔

Marfat.com

۱۵۴۸..... یہ بالکل موافق ہے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بابت مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا اُس میں میں اپنی رائے سے فیصلہ نازل کرتا ہوں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد) ثقات نے اس کو روایت کیا۔

اور جیسے کہ بدر کے موقع پر قید کیے جانے والوں کا واقعہ اور پیچھے رہ جانے والوں کی بابت حکم ارشاد فرمانا بعض کی رائے پر۔ پس یہ بھی جس کا آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کا اجتہادی ثمرہ ہے۔ حق اور صحیح ہی ہوگا اور یہ وہ حق ہے کہ اس کے خلاف کی طرف جو اس میں مخالف ہے اور خطاء اجتہادی کو جائز کہتا ہے ہرگز خیال نہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس شخص کے قول کی طرف جو کہ مجتہدین کے صواب کی جانب گیا ہے جو کہ ہمارے ہاں بالکل حق و صواب ہے اور نہ دوسرے قول پر کہ حق ایک طرف کو گیا ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شرعیات میں اجتہادی خطاء سے عصمت ثابت ہے اور اس لئے کہ مجتہدین کے خطاء کا قول تو شرع کے استقرار کے بعد بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کی نظر و اجتہاد تو ان معاملات میں ہے جس میں کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول نہیں ہوتا تھا اور پہلے اس سے جو آپ ﷺ نے دِل میں سوچ لیا، مشروع نہ ہوا تھا لیکن جن واقعاتِ شرعیہ پر آپ ﷺ کا دِل مضبوط نہیں ہوا۔ سو بے شک شروع میں تو ان کی بابت آپ ﷺ کو علم نہیں تھا مگر فقط اُتنا ہی جتنا کہ اللہ عزوجل نے بتایا تھا حتیٰ کہ پھر ان سب کی بابت علم نبی کریم ﷺ کے نزدیک ثابت ہوگیا یا تو اللہ عزوجل کی وحی کے نزول سے یا اذن سے کہ آپ ﷺ اس میں شروع کریں اور حکم دیں اور جو آپ ﷺ کو اللہ عزوجل دکھلائے اور نبی کریم ﷺ وحی کا انتظار اکثر اُمور کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ اُس وقت تک نبی کریم ﷺ کی رحلت نہیں ہوئی جب تک کہ ان سب کی بابت علم نبی کریم ﷺ کو حاصل نہ ہوگیا اور احکام شرعیہ کی معلومات آپ ﷺ کے نزدیک ثابت ہوگئیں، کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہا۔ جہل کی نفی ہوگئی۔

خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ سے تفصیل شرع سے جس کی دعوت دینے کا نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا گیا تھا آپ ﷺ پر اُس کی بابت جہل کا کہنا درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی دعوت ان امور کی طرف جن کو آپ ﷺ جانتے ہی نہ ہوں صحیح نہیں لیکن وہ اُمور جو آپ ﷺ کے اعتقاد سے متعلق ہیں یعنی آسمانوں اور زمین کے ملکوت اور اللہ عزوجل کی مخلوق اور اس کے

Marfat.com

اسماء حسنیٰ اور آیاتِ کبریٰ کی تعین اور آخرت میں علاماتِ قیامت، نیک بختوں اور بد بختوں کے حالات جو کہ وہ انجام دے چکے اور جو کہ مستقبل میں انجام پذیر ہوں گے، ان سب کا علم نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعہ ہی سے حاصل ہوا۔

سو اس میں پہلے ہمارے بیان کر چکنے کے موافق آپ ﷺ معصوم ہیں اور جو علم آپ ﷺ کو عطا کیا گیا اس میں آپ ﷺ کو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تھا بلکہ اس میں نبی کریم ﷺ کو پورا یقین کامل حاصل ہو چکا تھا۔

۱۵۴۹......لیکن اس میں یہ شرط نہیں کہ ان سب کی تفصیل کا علم بھی آپ ﷺ کو ودیعت کیا گیا ہو اگرچہ نبی کریم ﷺ کو اس کا اتنا علم تو تھا ہے اور تمام لوگوں کے مقابلے میں کیونکہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

((إنی لا أعلم إلا ما علمنی ربی.))

''میں نہیں جانتا مگر اسی قدر جتنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے بتایا ہے۔''

۱۵۵۰......اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ولا خطر علی قلبِ بشرٍ.)) [مسلم] ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ......﴾ [السجدة : ۱۷]

''نہ تو کسی انسان کے دِل پر گزرا ہے۔ پس کوئی نفس وہ باتیں نہیں جانتا کہ جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔''

اور موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ:

﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾﴾ [الکهف : ٦٦]

''میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھلایا گیا ہے۔''

۱۵۵۱......اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((أسألك بأسمائك الحسنى ما علمتُ منها وما لم أعلم.))

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عمدہ ناموں سے سوال کرتا ہوں جو ان میں سے جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔''

Marfat.com

۱۵۵۲......اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أسألك بكل اسمٍ هُو لك سميت به نفسك، أو استأثرت به في علم الغيب عندك.)) [أحمد ١ / ٣٩١]

''میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر ایک اسم سے جو تیرا ہے تو نے اپنا نام رکھا ہے یا اس کو ترجیح دی، علم غیب میں سے جو تیرے پاس ہے۔''

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾﴾ [يوسف : ٧٦]

''ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے۔''

زید بن اسلم وغیرہ کا کہنا ہے یہاں تک کہ وہ علم اللہ تعالیٰ تک منتہی ہو جاتا ہے اور یہ ایسا امر ہے کس جس میں کوئی خفاء نہیں کیونکہ اللہ عزوجل کی معلومات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ ان کی کچھ انتہا ہے۔ یہ حکم نبی کریم ﷺ کی توحید و شرع و معارف امورِ دینیہ کے اعتقاد کی بابت ہے۔

فصل :۴

نبی کریمؐ کی عصمت اور شیطان سے بچاؤ پر اُمت کا اجماع

جان رکھو کہ نبی کریم ﷺ کے شیطان سے بچنے اور عصمت پر امت کا اتفاق ہے۔ اللہ عزوجل اس سے کافی ہے نہ تو اس کو آپ ﷺ کے جسم پر طرح طرح کی تکلیف دینے سے اور نہ آپ ﷺ کے دِل پر وساوس پہنچانے سے غالب آتا ہے۔

۱۵۵۳...... بے شک ہم کو خبر دی قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ نے کہ ہم سے ابو الحسن دار قطنی نے کہا، ہم سے اسمٰعیل صفار نے، ہم سے عباس ترقفی نے کہا، ہم سے محمد بن یوسف نے کہا، ہم سے سفیان نے منصور سے وہ سالم بن ابی الجندہ سے، وہ مسروق سے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما منكم من احد إلا وقد وكل به قرينة من الجن، و قرينه من الملائكة. قلوا: و إياك؟ يا رسول الله! قال : وإياى،

Marfat.com

ولكن الله تعالٰى أعاننى عليه فأسلم.))

''تم میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا ہم نشین جن نہ بنایا گیا ہو اور ایک ہم نشین فرشتہ نہ ہو۔ صحابہؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس پر میری مدد فرمائی۔ وہ مسلمان ہو گیا۔''

اس کے سوا کچھ نے منصور سے یوں روایت کیا:

((فلا يأمرنى إلا بخير.)) [مسلم]

''پس وہ مجھ کو نیکی کے سوا اور کچھ حکم نہیں دیتا۔''

۱۵۵۴...... اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ میں اس سے بچتا ہوں۔'' (مسلم)

بعض علماء کرام نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ اسلام لے آیا یعنی میرا ہم نشین اپنے حال کفر سے اسلام کی طرف لوٹ آیا۔ پھر وہ سوا نیکی کے کسی بات کا حکم اَرشاد نہیں فرماتا جیسا کہ فرشتہ اور یہ ظاہر حدیث کا مطلب ہے۔

۱۵۵۵...... بعض نے روایت کیا کہ وہ فرمانبردار بن گیا۔

قاضی ابوالفضل اللہ اس کو توفیق خیر عنایت کرے۔ کہتا ہے اب جبکہ آپ کے شیطان کا جو آپ کا ہم نشین ہے اور بنی آدم پر غالب ہے۔ یہ حکم ہے تو اس کا کیا حال ہوگا جو آپ سے دور ہوگا اور جس نے آپ ﷺ کی صحبت کو لازم نہیں کر لیا اور نہ آپ ﷺ کے نزدیک آنے پر قادر ہے۔

بے شک اس بابت بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں کہ شیطان نے کئی مواقع پر نبی کریم ﷺ کے نور کو بجھانے اور نبی کریم ﷺ کو ہلاک کر ڈالنے اور شغل میں ڈالنے کی خواہش سے آپ ﷺ کا تعاقب کیا لیکن نبی کریم ﷺ کے اغواء سے نا اُمید ہو گئے اور ناکام و ناکامیاب لوٹے جیسا کہ نماز کی حالت میں آپ ﷺ کا تعرض کیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کو جکڑ لیا اور قید کر لیا تھا۔

۱۵۵۶...... صحاح میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے روبرو شیطان پیش ہوا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ بلّی کی شکل

Marfat.com

میں پھر اس نے مجھ پر حملہ کیا کہ میری نماز کو قطع کر ڈالے۔ تب اللہ عزوجل نے اس پر مجھے قدرت دے دی مگر میں اس کو چھوڑ دیا اور اس سے قبل میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو ایک ستون کے ساتھ باندھوں گا یہاں تک کہ تم صبح کے وقت اُس کو دیکھ سکو لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی بات یاد آ گئی کہ انہوں نے کہا تھا:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ﴾[ص: ۳۵]

''اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی (شخص) کے لائق نہ ہو، تو بڑا ہی دینے والا ہے۔''

پھر اللہ عزوجل نے اُس کو ناکام لوٹا دیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۵۷......حضرت ابودرداء کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ کا دشمن ابلیس میرے پاس آگ کا شعلہ لایا تا کہ اس کو میرے منہ میں رکھے اور میں اس وقت نماز میں تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعوذ باللہ پڑھنے اور اس پر لعنت کا ذکر کیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لوں اور (گزشتہ کی طرح) ذکر کیا کہ وہ بے شک وہ صبح کے وقت تک بندھا ہوا ہوتا جس سے مدینہ کے بچے کھیلتے۔ (مسلم)

۱۵۵۸......اور ایسا ہی واقعہ حدیث معراج میں مذکور ہے جس میں ایک جن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شعلہ لے کر آیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کلام سکھایا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔ اس کو موطا میں ذکر کیا۔ (احمد)

۱۵۵۹......اور جس وقت شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود تو تکلیف دینے پر قادر نہ ہوا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو سبب اور واسطہ بنایا جیسا کہ اس کا معاملہ قریش کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مشورہ کی بابت ہوا اور وہ شیخ نجدی کی صورت میں آیا۔

۱۵۶۰......اور دوسرا وہ واقعہ ہے جب جنگ بدر میں سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا تھا اور اللہ عزوجل کا قول ہے:

﴿وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ......﴾[الأنفال: ٤٨]

Marfat.com

''جبکہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا' میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں۔''

۱۵۶۱.....اور ایک دفعہ بیعت عقبہ کے وقت قریش کو آپ ﷺ کی حالت سے ڈراتا تھا۔

ان سب معاملات میں اللہ عزوجل نے ان کے معاملہ سے آپ ﷺ کی کفایت کی اور اس کے ضرر ونقصان سے نبی کریم ﷺ کو محفوظ و مامون رکھا۔

۱۵۶۲..... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن عيسى عليه . عليه السلام . كُفى م نلسمه' فجاء ليطعن بيده فى خاصرته حين ولد فطعن فى الحجاب.))

[بخاری و مسلم]

''کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے چھونے سے بچائے گئے۔وہ آیا تھا کہ اپنے ہاتھ سے ان کے پہلو میں چھوئے جبکہ وہ پیدا ہوئے مگر اس نے پردہ میں چھوا۔''

۱۵۶۳.....اور نبی کریم ﷺ جب بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کے مُنہ میں جب دوائی اُنڈیلی گئی اور آپ ﷺ سے کہا گیا کہ ہم ڈر گئے تھے کہ آپ ﷺ کہیں ذات الجنب نہ ہوں۔تب آپ ﷺ نے فرمایا:

((إنها من الشيطن' ولم يكن الله ليسلطه على.))

[احمد' بخاری' مسلم]

''یہ تو شیطان کی طرف سے تھا اور اللہ تعالیٰ اُس ملعون کو مجھ پر غلبہ نہ دے گا۔''

اب یہ کہا جائے گا کہ پھر اس آیت کریمہ کا کیا مطلب؟

﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾﴾

[الأعراف: ۲۰۰]

''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔''

اسکے جواب میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی طرف راجع ہے کہ:

﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الأعراف:۱۹۹]

Marfat.com

''جاہلوں سے کنارہ کر۔''

پھر ارشاد فرمایا:

﴿وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ﴾

''اگر تجھے نزع پہنچے۔'' یعنی تجھ کو غضب ہلکا کرے جو کہ تجھ کو ان اعراض کے ترک پر برانگیختہ کرے تو اللہ کے ساتھ پناہ مانگ۔

بعض کا کہنا ہے کہ نزع کے معنی یہاں فساد کے ہیں جیسا کہ کہا بعد اس کے کہ شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈالے۔

بعض کہتے ہیں ﴿یَنۡزَغَنَّکَ﴾ تجھے برانگیختہ کرے اور حرکت دے اور برانگیختہ کرنا کم درجہ کا وسوسہ ڈالنا ہے۔ پس اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ جب دشمن پر غصہ اس کو حرکت دے یا شیطان آپ ﷺ کے اغوا کا ارادہ کرے اور خطرات تو ادنیٰ وساوس ہے کہ جس کا آپ ﷺ کی طرف راستہ نہیں کہ آپ ﷺ اس سے پناہ مانگیں۔

پھر اس کے معاملہ کی کفایت کی جائے گی اور یہ آپ ﷺ کی پوری عصمت کا سبب ہو جائے گا کیونکہ وہ اس سے بڑھ کر تو آپ ﷺ پر غلبہ پا ہی نہیں سکتا کہ آپ ﷺ کا تعرض کرے۔ اس کو آپ ﷺ پر اس سے بڑھ کر قدرت ہی نہیں دی جاتی۔

اس آیت میں بعض نے کچھ اور بھی بیان کیا اور یہ بات تو قطعاً درست نہیں کہ شیطان نبی کریم ﷺ کے روبرو فرشتہ کے بہروپ میں آیا اور آپ ﷺ پر شبہ ڈالے۔ نہ تو دورِ رسالت میں اور نہ اس کے بعد اور اس پر اعتبار کرنا معجزہ کی دلیل ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کو اس میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ جو کچھ اس کے پاس آتا ہے وہ اللہ کا فرشتہ ہی لاتا ہے۔ وہ اس کا حقیقتاً رسول ہے یا تو ضروری علم کے ساتھ جس کو اللہ عزوجل نے اس کے لیے پیدا کر دیا یا برہان کے ساتھ کہ جس کو اپنے نزدیک ظاہر کر دیتا ہے تا کہ تیرے ربّ کا کلمہ صدق و عدل کے طور پر پورا ہو جائے اور اللہ عزوجل کے کلمات میں تبدیلی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اب تم یہ پوچھو گے کہ پھر اللہ عزوجل کے اس قول کے کیا معنیٰ؟

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلۡقَی ......﴾

[الحج: ۵۲]

Marfat.com

''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دِل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا' پس شیطان کی ملاوٹ اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے۔''

پس جان رکھو کہ اس آیت میں لوگوں کے بہت سے اقوال مروی ہیں۔ ان میں سے بعض تو نرم ہیں اور بعضے سخت۔ بعض موٹے اور بعض پتلے ہیں اور سب سے بہتر اس میں سے وہ قول ہے جس پر کہ جمہور مفسرین متفق ہیں اور وہ یہ ہے کہ (التمنی) یہاں پر تلاوت کے معنی میں ہے اور شیطان کا القاء اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی طبیعت کو پریشان کرتا اور قاری کے لیے دُنیا کی باتیں یاد دلاتا حتیٰ کہ اس پر اپنی پڑھائی میں وہم ونسیان آ جائے یا سننے والوں پر اس کے سوا تحریف اور رقیق تاویلات داخل کر دے جن کو اللہ تعالیٰ زائل اور منسوخ کر ڈالتا ہے' اس کا اشتباہ اس پر کھول دیتا ہے' اس کی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اس آیت پر عنقریب اس کے بعد ایسا کلام ہوگا کہ اس سے زیادہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور سمرقندی نے تو اس قول ہی کا انکار کیا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے ملک سلیمان پر شیطان کا تسلط وغلبہ ہو گیا تھا اور ایسے قصے صحیح نہیں اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کا قصہ اس کے بعد بہت بہتر انداز میں بیان کیا ہے۔ جس میں یہ بیان کیا ہے کہ جسم سے مراد وہ لڑکا ہے جو ان کا پیدا ہوا تھا۔

ابو محمد مکی نے ایوب علیہ السلام کے قصے اور ان کے اس قول میں کہ ''بے شک مجھ کو تکلیف وعذاب پہنچا ہے'' کہا کہ کسی کو بھی یہ قطعاً جائز نہیں کہ یہ تاویل کرے کہ شیطان نے بلاشبہ اس کو بیمار کر دیا اور برائی کو اس کے بدن میں داخل کر دیا۔ یہ بات تو ماسوا اللہ عزوجل کے فعل وامر کے ہو ہی نہیں سکتی تا کہ ان کو آزمائے اور خوب آزمائے۔

مکی کہتے ہیں کہ بعض نے یہ کہا کہ شیطان نے اس کو جو تکلیف دی تھی وہ اس کی بیوی کا وسوسہ تھا جو اس نے اس کو ڈالا تھا۔

اب آپ کہیں گے کہ اللہ عزوجل کے اس قول کے کیا معنی کہ جو یوشع علیہ السلام کی طرف سے ہے ''نہیں بھلایا مگر شیطان نے'' (الکھف:۶۳) اور اللہ عزوجل کا یوسف علیہ السلام کی طرف

Marfat.com

سے فرمانا: ''پھر بھلا دیا اس کو شیطان نے اپنے ربّ کا ذکر'' (یوسف:۴۲)

۱۵۶۴.....اور نبی کریم ﷺ کا وہ قول جس دن کے آپ ﷺ وادی میں سو گئے تھے (اور سورج نکل آیا) کہ یہ وہ وادی ہے جس میں شیطان ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کا گھونسہ مارنے پر یہ کہنا کہ ''یہ شیطان کا کام ہے.....'' (القصص:۱۵)

جان رکھو! یہ ایسا کلام ہے کہ عرب کے کلام میں ہر ایک بری بات کو جو کسی سے واقع ہو یا کوئی ایسا فعل سرزد ہو تو وہ ہمیشہ شیطان کی طرف سے اور اس کے فعل سے سمجھا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ ﴿٦٥﴾﴾ [الصافات : ٦٥]

''جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔''

۱۵۶۵.....اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فليقاتله فإنّما هو شيطان.)) [بخاری و مسلم]

''اس سے لڑے (نماز کے آگے گزرنے والے سے) کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

ایسے ہی اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ یوشع علیہ السلام کے اس قول کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں کیونکہ اس وقت تک ان کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا۔'' (الکہف:۶۰)

اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد نبی ہوئے تھے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کی موت سے کچھ قبل اور موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نبوت سے قبل تھا۔

اور مفسرین کے اس قول کے بارے میں بھی کہ بھلایا اس کو شیطان نے' دو اقوال منقول ہیں۔ ① ایک تو یہ کہ بھولنے والا قید خانہ کے دو اشخاص میں سے ایک تھا اور اس کا رب بادشاہ تھا یعنی شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ بادشاہ سے اس کا ذکر کرے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ حال ہے۔ ② اور یہ بھی ہے کہ اس قسم کے شیطان کے فعل میں یوسف علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام پر وساوس و خلش کا غلبہ نہیں تھا اور اس میں صرف ان کے دلوں کو دوسرے اُمور کے ساتھ مشغول کرنا مقصود تھا اور ان کو وہ باتیں یاد دلانا کہ جو ان کو شیطان نے بھلا دی تھیں یا وہ بھول گئے تھے۔

Marfat.com

۱۵۶۶......اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ:

((إنّ هذا وادٍ به شيطان.))

''یہ جنگل شیطان کا ہے۔

اس میں اس کا ذکر نہیں کہ وہ آپ ﷺ پر غالب آ گیا اور نہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو وسوسہ دیا بلکہ اگر یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو تو آپ ﷺ نے اس شیطان کا کام ظاہر کر دیا۔

۱۵۶۷......شیطان بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کو تھپک کر سلاتا رہا جیسا کہ بچے کو سلایا کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ سو گیا۔

سو جان لے کہ شیطان کا اس جنگل میں غلبہ صرف بلال رضی اللہ عنہ پر تھا جو کہ فجر کے پہرہ دار مقرر کیے گئے تھے۔

یہ تاویل اُس وقت کی جا سکتی ہے کہ ہم آپ کے اس قول کو کہ یہ شیطان کا جنگل ہے۔ نماز کے سو جانے کے سبب پر تنبیہ جانیں لیکن اگر اس کو کوچ کے سبب پر تنبیہ جانیں اور وہاں پر نماز نہ پڑھنے کی علت ٹھہرائیں تو یہ دلیل زید بن اسلم کی حدیث کے انداز و جریان کی ہے۔ پس اب اس پر اس بات میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ یہ امر ظاہر ہے اور اشکال رفع ہو گیا ہے۔

فصل :۵

نبی کریم ﷺ کے اقوال کی صحت و صداقت

نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال برحق ہیں اور اس بات پر واضح دلائل (عقلی و نقلی) موجود ہیں اور معجزاتِ صحیحہ سے بھی آپ ﷺ کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا جو طریقہ ابلاغ تھا اس کے بارے میں بھی اُمت متفق ہے کہ آپ ﷺ اس اعتبار سے بھی معصوم تھے کہ آپ ﷺ نے کبھی کوئی ایسی خبر نہیں پہنچائی جو بعد میں غلط ثابت ہوئی ہو نہ تو قصداً اور نہ ہی عمداً' نہ ہی سہواً اور نہ ہی غلطی سے۔

نبی کریم ﷺ نے عمداً و سہواً کبھی خلافِ واقع بات نہیں کی:

عمداً تو خلافِ واقع کہنا بالکل ہی غلط بات ہے کیونکہ اس بات پر تو بعینہٖ معجزہ دلیل قائم ہو

Marfat.com

چکی اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ تمام کا تمام برحق ہے۔ اس بات پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔

اب یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی بیان فرمایا سہواً اگر اس کے خلافِ واقع بات ہو جائے تو جس طرح عمداً یہ کبھی ممکن ہی نہیں' سہواً بھی یہ ممکن ہی نہیں۔ اُستاذ ابو اسحٰق اسفرائینی کا نظریہ ہے اور چونکہ عمداً پر اُمت کا اجماع ہے اس لیے سہواً پر بھی اجماع ہی تصور کیا جائے گا۔

علامہ باقلانی اور اسفرائینی میں اِس بات اختلاف:

قاضی ابوبکر باقلانی کا کہنا ہے کہ یہ بات شریعت' آیات اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ جو اختلاف ہے وہ تو معجزہ کو بطورِ دلیل بننے کی بابت ہے اور میں ان گنجلک مسائل کو اس جگہ بیان کر کے بات کو جانتے بوجھتے طویل کرنے کے حق میں نہیں کیونکہ اس وجہ سے میں اپنے اصل موضوع سے دُور ہو جاؤں گا۔ لہٰذا ہمیں بھی اسی بات پر اتفاق کرنا چاہیے جس پر مسلمان متفق ہو چکے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر:

اور اصل بات یہ ہے کہ امت تک شریعت پہنچانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کوئی خلافِ واقع بات نہیں کی۔ اسی طرح اپنے اللہ کی طرف سے جو بھی خبریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایں اور اللہ عزوجل نے جو بھی وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی' جانتے بوجھتے' خوشی یا غمی کی حالت میں' حالتِ صحت میں یا مرض میں کسی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافِ واقعہ کوئی بات نہیں ارشاد فرمائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''میں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر حالت میں سچ بولتا ہوں'':

۱۵۶۸..... حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں وہ باتیں لکھ لیا کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا:

((نعم!)) ہاں!

Marfat.com

میں نے کہا: چاہے وہ حالت غضب میں ارشاد فرمائی ہوں یا خوشی میں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((نعم، فإني لا أقول في ذلك كله إلا حقا)) [ابوداؤد، احمد]

''ہاں! کیونکہ میں ہر حالت میں سچ (ہی) کہتا ہوں۔''

ہماری خواہش ہے کہ معجزہ کی دلیل کی بابت جو کہ ہم نے پہلے اشارۃً کہی تھی ذرا کچھ مفصل طور پر بیان کریں۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کے صدق پر معجزہ قائم ہو چکا ہے اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ آپ ﷺ حق کے سوا کلام ارشاد نہیں فرماتے اور اللہ عزوجل کی طرف سے آپ ﷺ سچ ہی کی تبلیغ ارشاد فرماتے ہیں تو گویا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ آپ ﷺ کا کلام حق ہے اور نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں تاکہ میں ان چیزوں کو تم تک پہنچاؤں جن کے ساتھ اللہ عزوجل نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور جو کچھ مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے وضاحت کے ساتھ تمہارے سامنے بیان کروں۔

اللہ عزوجل نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾ [النجم: ۳، ۴]

''اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ کی صداقت کی گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ ......﴾ [نساء: ۱۷۰]

''تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے، پس تم ایمان لاؤ تاکہ تمہارے لیے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ دانا ہے، حکمت والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ [الحشر: ۷]

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔''

Marfat.com

ان آیاتِ کریمات کی روشنی میں یہ بات کہنا سخت بے ادبی ہے کہ نبی کریم ﷺ کوئی ایسا بات فرمائیں جو کہ خلافِ واقعہ ہو۔ خواہ وہ کسی صورت میں بھی ہو۔ اب اگر ہم آپ ﷺ کی بابت اس چیز کو جائز قرار دیں کہ آپ ﷺ سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے یا آپ ﷺ سے سہو ہو سکتا ہے تو پھر آپ ﷺ میں اور آپ ﷺ کے غیر میں کوئی وجہ امتیاز باقی نہیں رہے گی اور حق باطل کے ساتھ گڈمڈ ہو جائے گا۔

اس لیے یاد رکھو کہ ہمیں بہرطور یہ بات تسلیم کرتے ہی بنے گی کہ آپ ﷺ کے جملہ اقوال پر معجزہ منحصر ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے اقوال کی تصدیق کرتا ہے اور جیسا کہ ابواسحٰق اسفرائینی نے بتایا اجماع اور برہان سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ چکی کہ نبی کریم ﷺ اپنے اقوال میں بھی ہر طرح کے سہو اور غلطی سے مبرّا ہیں۔

فصل : ٦

معترضین کے اعتراضات کے مسکت جوابات

۱۵۶۹ تا ۱۵۷۴...... اِس فصل میں ہم معترضین کے ان اعتراضات کا جواب دیں گے جو وقتاً فوقتاً ان کی جانب سے نبی کریم ﷺ کے کلامِ مبارک پر وارد ہوتے رہتے ہیں' اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے سورہ والنجم کی آیت:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ﴾ [النجم: ۲۰]

''کیا تم نے لات وعزیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا''۔

تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا:

تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهَا لَتُرْتَجٰى۔

''یہ بہت بڑے آبی پرندے ہیں اور ان کی شفاعت کی اُمید کی جا سکتی ہے''۔

ایک روایت میں ترتضٰی (پسندیدہ) ہے۔ ایک روایت میں ہے: ان شفاعتها لترتجى وانها لمع الغرانيق العلٰى ہے دوسری روایت میں والعزانقة العلى تلك الشفاعة ترتجى ہے۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ نے سورہ ختم کر کے سجدہ فرمایا تو آپ ﷺ کے

Marfat.com

ساتھ مسلمانوں نے سجدہ کیا اور جب کافروں نے سنا کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کی تعریف کی ہے تو انہوں نے بھی سجدہ کیا بعض روایتوں میں ہے کہ (العیاذ باللہ) شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر ان کلمات کو جاری کر دیا تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ اس بات کے خواہشمند تھے کہ آپ ﷺ پر کوئی ایسی آیت نازل ہو جو آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی قوم کے درمیان قربت قائم کر دے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ خواہش تھی کہ آئندہ آپ ﷺ پر کوئی ایسی آیت نازل نہ جو جس کے باعث آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ سے مزید متنفر ہو۔ روایتوں میں یہ قصہ درج ہے اور یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ سورت پڑھی جب آپ ﷺ مذکورہ بالا دو جملوں پر پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں تو یہ دو جملے نہیں لایا تھا یہ سن کر نبی کریم ﷺ رنجیدہ ہوئے اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ ......﴾ [الحج:۵۲]

"ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا' پس شیطان کی ملاوٹ اللہ عزوجل دُور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے۔ اللہ عزوجل دانا اور باحکمت ہے۔"

اِس کے بعد اِس آیت مبارکہ کا نزول ہوا:

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ ......﴾ [بنی اسرائیل:۷۳' ۷۴]

یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اُتاری ہے بہکانا چاہتے کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لیں' تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا ولی دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے۔"

اِس روایت پر دو طرح سے جرح ہو سکتی ہے:

اِس کے جواب میں سمجھ لو (اللہ تمہیں عزت دے) کہ اس روایت پر گفتگو کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ روایت بنیادی طور پر ضعف کا شکار ہے۔ دوسری بات یہ کہ

Marfat.com

اگر اس روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کے باطل ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اسے صحاح ستہ کے کسی بھی محدث نے روایت نہیں کیا ہے اور نہ کسی ثقہ راوی نے سند متصل کے ساتھ اسے نقل کیا ہے یہ تو عجائب پسند مفسروں اور مورخوں کی نقل کردہ روایت ہے۔ جو ہر صحیح اور ضعیف کو نقل کر دیا کرتے ہیں۔ اسی لئے قاضی بکر بن علا مالکی نے بہت درست فرمایا ہے کہ بعض اہل ہوا مفسرین کی وجہ سے بہت سے لوگ مبتلا ہو گئے اور اس طرح کی روایتوں سے باوجود ان کے ضعف' اضطراب روایت' انقطاع اسناد اور اختلاف کلمات کے بے دین قسم کے لوگ چمٹ گئے کوئی کہتا ہے یہ واقعہ نماز میں پیش آیا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ اپنی قوم کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت یہ آیت اتری کوئی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کلمات (بتوں کی تعریف کے) اس وقت فرما دیئے تھے جبکہ آپ ﷺ کو اونگھ آ گئی تھی ایک گروہ کہتا ہے یہ باتیں آپ ﷺ اپنے دل سے کہہ رہے تھے اور بھول کر آپ ﷺ نے فرما دیا۔ پانچواں گروہ کہتا ہے کہ ''شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر کلمہ جاری کر دیا'' اور جب نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہ کلمات سنائے تو انہوں نے کہا کہ ''میں نے تو یہ آپ ﷺ کو نہیں پڑھا تھا'' ایک اور گروہ کہتا ہے کہ ''ان کفار کو شیطان نے یہ کلمہ سکھا دیا تھا اور جب نبی کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''واللہ! یہ آیت اس طرح تو نازل نہیں ہوئی'' وغیرہ وغیرہ۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جن تابعین یا مفسرین نے اس روایت کو بیان کیا ان میں سے کسی نے بھی نہ تو اس کی سند بیان کی نہ مرفوعاً اسے کسی صحابی تک پہنچایا بلکہ اس کے جتنے طریق روایت ہیں سب کے سب مہمل اور خلط ملط ہیں ان طریقوں میں سے ایک مرفوع روایت شعبہ کی حدیث مرفوع ہے۔ جس کے راوی ابوبشر ہیں وہ سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے گمان ہے' گویا خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس روایت میں شک ہے کہ اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ میں تھے۔ اس کے بعد راوی نے اصل قصہ بیان کیا ہے۔

ابوبکر بزار بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس قسم کی کوئی بھی روایت مروی نہیں ہے اس طرح انہوں نے اس روایت کے ضعف پر متنبہ کیا ہے کیونکہ اس میں شک پیدا ہو گیا اور

Marfat.com

ہم نے اس روایت کے نا قابلِ اعتبار ہونے کے بارے میں پہلے ہی ذکر کیا ہے۔ رہا سوال کلبی کی روایت کا تو اس سلسلے میں اتنا بتلا دینا کافی ہے کہ اس سے روایت کرنا درست نہیں اور نہ اس کی روایتیں اس قابل ہیں کہ انہیں ذکر کیا جائے کیونکہ وہ اکثر حد سے زیادہ ضعیف ہوتی ہیں اور کلبی سے جھوٹ ثابت ہے حضرت بزار نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کے سلسلے میں جو بات صحیح روایتوں میں ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی اس وقت آپ مکہ میں تھے (اسی کے دوران) آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس روایت سے سابقہ روایت کا ضعف ظاہر ہو گیا۔ یہ ضعف تو نقلی طور پر ظاہر ہوا عقلی اعتبار سے بھی سابقہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس بات پر حجت قائم ہو چکی ہے اور امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ معصوم تھے اور آپ ﷺ اس قسم کی ہلکی حرکتوں سے مبرا تھے۔ رہا سوال اس بات کا کہ آپ ﷺ کے دل میں خواہش تھی کہ کوئی ایسی آیت نازل ہو جائے جس میں مشرکین کے معبودوں کی تعریف ہو تو اس قسم کی خواہش صریح کفر ہے یہ کہنا کہ آپ ﷺ پر شیطان غالب ہو گیا ہو جس نے قرآن کو آپ ﷺ پر مشتبہ کر دیا یہاں تک کہ اس نے قرآن میں اپنی طرف سے کوئی چیز داخل کر دی ہو جسے نبی کریم ﷺ نے قرآن سمجھ لیا حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اس بات پر متنبہ کیا جائے یہ تمام کی تمام باتیں نبی کریم ﷺ کے لئے ناممکن ہیں اگر کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے قصداً قرآن میں ایسی آیتیں اپنی طرف سے داخل کر دیں تو یہ بھی کفر ہے اگر کہا جائے کہ بھول کر نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا تو واضح رہے کہ آپ ﷺ اس سے بھی محفوظ و معصوم تھے۔

ہم نے دلائل قاطعہ اور اجماع امت کے ذریعہ آپ ﷺ کی عصمت گزشتہ صفحات میں ثابت کر دی ہے کہ آپ ﷺ کے قلب پر نہ تو کفر آ سکتا تھا نہ زبان پر عمداً نہ سہواً آپ ﷺ اس لحاظ سے بھی معصوم تھے کہ شیطان آپ ﷺ پر کچھ القاء کرے یا اسے آپ ﷺ پر کسی قسم کے غلبے کا موقع ملے یا اللہ کے کلام میں وہ اپنا کلام ملا دے عمداً یا سہواً کسی صورت میں بھی شیطان آپ ﷺ کے ساتھ ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا چنانچہ اللہ

Marfat.com

عزوجل نے ارشادفرمایا ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ......﴾ [الحاقه: ٤٤ تا ٤٦]

''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا۔ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔''

تو آگے چل کر ارشاد ہوا:

﴿إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾ [بنی اسرائیل: ۷۵]

''اس وقت ہم آپ ﷺ کو زندگی اور موت کا دوگنا عذاب چکھاتے''۔

دوسری وجہ:

مذکورہ روایت کا عقلاً اور عرفاً محال ہونا ظاہر ہے اور یہ اس طرح کہ جس طور پر یہ روایت بیان کی گئی ہے اگر اسی طرح ہو تو ایک قسم کا تناقض اور تضاد پیدا ہو جائے گا۔ اس میں مدح کے ساتھ ذم مل جاتی اور نظم کلام تباہ ہو جاتا اور ضرور بالضرور نبی کریم ﷺ اور ان مسلمانوں اور مشرکوں پر یہ بات کبھی مخفی نہ رہتی۔ جب عام لوگوں کا یہ حال ہے تو بھلا نبی کریم ﷺ پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہتی جن کی عقل اعلیٰ درجے کی تھی اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے آپ ﷺ وسیع علم کے مالک تھے۔

تیسری وجہ:

منافقوں دشمن، مشرکوں اور کمزور دل والے مسلمانوں کی عادت تھی کہ وہ پہلی ہی دفعہ نفرت کا اظہار کرتے اور فتنہ پرور دشمن ان باتوں میں دس باتیں اپنی طرف سے ملا دیتے وہ مسلمانوں کو عار دلایا کرتے تھے اور ان کے پے بہ پے مصائب پر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ کمزور ایمان والے لوگ جن کے دل بیمار تھے لیکن وہ ایمان کا اظہار کرتے تھے معمولی سے شبہ سے مرتد ہو جاتے تھے تاہم ان میں سے کسی نے بھی اس طرح کا کوئی اقدام نہ کیا اگر یہ بات ہوتی تو اس کی بنا پر قریشی (مشرکین) مسلمانوں پر غلبہ پاتے اور ان پر یہود حجت قائم کرتے جس طرح انہوں نے واقعۂ معراج میں کیا تھا اور بعض ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر بعض مسلمانوں نے اظہارِ

Marfat.com

ناگواری کیا تھا۔ اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو اس سے بڑھ کر فتنے کی اور کون سی بات ہو سکتی تھی۔ دشمن ایسے موقع پر شور مچائے ہوتے لیکن کسی دشمن نے ایک کلمہ بھی نہیں کہا نہ اس کے بارے میں کسی مسلمان کی زبان سے ایک بات نکلی ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصہ جھوٹا اور بناوٹی قصہ ہے اور ہمارے بیان کردہ دلائل سے بیخ و بن کے ساتھ اکھڑ جاتا ہے' اس میں شک نہیں کہ انسانوں اور جنوں کے شیطانوں نے یہ واقعہ بعض بے وقوف محدثین کے دل میں ڈال دیا تا کہ وہ ضعیف مسلمانوں کے دل میں یہ واقعہ بیان کر کے شک وشبہ پیدا کرتے پھریں۔

چوتھی وجہ:

راویوں نے اس قصہ کو اس آیت کی شانِ نزول کے طور پر ذکر کیا ہے:

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ﴾ [بنی اسرائیل:۷۳]

''یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اُتاری ہے بہکانا چاہتے کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لیں' تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا ولی دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان ک طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے۔''

ان دونوں آیتوں پر غور کرو یہ دونوں آیتیں اس خبر کو رد کرتی ہیں جسے وہ لوگ روایت کرتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کو فتنے میں ڈالتے تھے تا کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل پر افتراء کریں اور اگر اللہ عزوجل آپ ﷺ کو ثابت قدم نہ رکھتا تو آپ ﷺ ان کی طرف جھک گئے ہوتے اب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اس بات سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے کہ آپ ﷺ افتراء کریں اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس قدر ثابت قدم رکھا کہ آپ ﷺ ان کی طرف تھوڑا سا بھی نہیں جھکے زیادہ جھکنے کا تو سوال ہی نہیں۔ یہ جعلی روایت بیان کرنے والے اپنی لغو روایت میں تو یہاں تک نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اور ان کی طرف اتنا میلان ہو گیا کہ آپ ﷺ نے افتراء کیا اور ان کے معبودوں کی تعریف کی اور آپ ﷺ نے فرما دیا کہ میں نے اللہ پر افتراء کیا ہے اور میں نے وہ بات کہی جو اس نے نہیں کہی تھی حالانکہ یہ بات آیت کے مفہوم

Marfat.com

کے سراسر خلاف ہے اسی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہو جاتی ہے اگر اسے صحیح مانا جائے چہ جائیکہ کوئی موضوع اور جعلی روایت ہو۔ یہ باتیں اس آیت کے مثل ہیں:

﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾[نساء: ۱۱۳]

''اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ایک گروہ نے تو ارادہ ہی کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کو بھٹکا دیں حالانکہ وہ اپنے آپ ﷺ ہی کو گمراہ کریں گے آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قرآن میں جہاں بھی کَادَ کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ واقع نہیں ہوگا اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾[نور: ۴۳]

''قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو لے جائے حالانکہ وہ اندھے نہ ہوئے''۔

ایک اور جگہ آیتِ مبارکہ میں ہے:

﴿اَكَادُ اُخْفِيْهَا﴾[طه: ۱۵]

''میں عنقریب اسے چھپاؤں گا۔''

حالانکہ اللہ عزوجل نے نہ چھپایا''۔

قاضی قشیری کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ قریش و ثقیف کے بتوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ ﷺ سے التجا کی کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ ان کی طرف اپنا رُخ مبارک کر دیں اگر آپ ﷺ ایسا کر دیں گے تو ہم ایمان لائیں گے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور آپ ﷺ کسی قیمت پر ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

انباری کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہ ان کے قریب ہوئے نہ ان کی طرف جھکے۔ آیت مذکورہ کی اور بھی بہت سی تفسیریں بیان کی گئیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی اللہ عزوجل نے واشگاف انداز میں اپنے رسول ﷺ کی عصمت کو بیان فرمایا ہے۔ جس سے اس طرح کی بے ہودہ روایتوں کی تردید ہو جاتی ہے اب آیت میں اس کے سوا کوئی بات

Marfat.com

باقی نہ رہ گئی کہ اللہ عزوجل اپنے رسول ﷺ کو معصوم اور راہِ صداقت پر ثابت قدم رکھنے پر احسان جتلا رہا ہے حالانکہ کفار نے اس بات کی جان توڑ کوشش کی تھی کہ جس طرح بھی ہو آپ ﷺ کو سیدھے سے بہکا دیں۔ یہ جو کچھ کہ کہا گیا۔ یہی آیت کا مقصد اوّلین ہے۔

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایت کسی حد تک درست ہے تو ایسی صورت میں بھی علماء امت نے اس کے بہت سے جواب دیئے ہیں ان میں سے بعض جواب تو ضعیف ہیں اور بعض بہت قوی۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس کے راوی قتادہ اور مقاتل ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اونگھ آ گئی تھی اور اس وقت آپ ﷺ یہ سورۃ پڑھ رہے تھے تب نیند کے غلبے میں یہ کلام بتوں کی تعریف میں آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہو گیا' یہ جواب درست نہیں۔ کیونکہ نبی کریم کے شایان شان نہیں ہے۔ نیند کی حالت ہو یا بیداری کی نہ تو اللہ عزوجل کی کوئی غلط بات آپ ﷺ کی زبان پر جاری فرماتا تھا نہ آپ ﷺ پر شیطان کو غلبہ حاصل ہو سکتا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ہر قسم کے قصد و سہو نبی کریم ﷺ کو مبرا کر رکھا تھا۔

کلبی کا یہ قول ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ نے اپنے دل میں کہی تھی شیطان نے اس بات کو آپ ﷺ کی زبان پر جاری کر دیا۔ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سہو ہو گیا تھا اور جب آپ ﷺ کو اس پر متنبہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ شیطان کی طرف سے ہے" یہ باتیں بھی درست نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اس بات سے بھی اللہ عزوجل کی طرف سے محفوظ کئے گئے تھے کہ قصداً یا سہواً آپ ﷺ اس طرح کی کوئی بات فرما دیں یا شیطان آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی واہی تباہی بات نکلوا دے۔

بعض کہتے ہیں کہ ممکن ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی تقریر کے دوران کفار کو جھڑکتے اور انہیں اپنی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ) یہ میرا رب ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ "کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے؟ یا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تھا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ "ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہو گا"، ممکن ہے کہ آیات کے پہلے حصے کی تلاوت کرنے کے بعد آپ ﷺ تھوڑی

Marfat.com

دیر کے لئے بات میں فصل پیدا کرنے کی غرض سے خاموش رہے ہوں اور پھر انہیں ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا اور پھر اپنی تلاوت کی طرف رجوع کیا ہو۔ دوران کلام اس قسم کا فصل ممکن ہوتا ہے قرینہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے اس طرح یہ کفریہ کلمات تلاوت شدہ آیتوں میں داخل نہ ہوں۔ یہ بات قاضی ابوبکر نے کہی ہے' اس پر اس روایت کی بنیاد پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ''آپ ﷺ نے یہ کلام نماز کی تلاوت کے دوران فرمایا تھا'' اس لئے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو نماز میں گفتگو کرنا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

مذکورہ روایت کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں محققین علماء جس تاویل کو ترجیح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق قرآن حکیم کی آیتوں کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی تلاوت میں ہر ہر آیت الگ الگ ہوتی تھی یہ بات ثقہ راویوں نے نقل کی ہے' ممکن ہے کہ اس وقت شیطان گھات لگائے بیٹھا رہا ہو اور دو آیتوں کے درمیان آپ ﷺ نے جو خاموشی اختیار کی اس کے دوران اس نے آپ ﷺ کی آواز میں اپنی آواز مشابہ بنا کر اس طرح پڑھ دیا ہو کہ آپ ﷺ کے قریب جو کفار بیٹھے تھے انہوں نے سن لیا اور اسے نبی کریم ﷺ کا ارشاد سمجھ کر سب میں پھیلا دیا اس وقت موجود مسلمانوں نے بھی اس چیز کو قابل اعتراض نہیں سمجھا اس لئے کہ انہیں یہ سورتیں حفظ تھیں اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ بتوں کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں موسیٰ بن عقبہ نے بھی اپنے مغازی میں ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ یہ باتیں موقع پر موجود مسلمانوں نے سنی ہی نہ تھیں بلکہ شیطان نے یہ باتیں مشرکوں کے کانوں اور دلوں میں داخل کر دی تھیں اور روایت میں یہ جو آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس بات سے غمگین ہوئے تھے تو اس کی وجہ اس قسم کی بے ہودہ بات کے پھیلنے اور لوگوں کے شبہے میں پڑ جانے کی وجہ سے آپ ﷺ غمگین ہوئے تھے۔ کیونکہ اس طرح کی بات ایک فتنے کا سامان تھی۔ اللہ عزوجل یہ جو فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا تو اس جگہ تمنا سے مراد تلاوت ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے وہ رسول اور نبی سوائے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کے اور کچھ

Marfat.com

نہیں جانتے۔

اللہ عزوجل کے اس قول:

﴿فَيَنسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ﴾ [الحج: ٥٢]

''اور اللہ عزوجل شیطان کی ڈالی ہوئی باتوں کو مٹا دیتا ہے''۔

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل سیطان کی طرف سے القاء کی ہوئی باتوں کو مٹا کر اور ہر قسم کے اشتباہ کو رفع کر کے اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کو آیتوں کی تلاوت میں جو سہو ہوتا اللہ عزوجل اس پر آپ ﷺ کو متنبہ کر دیتا اور آپ ﷺ اپنے سہو سے رجوع فرما لیتے اس طرح کا قول کلبی کا ہے۔ کلبی نے تمنیٰ کا ترجمہ حدیث نفس کیا ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بھی اسی طرح کا معنی بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی سہو قرأت میں ہو جاتا تھا جس سے معنی میں نہ تو کوئی تبدیلی ہوتی تھی نہ الفاظ میں اور نہ قرآن میں کوئی زیادتی بلکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی آیت چھوٹ جاتی یا الفاظ سے کوئی کلمہ رہ جاتا لیکن یہ سہو باقی نہیں رہتا تھا بلکہ اللہ عزوجل بروقت آپ کو متنبہ کر دیتا اس کی تفصیل ہم ان ابواب میں عنقریب ہی ان شاء اللہ بیان کریں گے جہاں آپ ﷺ کے اس سہو کا ذکر ہوگا جو ممکن تھا اور اس کا جو ممکن نہیں۔ مذکورہ آیت کی تاویل کے سلسلے میں ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے سو اگر ہم والی بات کو تسلیم کر لیں تو کہیں گے کہ چلو مان لو کہ الغرانقة العلی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اگر ایسا بھی تھا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ الغرانقة العلیٰ جن کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے بت نہیں کیونکہ الغرانقة العلیٰ سے مراد فرشتے ہیں اور فرشتوں کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔ اسی قول کی بنیاد پر کلبی نے الغرانقة العلیٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ اس لئے کہ کفار کا عقیدہ تھا کہ بت اور فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں ان کا ذکر اللہ عزوجل نے خود قرآن میں فرما کر اس عقیدے کی تردید کی ہے چنانچہ اسی سورہ (والنجم) میں ہے:

﴿أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ﴾ [النجم: ٢١]

Marfat.com

"کیا تمہارے تو لڑکے ہیں اور اللہ کی لڑکیاں ہیں"۔

اللہ عزوجل نے ان کے ان بے ہودہ عقائد کا رد کر دیا ہے البتہ فرشتوں سے شفاعت کی امید کرنا درست ہے اور جب مشرکوں نے یہ تاویل کی کہ ان سے مراد ان کے بت ہیں شیطان نے انہیں شبہ میں ڈال دیا اور ان کے دل میں اچھی طرح بٹھا دیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت کو منسوخ کر دیا' جسے شیطان نے ان پر القاء کیا تھا اور اس طرح اس نے اپنی آیات کو محکم کیا۔ان باتوں اور لفظوں کی تلاوت کو جن کے باعث شیطان کو راستہ مل گیا تھا اشتباہ کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن کی کئی آیتوں کو منسوخ کیا تھا۔

اس آیت کے نازل کرنے میں اللہ کی حکمت تھی اور اس کو منسوخ کرنے میں بھی ایک حکمت تھی۔ وہ یہ کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعہ جسے گمراہ کرنا چاہتا تھا اسے گمراہ کیا اور جسے ہدایت دینا چاہتا تھا اسے ہدایت دی البتہ اس آیت سے وہی لوگ گمراہ ہوئے جو فاسق تھے۔

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ......﴾ [الحج: ۵۳، ۵۴]

"تاکہ ان چیزوں کو جو شیطان لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔(اللہ عزوجل) ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ سخت ہیں ایک فتنہ بنا دے' بے شک ظالم لوگ سخت عداوت میں ہیں تاکہ وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے یہ جان لیں کہ وہ آپ ﷺ کے رب کی طرف سے حق ہے پھر وہ ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ عزوجل کے فرماں بردار ہو جائیں"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس سورہ کو پڑھا اور لات وعزیٰ اور تیسرے مناۃ کے ذکر تک پہنچے تو کفار اس بات سے ڈرے کہ کہیں آپ ﷺ کوئی ایسی بات نہ فرما دیں جس سے ان بتوں کی مذمت نکلتی ہو تب وہ ان دونوں کلموں الغرانقة العلی سے

Marfat.com

ان کی مدح کرنے لگے وہ چاہتے تھے کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کردہ آیتوں اور اپنے کلام کے درمیان خلط ملط کردیں اور اپنی عادت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کریں یا شور مچائیں جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ اس قرآن کو مت سنو اور خوب شور مچاؤ تا کہ تم غالب آجاؤ۔ ان کے اس فعل کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہی ان کو اس طرح کے کاموں کے کرنے پر ابھارتا رہتا تھا اور اسی نے اس بات کو پھیلایا بھی تھا۔ انہوں نے یہ کہہ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی تعریف فرمائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا اور افتراء کیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو گئے تھے تو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر شیطان نے اس کی آرزو میں داخل دیا'' چنانچہ اللہ عزوجل نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا قرآن کو محفوظ فرما دیا' آیات کو محکم کیا اور دشمنوں نے جو شبہات پیدا کر دیئے تھے انہیں دور کر کے ہمیشہ کے لئے قرآن کی حفاظت و صیانت کا ذمہ لے لیا۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر:۹]

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

اسی سلسلے میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ فرمایا لیکن ان کی قوم نے اللہ عزوجل کے نبی کریم توبہ کی اور عذاب ٹل گیا۔ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ ''میں تو اب جھوٹا بن گیا اس لئے میں اپنی قوم کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضرت یونس علیہ السلام غصے کی حالت میں چل پڑے۔

جان لو! اللہ تمہیں عزت دے کہ اس بارے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ اللہ عزوجل انہیں ہلاک کرنے والا ہے بلکہ ان تمام روایتوں میں ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے اللہ عزوجل کے پاس بددعا کی تھی اور ظاہر ہے کہ ''بددعا'' تو خبر نہیں ہوتی کہ اس کے سچے ہونے کا مطالبہ کیا جائے۔ البتہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ فلاں وقت تمہارے اوپر عذاب آئے گا اور ان کے کہنے کے عین مطابق عذاب بھی آیا پھر ان کے توبہ کرنے کی وجہ

Marfat.com

سے اللہ عزوجل نے ان کے اوپر سے عذاب کو ہٹالیا اور ان پر مہربانی فرمائی۔

اس بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ﴾ [یونس:۹۸]

''مگر قوم یونس کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کے اوپر سے رسوائی کا عذاب ہٹالیا''۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انہوں نے عذاب کی علامتیں اور آثار دیکھ لئے تھے۔

سعید بن جبر نے فرمایا: ''عذاب نے انہیں اس طرح ڈھانپ لیا تھا جس طرح غلاف سے قبروں کو ڈھانپتے ہیں''۔

اگر یہ اعتراض کرو کہ پھر اس روایت کا کیا مطلب ہوگا جو عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا پھر مرتد ہو کر مشرک ہوگیا اور جا کر قریش سے کہنے لگا کہ میں (العیاذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جدھر چاہتا تھا موڑ دیتا تھا۔ وہ مجھ سے کہتے تھے عزیز حکیم لکھو تو میں کہتا کہ کیا علیم حکیم نہ لکھ دوں تو وہ کہتے ٹھیک ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ (اس نے کہا) مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے کہ ایسا لکھو تو میں کہتا کہ ''کیا میں ایسا نہ لکھوں؟'' تو وہ کہتے ''تمہارا جیسا جی چاہے لکھ دو''۔

صحیح حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نصرانی مسلمان ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب بن گیا تھا اس کے بعد وہ مرتد ہوگیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں لکھ دیتا تھا وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

(اس کے جواب میں) جان لو! اللہ ہمیں اور تمہیں راہِ حق پر مستقیم رکھے اور شیطان کو یہ موقع نہ دے کہ وہ حق کو باطل سے ملا کر ہمیں گمراہی میں ڈال دے کہ اوّل تو یہ کہانی کسی مؤمن کے دل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ڈال سکتی کیونکہ یہ مرتد کا کلام ہے جو خدا کا منکر ہو گیا تھا ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم اس مسلمان کی روایت کو قبول نہیں کرتے جو کسی بھی اعتبار سے متہم ہو تو پھر بھلا اس کافر کی بات کیسے مان سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر افتراء کرتا ہو اگر کوئی سلیم العقل آدمی اس طرح کی کہانی کی طرف توجہ بھی کرے تو اس پر تعجب ہے۔

Marfat.com

کیونکہ یہ بات تو ایک ایسے شخص سے صادر ہوئی ہے جو دشمن' کافر' دین سے بغض رکھنے والا اور اللہ و رسول پر بہتان باندھنے والا ہے اس روایت کو کسی بھی مسلمان یا کسی صحابی نے نقل نہیں کیا حالانکہ وہ تمام باتوں کے شاہد ہیں' دراصل اس کافر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے اور اس طرح کا بہتان وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ عزوجل کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہی لوگ جھوٹے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو حکایت ہے یہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کے شاہد ہیں بلکہ انہوں نے تو اس من گھڑت کہانی کو نقل کیا ہے۔ مزید برآں یہ کہ بزاز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت کو ضعیف کہا ہے اور بتلایا ہے کہ اسے ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور کسی دوسرے طریق سے یہ روایت مروی نہیں اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ جو روایت نقل کی ہے وہ بھی ثابت ہی سے سن کر نقل کر ڈالی ہے۔

قاضی ابوالفضل خدا اسے نیک توفیق دے کہتا ہے کہ اسی وجہ سے ثابت اور حمید کی کی حدیث کی تخریج نہیں کی ہے اور وہ صحیح حدیث جو بواسطہ رفیع بن عزیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے صحیح حدیثوں کے محدثین نے نقل کیا ہے ہم نے اس کا ذکر کر دیا ہے' اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی ہے بلکہ صرف ایک مرتد نصرانی کی بیان کردہ من گھڑت کہانی کو دہرا دیا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بھی کوئی جرح واقع نہ ہوتا کیونکہ جو وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتی تھی اس میں کسی قسم کے وہم کا گمان نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی تبلیغ میں کسی قسم کی غلطی یا تحریف کا شائبہ پایا جاتا ہے مزید برآں یہ کہ قرآن کریم کے نظم میں یا اس بات میں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے آج تک طعن یا تنقید نہیں کی ہے۔ رہی یہ بات کہ کاتب نے علیم حکیم لکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب کی زبان اور قلم ان دو کلموں کی طرف سبقت کر گئے اور قبل اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اظہار فرماتے اس نے کہہ دیا یا لکھ دیا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لکھائی ہوگی تو وہ آیت ان کلمات کا تقاضا کر رہی تھی اس سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کاتب ذہین تھا اور نظم کلام کو سمجھتا تھا۔ اس طرح کی ذہانت اور کلام کی معرفت تو اکثر پائی جاتی ہے کہ ایک ذہین آدمی شعر سن رہا ہوتا ہے تو اس کا ذہن

Marfat.com

قافیہ کی طرف دوڑ جاتا ہے یا کوئی شخص کوئی عمدہ کلام سن رہا ہوتا ہے تو اس طرح کے جملوں کی طرف اس کا ذہن سبقت کرتا ہے البتہ یہ اتفاق پورے کلام میں نہیں ہوتا' اسی طرح اس قسم کا اتفاق پوری ایک آیت یا ایک سورہ میں نہیں ہوتا ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ کے اس قول کو کہ ''یہ سب ٹھیک ہے'' صحیح مان لیا جائے'' کبھی کسی آیت کے اختتامیہ میں دو قرأتیں ہوتی ہیں اور وہ دونوں نبی کریم ﷺ پر نازل ہو چکی ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک ان میں سے کاتب کو لکھوا دیا ہوگا اور کاتب کی ذہانت متقضائے کلام کی مناسبت کی بناء پر دوسری قرأت کی طرف دوڑ گئی ہوگی اور اس نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا پھر آپ ﷺ نے اس کو صحیح کہا ہوگا اس کے بعد اللہ عزوجل نے جسے چاہا اسے محکم کر دیا اور جسے چاہا منسوخ کر دیا۔ اس طرح کا اختلاف قرأت متعدد آیتوں کے اختتامی کلمات میں پایا جاتا ہے مثلاً آیت کریمہ:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [مائدہ: ۱۱۸]

''اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو قوت و حکمت والا ہے''۔

یہ قرأت جمہور کی ہے لیکن ایک جماعت نے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ پڑھا ہے لیکن یہ قرأت مصحفِ عثمانی میں نہیں ہے۔

ایسے ہی وہ کلمات ہیں جو آیت کے اختتام میں نہیں بلکہ درمیان آیت ہیں وہ دو طرح پر ہیں جمہور نے دونوں طرح پر پڑھا ہے جیسے: وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ ننشزھا یا ننشزھا دونوں ہیں یا یقضی الحق یا یقص الحق وغیرہ میں اختلاف لیکن یہ اختلافات شک کے موجب نہیں ہیں اور نہ ان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کسی غلطی یا وہم کا تصور ہو سکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ نصرانی قرآن کا کاتب نہیں تھا بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کے مکتوبات تحریر کرتا تھا تحریر کے دوران وہ اللہ عزوجل کی حمد لکھتا اور اس میں جو چاہتا لکھ دیتا اور چونکہ اللہ کی حمد کے بہت سے طریقے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ اس کی تحریر پر اعتراض

Marfat.com

نہیں فرماتے تھے۔

فصل : ۷

امورِ دُنیا کے اعتبار سے عصمتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۵۷۵ تا ۱۵۷۹...... سابقہ صفحات جو مباحث کی گئی ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے بارے میں تھی جن کا تعلق اُمور تبلیغ سے تھا لیکن وہ باتیں جن کا تبلیغی امور سے تعلق نہیں بلکہ وہ محض خبریں ہوں نہ انؑ سے احکام ثابت ہوئے ہوں نہ ان میں آخرت کے بارے میں کوئی خبر ہو بلکہ وہ امور دنیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تعلق رکھتی ہوں سو ان کے بارے میں بھی یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی خلافِ واقع بات نہیں فرمائی نہ عمداً نہ سہواً اور نہ غلطاً اور یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی‘ غصہ‘ سنجیدہ باتوں اور مذاق‘ صحت اور مرض ہر حالت میں معصوم عن الخطاء تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین اس بات پر متفق ہیں اور اس امر پر ان کا اجماع ہو چکا ہے۔ ہم صحابہ کرامؓ کے دین و ایمان کو اچھی طرح جانتے ہیں حضرات صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کی تصدیق کیا کرتے تھے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں پر پورا اعتماد تھا خواہ وہ کسی چیز سے متعلق ہوتیں انہیں ان باتوں کے تسلیم کر لینے میں ذرا بھی توقف ہوتا نہ تردد نہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ثبوت طلب کرتے‘ نہ دریافت کرتے کہ اس میں کوئی سہو تو نہیں ہوا؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن ابی الحقیق یہودی کو خیبر سے نکالا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حجت کی اور کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو مجھے مستقلاً خیبر میں رہنے کو کہا تھا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ ”اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تو خیبر سے نکالا جائے گا؟“ تب اس یہودی نے کہا کہ ”ابوالقاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو یہ بات مجھ سے مذاق میں کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بک رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خلافِ واقع بات ارشاد نہیں فرمائی:

آپ کی سیرتِ مطہرہ اور شمائل کو بڑی تفصیل اور اہتمام سے نقل کیا گیا ہے لیکن ان میں یہ بات کہیں بھی مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی غلطی کا تدارک کیا یا جو خبر آپ

Marfat.com

نے دی اس میں وہم ہونے کا اقرار کیا اگر ایسا ہوا ہوتا تو احادیث میں ضرور منقول ہوتا جیسے کہ کھجوروں کو پیوند کرنے کے سلسلے میں جو آپ نے انصار سے فرمایا تھا اس سے رجوع کرنا منقول ہے۔ پیوند کاری سے منع کرنا یہ نبی کریم ﷺ کی ایک رائے تھی یہ کوئی خبر نہیں تھی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اس ضمن میں نہیں آتیں مثلاً آپ نے ارشاد فرمایا کہ "واللہ اگر کسی بات پر قسم کھا بیٹھوں پھر اس سے بہتر کوئی بات مجھے نظر آ جائے"۔ تو میں نے جس چیز کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اسے کر لوں گا اور قسم توڑنے کا کفارہ دے دوں گا" اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "تم لوگ میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو" اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اے زبیر اپنی کھیتی کو اتنا پانی دے دو کہ دیوار تک پہنچ جائے" اور اس طرح کے دوسرے مشکل واقعات کو ہم ان شاء اللہ آئندہ بیان کریں گے۔

اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اگر کسی شخص سے کوئی جھوٹی خبر خلاف واقع معلوم ہو جائے تو ایسے شخص کی باتوں میں شک پڑ جاتا ہے اور اس شخص کی بات قابل اعتبار نہیں رہتی نہ دلوں میں بیٹھتی ہے اسی لئے علماء اور محدثین نے اس شخص کی روایت کی ہوئی حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے جس میں وہم پایا جاتا تھا یا وہ غفلت برتنے کا عادی تھا یا حافظے کی خرابی کے باعث اس سے بکثرت غلطی سرزد ہوتی تھی چاہے وہ آدمی دوسرے اعتبار سے ثقہ ہوتا۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ امور دنیا میں قصداً جھوٹ بولنا گناہ ہے اور بہت بولنا بالاجماع گناہ کبیرہ ہے اس سے آدمی کا وقار گر جاتا ہے۔

منصبِ نبوت تو ہر قسم کی آلائش سے پاک وصاف ہے:

نبوت کا منصب ان تمام برائیوں سے پاک ہے۔ اگر جھوٹ ایک مرتبہ بھی بولا جائے تو جھوٹ بولنے والے کو عیب دار بنا دیتا ہے اور ایسے شخص کی باتیں مشکوک ہو جاتی ہیں خواہ ہم اس گناہ کو گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ کہیں لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ نبوت کم یا زیادہ جھوٹ سے خواہ وہ سہواً بولا جائے یا قصداً پاک ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کا اصل کام بیان اور تبلیغ ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لے کر تشریف لائے وہ درست اور برحق ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی طرف اس قسم کی باتوں کی نسبت عیب لگانے والی اور شک پیدا کرنے والی ہے اور یہ نسبت معجزے کے بھی منافی ہے۔ لہٰذا ہم یقینی طور پر اعتقاد رکھتے ہیں

Marfat.com

کہ انبیاء نے جو بھی ارشاد فرمایا وہ ہرگز خلاف واقع نہیں ہو سکتا نہ قصداً نہ بغیر قصد۔ جو لوگ بوجہ سستی اور غفلت کے یہ کہتے ہیں کہ سہواً انبیاء علیہم السلام سے کوئی خلاف واقعہ سرزد ہو سکتی ہے ہم ان کے ہم خیال نہیں کیونکہ یہ بات انہیں عیب دار اور مشکوک بنا دیتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان سے نفرت بیٹھ جاتی اور لوگ ان کی تصدیق نہ کرتے۔ تم دیکھو کہ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے۔ دیگر قوموں کے لوگوں نے جب قریش سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے برملا اظہار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے سچ بولتے آئے ہیں اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اعتراف کیا۔ غرضیکہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت اور بعد بعثت ہر گناہ سے معصوم تھے۔ کتاب کے ابتدائی دوسرے باب میں ہم نے ان روایتوں کو ذکر کیا ہے جو اس بات کی صحت پر دلالت کرتی ہیں جن کی طرف اس باب میں ہم نے اشارے کئے ہیں۔

فصل : ۸

سہو کی حقیقت وحیثیت

۱۵۸۰ تا ۱۵۹۱...... اگر تم کہو کہ سہو کی حدیث کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا کیا مطلب ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا نماز کم کر دی گئی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((کلُّ ذلك لم یکن.)) [مسلم]

''ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔''

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ما قصرت الصلاة' وما نسیتُ.)) [بخاری]

''نہ نماز کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں''۔

Marfat.com

اِس طرح آپ ﷺ نے دونوں حالتوں کی نفی کی۔ حالانکہ دونوں میں سے ایک بات تو ہوئی تھی جیسا کہ ذوالیدین نے کہا تھا۔ تو اس کا جواب (اللہ ہمیں اور تمہیں نیک توفیق دے) علماء نے متعدد طریقوں سے دیا ہے۔ ان میں سے بعض تو انصاف سے جواب دیا اور بعض نے انصافی سے کام لیا ہے۔ جو لوگ نبی کے بارے میں سہو کو جائز رکھتے ہیں اور جن کے قول کو میں پہلے رد کر چکا ہوں ان کے قول اور نظریہ کے اعتبار سے تو اس حدیث کے جواب کی ضرورت نہیں البتہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے سہو ونسیان صادر نہیں ہو سکتا وہ اس طرح کی حدیثوں کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر با مقصد سہو کیا تا کہ سنت معلوم ہو جائے لہٰذا جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (نہ میں بھولا ہوں) تو آپ ﷺ اپنی خبر میں سچے تھے۔ کیونکہ درحقیقت تو آپ ﷺ بھولے نہیں تھے نہ نماز کم کی گئی تھی۔ البتہ عمداً آپ نے سہو کیا تا کہ سہو کی سنت اس شخص کے لئے قائم ہو جائے جسے اس طرح کی صورت پیش آئے۔

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ قول میں آپ ﷺ سے سہو ہونا ناممکن تھا البتہ عمل میں اس کا جواز ہے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے تو اس کے بھی کئی طرح سے جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اعتقاد اور دل کے مطابق خبر دی تھی۔ قصر کا انکار تو ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے درست ہے۔ رہا سوال نسیان کا تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خیال کے مطابق خبر دی اور یہ کہ آپ ﷺ اپنے خیال کے مطابق بھولے نہیں تھے۔ گویا یہ جو خبر آپ ﷺ نے دی تھی اپنے خیال کے مطابق اس کا ارادہ فرمایا تھا گو کہ آپ ﷺ نے اپنے اس خیال کا تذکرہ نہیں فرمایا اور یہ صحیح ہے۔

دوسرا یہ کہ آپ کا یہ قول کہ میں بھولا نہیں ہوں۔ سلام سے متعلق ہے یعنی میں نے جو سلام پھیر دیا ہے وہ قصداً پھیرا ہے البتہ رکعتوں کی تعداد میں بھول گیا۔ یعنی یہ کہ میں نفسِ سلام میں نہیں بھولا۔ یہ جواب مشتبہ ہے اور یہ کسی حد تک دور از کار ہے۔

تیسرا جواب سب سے زیادہ دور از کار ہے اس کی طرف بعض علماء گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قول کہ ''دونوں باتیں نہیں ہوئیں'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں باتیں یعنی قصر

Marfat.com

ونسیان جمع نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان میں سے ایک چیز ہوئی ہے۔لیکن نبی کریم ﷺ کے الفاظ کا مفہوم اس کے برخلاف ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہ نماز میں کمی ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں''۔

مذکورہ بالا توجیہات وہ ہیں جو میں نے اپنے اماموں کے اقوال میں پائی ہیں اور نبی کریم ﷺ کے قول میں ان کا احتمال بھی ہے باوجود اس کے کہ ان میں سے بعض بہت دور از کار ہیں اور بعض وہ ہیں جن میں ناانصافی ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے (خدا اسے نیک توفیق عطا فرمائے) کہ میں جو کہتا ہوں وہ ان تمام جوابات سے زیادہ قریب ہے۔وہ یہ کہ آپ ﷺ کا فرمانا ''میں بھولا نہیں'' دراصل اپنی ذات سے نسیان کی نفی کرنے کے لئے ہے اور آپ نے اپنی امت کے اس قول پر ناپسندیدگی کا بعض اوقات یہ ارشاد فرما کر اظہار بھی فرمایا ہے کہ ''تمہارے لئے یہ بری بات ہے کہ مجھ سے کہو کہ ''آپ فلاں آیت بھول گئے بلکہ کہا کرو کہ آپ کو فلاں آیت بھلا دی گئی''۔ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں''۔لہٰذا جب سائل نے دریافت کیا کہ کیا نماز قصر کر دی گئی تو آپ ﷺ نے قصر کا انکار فرمایا اور یہ درست تھا کیونکہ نماز تو کم نہیں کی گئی تھی اور جب سائل نے آپ ﷺ کی طرف بھولنے کی نسبت کی تو فرمایا ہم اللہ کی طرف سے بھلائے جاتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے اس کا بھی انکار فرمایا اور جب آپ ﷺ نے دوسرے شخص سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو یہ بات محقق ہوگئی کہ آپ ﷺ بھلائے گئے تھے تاکہ یہ طریق مسنون ہو جائے لہٰذا آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ ''میں نہ تو بھولا ہوں اور نہ نماز میں قصر ہوا ہے''۔صدق وحق ہے۔کیونکہ درحقیقت نہ نماز میں قصر ہوا تھا اور نہ آپ بھولے تھے بلکہ آپ ﷺ کو بھلایا گیا تھا۔

ایک دوسری توجیہ جسے میں نے بعض مشائخ کے اقوال سے اخذ کیا ہے یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کو سہو تو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا اور چونکہ آپ کو نسیان نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اپنی ذات سے نسیان کی نفی فرمائی یہ اس لئے کہ نسیان غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ ایک قسم کی آفت ہے البتہ سہو ایک قسم کا دلی شغلی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نماز میں

Marfat.com

سہو تو ضرور ہوتا لیکن آپ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے آپ پر اس قدر محویت طاری ہو جاتی کہ آپ ﷺ نماز کی حرکات سے وقتی طور پر فارغ اور بے پرواہ ہو جاتے۔ لہٰذا اگر یہ قول درست ثابت ہو جائے تو پھر آپ ﷺ کے اس قول میں کہ ''نہ نماز میں کمی ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں'' کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ ''نہ تو نماز میں کمی ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں'' اس میں نسیان (بھولنا) چھوڑنے کے معنی میں ہے۔ یہ بھی نسیان ہی کی دو صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ واللہ اعلم۔ مطلب یہ کہ ''میں نے دو رکعتوں ہی پر جو سلام پھیر دیا ہے تو اس لئے نہیں کہ میں کمال نماز کا تارک ہوا ہوں بلکہ میں بھول گیا لیکن میرا یہ بھولنا میری طرف سے نہیں ہے اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے جو صحیح حدیث میں مروی ہے کہ میں بھولتا نہیں بلکہ بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ سنت بتاؤں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات کہ انہوں نے تین خلاف واقعہ باتیں کہیں جن میں سے دو قرآن کریم میں بھی مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک اِنِّیْ سَقِیْمٌ (صافات:۸۹) میں بیمار ہوں۔ اور دوسرا:

﴿...... بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ......﴾ [انبیاء: ٦٢، ٦٣]

کہنے لگے! اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔
آپ نے جواب یا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہیں[1]۔''

---

[1] ایک حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ثلاث کذبات کا ذکر ہے یہ ان میں سے ایک ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تفصیل ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ (سارہ) کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ انہیں لے کر ایک ایسی بستی میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ ظالم و جابر حکمران تھا۔ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ وہ سارہ کو اس (بادشاہ) کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو (بادشاہ کے پاس) بھیج دیا تو وہ ان کے ساتھ بدی کرنے کی نیت سے اُٹھ کھڑا ہوا لیکن سارہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور عرض کیا یا اللہ! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دے (یہ دعا کرنا ہی تھا کہ) وہ (بادشاہ) بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اپنی ٹانگیں زمین پر رگڑنے لگا۔ ...... =

Marfat.com

یا بادشاہ سے اُن کا اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ ''یہ میری بہن ہیں تو جان لو! اللہ تمہیں عزت دے کہ یہ تمام باتیں جھوٹ نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے اشارات ہیں جن میں اس کی گنجائش نکلتی ہے کہ جھوٹ نہ ہوں۔

ان کا یہ قول کہ ''میں بیمار ہوں'' اس کے بارے میں حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں'' یعنی ہر مخلوق بیمار ہوتی ہے۔ لہٰذا عید کے موقع پر شرکت سے معذرت کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرما دیا بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری موت مقدر ہے بعض کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تمہارا کفر دیکھ کر میرا دل بیمار ہے۔

بعض کہتے ہیں حضرت ابراہیم جانتے تھے فلاں ستارے جب طلوع ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو وہ سمجھ گئے کہ اب مجھے بخار ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ معمول تھا لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہوا۔ بلکہ ایک صحیح خبر تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دے دی۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور طنز اور تعریض کے فرمایا کیونکہ وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے جو عقلی دلیل ستاروں کے رب نہ ہونے پر قائم کی ہے وہ کمزور ہے کیونکہ اس وقت انہوں نے پوری طرح نہ تو توحید کو بیان کیا تھا نہ شرک کی مکمل نفی کی تھی لہٰذا اپنی دلیل کی کمزوری کو انہوں نے اپنی بیماری سے تعبیر کیا تا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام

= اس نے تین مرتبہ ایسا کیا اور ہر مرتبہ اسکا یہی حشر ہوا بالآخر اس نے حضرت سارہ کو چھوڑ دیا۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موقعے پر اپنی بیوی سارہ کو اپنی بہن کہا تھا۔ یہ ایک ''توریہ'' تھا' مقصد دینی بہن تھا۔ اسی طرح دو اور مواقع پر آپ نے ''توریہ'' فرمایا۔ ایک اس وقت جب فرمایا کہ میں بیمار ہوں اور دوسرا اس وقت جب بتوں کو توڑا اور قوم نے پوچھا تو فرمایا: اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے۔ (جس کا ذکر آیت زیر بحث میں ہے) اس لیے اس سے پوچھو۔ (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء: ۸/ ح: ۳۳۵۸) یہ تینوں باتیں تعریض' کنایہ اور توریے کی قسم سے ہیں۔ لیکن حدیث میں ان کو ان کی ظاہری شکل کے اعتبار سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ جھوٹ نہیں ہیں لیکن حسنات الابرار سیئات المقربین کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔ جیسے حضرت آدم کے نسیان کو بھی عصی آدم ربہ فغوی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے اعتراض کرنے اور اسے رد کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے جیسے کہ آج کل کے جدید دور میں بعض معاصرین کر رہے ہیں۔ (حافظ)

Marfat.com

کو توحید کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں تھا نہ ان کا ایمان کمزور تھا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ) ان کا استدلال کمزور تھا اور ان سے مناظرہ کرنے کا طریقہ بیمار تھا اس طرح کے جملے استعمال ہوتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ ''اس کی دلیل بیمار ہے'' جیسے کہا جاتا ہے ''بیمار دلیل'' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نظریات بیمار رہے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے صحیح استدلال آپ کو الہام کیا اور ستاروں اور سورج کے ذریعہ استدلال کرنے کا طریقہ انہیں بتلایا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے اور ہم نے اسے پہلے بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ کے اس قول:

﴿...... بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ......﴾ [انبیاء: ۶۲، ۶۳]

کہنے لگے! اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔

آپ نے جواب یا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہیں۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی اس خبر کو اس بڑے بت کے بولنے کے ساتھ معلق کیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ''اگر وہ بولتا ہے یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو تنبیہ کرنے کی غرض سے فرمائی تھی اور یہ بھی حق ہے کیونکہ انہوں نے کوئی خلاف واقعہ بات نہیں فرمائی تھی۔

رہا یہ کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بہن کہا تو اس کا جواب حدیث میں بیان کیا گیا ہے کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا تھا کہ ''تم اسلامی اعتبار سے بہن ہو'' اور یہ درست ہے اور اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [حجرات: ۱۰]

''سب مومن بھائی ہیں''۔

کچھ حدیثِ شفاعت کی بابت:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تینوں باتوں کے لئے ''جھوٹ'' کا لفظ کیوں استعمال فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین جھوٹ کے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور حدیث شفاعت میں

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو وہ اپنے جھوٹ کو یاد کریں گے (اور شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسا کلام نہیں کیا جو جھوٹ کے مشابہ ہو سوائے ان تین باتوں کے۔ اگر چہ وہ باتیں دراصل حق تھیں تاہم چونکہ ان کی ظاہری صورت باطن کے خلاف تھی۔ اور اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام مواخذے سے ڈر گئے۔

رہا اعتراض اس حدیث کی بابت کہ نبی کریم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو بطور توریہ اس کے سوا کسی دوسری طرف کا ذکر کرتے۔ آپ کا یہ قول بھی خلاف واقعہ نہیں کیونکہ اس طرح آپ اپنے مقصد کو چھپاتے تھے تا کہ دشمن اپنے بچاؤ کا سامان نہ کر لے جانے کی وجہ سے چھپانے کی خاطر آپ ﷺ دوسری جگہ کا ذکر بطور سوال کے کرتے اور اس جگہ حالات کے بارے میں بحث فرماتے تھے۔ اس طور آپ منزلِ مقصود کے ذکر کا توریہ کرتے تھے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آپ فرماتے فلاں غزوے کے لئے تیاری کر دو یا ہمیں فلاں جگہ چلنا ہے اور آپ ﷺ کی وہ منزل مقصود نہ ہوتی۔ لیکن پہلی صورت میں خلاف واقعہ بات نہیں ہوتی تھی۔

اگر تم کہو کہ تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ''سب سے زیادہ جاننے والا اس وقت کون شخص ہے؟'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میں سب سے زیادہ عالم ہوں'' ان کی اس بات پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب کیا کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ عزوجل کی طرف نہیں لوٹایا تھا اور اللہ نے فرمایا کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ یہ ایک خبر تھی جو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلائی اور ان پر واضح کیا جو تم سمجھ رہے ہو وہ درست نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیثِ مبارکہ:

جان لو کہ یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح حدیثوں میں مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ کسی ایسے شخص کو بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ عالم ہو؟'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا (کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا) وہ اپنے علم کے مطابق

Marfat.com

جواب دیا اور یہ خبر ان کے علم کے مطابق درست اور حق تھی اور اس میں نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی خلافِ واقعہ بات بیان کی نہ غلط بیانی سے کام لیا اور اگر پہلی روایت کو پیش نظر رکھ کر اعتراض کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گمان اور اعتقاد کے مطابق جواب دیا کیونکہ وہ نبی اور رسول تھے اور رسالت کا تقاضا یہی ہے۔ لہٰذا اگر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اعتقاد اور گمان کے مطابق فرمایا تو صحیح فرمایا اسے غلط بیانی نہیں کہا جا سکتا۔

(دوسرا جواب یہ ہے کہ) جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں دنیا میں سب سے بڑا عالم ہوں تو ان کی مراد فرائض نبوت' علم توحید' امور شریعت اور سیاستِ امت کے علوم سے تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام دوسرے علوم کے اعتبار سے ان سے زیادہ عالم تھے یہ وہ علوم ہیں جن کی اطلاع بغیر اللہ عزوجل کے بتلائے ہوئے کسی کو نہیں ہو سکتی میری مراد علوم غیبیہ سے ہے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو ان دونوں حضرات کے قصے میں بیان ہوئے ہیں۔ فی الجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان علوم کے اعتبار سے جن کا ابھی ذکر ہوا ہے زیادہ عالم تھے اور حضرت خضر علیہ السلام ان علوم کے بڑے عالم تھے جو غیبی علوم ہیں اور جن کا علم اللہ عزوجل مخصوص حالات میں عطا کرتا ہے۔ ہماری اس بات کی دلیل اللہ عزوجل کا قول:

﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ [الکہف: ۶۵]

''اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھلایا''۔

رہا سوال اس بات کا کہ پھر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب کیوں کیا؟ تو اس کا جواب بقول بعض علماء کے یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ اپنے علم کو اللہ عزوجل کی طرف نہیں لوٹایا تھا جیسا کہ ملائکہ نے یہ کہہ کر اللہ عزوجل کی طرف اپنے علم کو لوٹایا کہ ''ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا کہ تو نے ہمیں سکھایا ہے'' اس لئے ان پر عتاب ہوا اور اللہ عزوجل نے شرعاً ان کے اس قول کو پسند نہیں کیا۔ واللہ اعلم اور اس میں مصلحت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا کوئی ایسا فرد جو باعتبار کمال کے اس مرتبے تک نہ پہنچا ہوا ہو اور نہ اس کا نفس اتنا مزکی ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس معاملے میں ان کی اقتداء کرے اپنی تعریف اپنے منہ سے کر کے ہلاکت میں پڑ جائے۔ کہیں اپنی تعریف اپنے منہ سے کرے اور اس میں کبر و نخوت پیدا ہو جائے اور وہ بلند بانگ دعوے کرنے لگے اگرچہ انبیاء اس قسم

Marfat.com

کے رذائل اخلاق سے پاک ہوتے ہیں تاہم چونکہ دوسرے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اس لئے وہ اندھیرے میں پڑ جاتے ہیں۔ مگر اللہ جس کو بچانا چاہے۔ لہٰذا ان کو تنبیہ کی گئی تا کہ وہ اپنے نفس کو اس بات سے بچائیں اور لوگ اس معاملے میں ان کی پیروی کریں۔

اسی لئے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے علم کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: ''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں تو ساتھ ساتھ ''میں یہ بطورِ فخر نہیں کہتا'' بھی ارشاد فرمایا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یہ حدیث ان کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول مذکور ہے کہ ''میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ جانتا ہوں'' اور یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ کوئی ولی کسی نبی سے زیادہ عالم نہیں ہو سکتا۔ البتہ انبیاء باہم علوم کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھ سکتے ہیں۔ اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان پر وحی کا نزول ہوا تھا۔

اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر کے اس قول ''میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے'' کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی دوسرے نبی نے انہیں ایسا کرنے کے لئے کہا تھا لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ ہمیں جہاں تک علم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا نبی نہیں تھا اور محدثین نے کسی دوسرے نبی کے بارے میں کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ ہم نے اللہ عزوجل کے اس قول کو کہ ''وہ تم سے زیادہ عالم ہے''۔ عام اور مطلق نہیں مانا ہے بلکہ یہ بعض معین معاملات میں بابت خاص ہے جس سے نبوت خضر کو ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل کے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ ان علوم کے اعتبار سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل سے حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے زیادہ عالم تھے اور ان علوم کے اعتبار سے جو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منتقل ہوتے تھے حضرت خضر حضرت موسیٰ (علیہما السلام) سے زیادہ جاننے والے تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے اللہ عزوجل نے جو مجبور کیا تھا وہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سیکھیں نہ

Marfat.com

کہ علم سیکھنے کے لئے۔

فصل : ۹

عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا تصور بلحاظِ اعضاء و جوارح

۱۵۹۲ تا ۱۵۹۷......انبیاء کے وہ اعمال جن کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے جن میں زبان سے نکلے ہوئے کلمات بھی داخل ہیں اور توحید کے علاوہ قلب کے اعمال بھی ہیں۔ان کے بارے میں بھی مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ انبیاء فواحش اور ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔جمہور علماء کا یہی عقیدہ ہے اور وہ مسلمانوں کے اجماع کو سند قرار دیتے ہیں۔قاضی ابوبکر کا بھی یہی مسلک ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام منجانب اللہ اور معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں:

اجماع کے علاوہ دیگر حضرات انبیاء سے فواحش کبائر کے صادر ہونے کو عقلاً بھی محال بتلاتے ہیں اور تمام علماء اس کے قائل ہیں۔اسی بات کو استاذ ابواسحاق نے اختیار کیا ہے۔اسی طرح اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء رسالت کو چھپانے اور احکامِ الٰہی کی تبلیغ میں کوتاہی کرنے سے بھی معصوم تھے کیونکہ عصمت انبیاء کا یہی تقاضا ہے اور تمام علمائے امت کا عصمت انبیاء پر اجماع ہے۔حسین نجار کے علاوہ جمہور علماء اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انبیاء مذکورہ گناہوں سے اللہ عزوجل کی جانب سے محفوظ و معصوم کئے گئے ہیں اور ان کی عصمت ان کے اختیار و کسب کے دائرے میں رہتے ہوئے قائم ہے۔البتہ حسین نجار یہ کہتے ہیں کہ ”انبیاء کو معصیت پر قدرت نہیں ہوتی“۔

البتہ سلف کے کچھ علماء مثلاً ابوجعفر طبری اور دیگر فقہاء، محدثین اور متکلمین میں سے بعض کہتے ہیں کہ انبیاء سے صغیرہ گناہ کا صدور ممکن ہے۔ان کے دلائل ہم عنقریب بیان کریں گے۔ایک دوسری جماعت اس مسئلے کے بارے میں توقف کرتی ہے وہ کہتے ہیں کہ از روئے عقل صغائر کا ان سے صدور محال نہیں اور ممکن و ناممکن ہونے کے بارے میں شریعت نے کوئی معین فیصلہ متعین نہیں کیا۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام صغیرہ وکبیرہ دونوں طرح کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں:

فقہاء اور متکلمین کے محقق علماء کا نظریہ ہے کہ انبیاء صغیرہ گناہوں سے بھی اسی طرح معصوم ہوتے ہیں جس طرح کبیرہ گناہوں سے' وہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کون سا گناہ کبیرہ ہے اور کون سا صغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات کا قول ہے کہ "ہر وہ عمل جس میں اللہ عزوجل کی نافرمانی ہوتی ہو کبیرہ گناہ ہے البتہ کچھ ایسے گناہ ہیں جن میں دوسرے گناہوں کے مقابلے میں کم نافرمانی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے انہیں صغیرہ کہا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کے حکم کی مخالفت خواہ کسی بھی معاملے میں ہو کبیرہ گناہ ہے۔ قاضی ابو محمد عبدالوہاب نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کی معصیت کو صغیرہ گناہ کہنا ممکن نہیں البتہ اس اعتبار سے اسے صغیرہ کہہ سکتے ہیں کہ گناہ کبیرہ سے بچنے کی وجہ سے وہ معاف ہو جاتے ہیں بخلاف کبیرہ کے کہ جب تک بندہ اس سے توبہ نہ کرے معاف نہیں ہوتے کوئی عمل ایسا نہیں جس کی بدولت گناہ کبیرہ خود بخود معاف ہو جائے۔ البتہ مشیت ایزدی ہو تو وہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ یہی قول قاضی ابو بکر اشعری اماموں اور فقہ کے بے شمار ائمہ سے مروی ہے۔

ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس اختلاف کے باوجود کہ انبیاء صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں بعض کے قول کے مطابق اور اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ صغیرہ گناہوں کو بار بار کرنے سے معصوم ہیں۔ کیونکہ اگر صغیرہ گناہ کو بار بار کیا جائے تو وہ کبیرہ کے درجے کا گناہ بن جاتا ہے ویسے صغیرہ گناہ انسان کے وقار کو زائل کر دیتا ہے اور وہ اپنے مرتبے سے گر کر کمینہ پن اور نقص میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس بات پر امت کے تمام علماء کا اجماع ہے کہ انبیاء ایسے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں انبیاء کو عیب دار بنانے والی اور دلوں میں ان سے نفرت پیدا کر دینے والی ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء ان بری باتوں سے پاک اور مبرا ہیں۔ بلکہ ان کا مقام تو اتنا بلند ہے کہ وہ ان مباح چیزوں سے بھی بچتے ہیں جو کسی بھی سٹیج میں حرام کی طرف لے جانے والی ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء ع اقصداً کوئی مکروہ کام بھی نہیں کرتے جو علماء اس کے قائل ہیں کہ انبیاء صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء مقتدیٰ ہوتے

Marfat.com

ہیں لوگ ان کے احکام پر مطلقاً عمل کرتے ہیں اور ان کی اتباع کرتے ہیں۔ جمہور فقہاء امام مالکؒ کے اصحاب اور امام ابوحنیفہ نیز امام شافعیؒ کا بھی یہی خیال ہے کہ انبیاء کی مطلق (آنکھ بند کر کے) پیروی کرنی چاہئے اور یہ غور کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان کا کون سا فعل درست ہے اور کون سا نادرست۔ ابن خویز منداز اور ابو الفرج امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کی پیروی واجب ہے۔ یہی قول ابہری، ابن القصار اور اکثر مالکی علماء کا ہے۔

البتہ اکثر علمائے عراق ابن سریج، اصطخری، ابن خیران اور اکثر شافعی علماء کہتے ہیں کہ مستحب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مباح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دینی امور میں انبیاء کی پیروی ضروری ہے اور پیش نظر قربت حاصل کرنا ہونا چاہئے۔ جن علماء نے آپ کی اتباع کو مباح کہا ہے انہوں نے کسی قسم کی قید نہیں لگائی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں تو ان کی اتباع کیسے جائز ہوگی؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے افعال میں مثلاً ہمارے پاس کوئی ایسا ٹھوس معیار نہیں جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ آپ ﷺ کے کس عمل کی پیروی میں قربت و عبادت ہے آپ کا کون عمل ہے جو مباح ہے کون منع ہے اور کون سا عمل گناہ ہے اور یہ درست نہیں کہ کسی سے کہہ دیا جائے کہ آپ ﷺ کے تمام احکام کی پیروی کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حکم معصیت ہو۔ خصوصاً ان ماہرین اصول کے قول پر جو تعارض کے وقت فعل کو قول سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ہم اس دلیل کا دائرہ ذرا زیادہ وسیع کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ جب کسی ناجائز فعل یا غلط بات دیکھتے تو ٹوکتے تھے اور جب آپ ﷺ نے کسی فعل کو دیکھا اور خاموش رہ گئے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ فعل جائز ہے تو جب غیر آدمی کے بارے میں آپ کا رویہ یہ ہو کہ معمولی سی قولی یا فعلی غلطی پر آپ ٹوک دیتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ خود اسی قسم کی غلطی کا ارتکاب فرمائیں اسی بنیاد پر لازماً یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ ہر قسم کے مکروہات سے معصوم اور مبرا تھے مزید برآں یہ کہ ناجائز کام یا گناہ (العیاذ باللہ) اگر آپ ﷺ سے صادر ہو سکتا تو یقیناً لوگ آپ ﷺ کی پیروی کرتے اس صورت میں یہ کیسے

Marfat.com

ہوسکتا تھا کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو ان ناجائز کاموں سے بچنے کی تلقین فرماتے۔

ہمیں صحابہؓ کے عمل سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ بند کر کے پیروی کرتے تھے جس طرح وہ حضرات آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت کرتے اسی طرح آپ ﷺ کے افعال کی اقتداء (بے چون و چرا) کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے اپنی سونے کی انگوٹھی اُتار کر پھینکی تو تمام صحابہؓ نے اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں جب آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتارے تو آپ ﷺ کو دیکھتے ہی صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے جوتے اتار دیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک دن بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت کے لئے بیٹھے اور دلیل یہ دی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو قضائے حاجت کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور بہت سے صحابہ کرامؓ نے عادت اور عبادت کے معاملات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کی ہے۔ اور اس پیروی کی بنیاد صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہوتا کہ ''ہم نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے''۔ اور فرمایا: کیا تو نے اس عورت کو بتلایا نہیں کہ میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بطور دلیل کے فرمایا ''میں اور نبی کریم ﷺ ایسا کرتے تھے جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی گئی تو انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ کی دوسری بات ہے۔ کیونکہ ان کے لئے اللہ عزوجل جس چیز کو چاہے حلال کر سکتا ہے' مگر ہمارے لئے درست نہیں آپ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا:

((إني لأخشكم لله وأعلمكم بحدوده.))

''لوگو! میں تم سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں اور اللہ عزوجل کے احکام کی حدود سے تم سے زیادہ واقف ہوں۔''

اِس سلسلے میں اتنی کثیر تعداد میں روایتیں ہیں۔ ان کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ تاہم ان روایتوں پر غور کرنے کے بعد یہ بات یقینی طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے افعال کی پیروی مطلق ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے تمام کاموں کی (استثنائی صورت میں)

Marfat.com

اقتداء ہونی چاہئے صحابہ کرامؓ اگر کسی عمل میں آپ ﷺ کی مخالفت کو جائز سمجھتے تو یہ صورت نہ ہوتی اور کسی نہ کسی صحابی سے یہ بات ضرور منقول ہوتی اور ان کی بحث ظاہر ہوتی اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ کسی شخص کی غلطی پر اسے تنبیہ نہ فرماتے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

البتہ مباح امور انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں نہ تو کوئی مضائقہ ہے اور نہ اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ جس طرح دوسرے لوگوں کے لئے مباح چیزیں حلال اور روا ہیں انبیاء کے لئے بھی روا ہوتی ہیں اتنا ضرور ہے کہ چونکہ انبیاء کے مراتب بلند ہیں اللہ عزوجل نے ان کے سینوں کو کھول دیا ہے اور ان کے سینے معرفت کے انوار سے معمور ہوتے ہیں اور تعلق مع اللہ کے اعتبار سے وہ ممتاز ہوتے ہیں ان کی توجہ آخرت پر لگی رہتی ہے اس لئے وہ دنیا کی مباح چیزوں سے صرف بقدر ضرورت لیتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے دین کی بھلائی کا انتظام کر سکیں اور خود اپنے اپنے راستے پر چلنے میں قوت حاصل رہے اور جو دنیا اس انداز میں برتی جائے اس کا برتنا عبادت اور قربت الی اللہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کتاب کے آغاز میں اپنے نبی ﷺ کی عادات شریفہ کو بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہے۔ ہمارے سابقہ معروضات سے تم پر ہمارے نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کی یہ فضیلت اور عظمت واضح ہو گئی ہو گی کہ اللہ عزوجل نے ان کے اعمال و افعال کی پیروی کو طاعت و عبادت بنا دیا ہے یہ اس لئے کہ ان کے اعمال اللہ کے احکام کی مخالفت اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

فصل : ۱۰

قبلِ بعثت عصمتِ انبیاء علیہم السلام

اِس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا انبیاء نبوت سے پہلے بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ نبوت سے قبل بھی ان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے۔ بعض ممکن مانتے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہوتے ہیں اور بے شک وہ ان عیوب سے بھی مبرا ہوتے ہیں جو شک و شبہ کے موجب ہوتے ہیں اور بھلا کیوں نہ ہوں۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا ہی محال کے درجے میں ہے کہ نبوت سے قبل وہ گناہ میں

Marfat.com

مبتلا ہو سکتے ہیں کیونکہ گناہ اور ممنوعات کا تصور تو شریعت کے آنے کے بعد قائم ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ پر جب تک وحی نازل نہ ہوئی تھی آپ کس شریعت کے تابع تھے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ ﷺ کسی شریعت کے تابع نہیں تھے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اس قول کو اگر درست مانا جائے تو پھر واضح ہو گیا کہ اس وقت گناہ موجود ہی نہیں تھا۔ لہٰذا اس وقت آپ ﷺ کے بارے میں گناہ کا لفظ ہی استعمال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شرعی احکام اور اوامر و نواہی تو شریعت کے مقرر کرنے کے بعد قائم ہوئے۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں ان کے مختلف دلائل ہیں۔ سیف السنۃ اور تمام فرقوں کے پیشوا قاضی ابوبکر کہتے ہیں کہ ان باتوں کے سلسلے میں جاننے کا ذریعہ صرف نقل اور روایت ہے اگر یہ بات ہوتی تو روایتوں میں یہ بات ضرور آتی اس طرح کی بات کا چھپنا عادۃً ممکن نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے جس طرح زندگی گزاری اس میں یہ واقعہ اہم تھا اور اس شریعت والے اس پر فخر کرتے اور آپ ﷺ پر اس کے ذریعہ حجت لاتے۔ لیکن اس طرح کی کوئی بات منقول نہیں ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ عقلی اعتبار سے یہ بات ناممکن ہے کیونکہ جس شخص کے بارے میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ وہ تابع ہے پھر اس کا متبوع ہونا بعید از قیاس ہے انہوں نے اپنی دلیل کی بنا حسن و قبح پر رکھی ہے لیکن اگر اس گروہ کا یہ طریق استدلال درست نہیں اس لئے کہ یہ معاملہ سارا کا سارا نقل اور روایت سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس بارے میں قاضی ابوبکر نے جو طریقۂ استدلال اختیار کیا ہے وہی درست ہے اور زیادہ واضح بھی ہے۔

ایک فرقے نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں توقف کیا ہے اور کوئی قطعی حکم نہیں لگایا ہے' کیونکہ بقول ان کے عقلی اعتبار سے دونوں چیزیں ناممکن نہیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان دونوں باتوں کے بارے میں از روئے روایت کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ یہ مذہب ابوالمعالی کا ہے۔

تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ سابقہ شریعت پر عامل تھے پھر وہ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا اس وقت کوئی معین شریعت تھی یا نہیں؟ بعض نے کسی مقررہ شریعت کے معین کرنے میں توقف کیا ہے اور بعض نے بے دھڑک شریعت کا تعین کر دیا۔ یا

Marfat.com

پھر معین کرنے والے فرقے میں بھی اس بات پر اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ نے کسی شریعت کی اتباع کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی اتباع کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دین ابراہیمی کے متبع تھے۔ یہ ہے خلاصہ ان لوگوں کے مسالک کا' زیادہ واضح اس مسئلہ میں قاضی ابوبکر کا مسلک ہے اور جن لوگوں نے دین وشریعت کی تعیین کی ہے ان کا مسلک بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ اس طرح کی کوئی بات ہوتی تو ضرور منقل ہوتی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور پھر بھی ہے کہ ایسی بات کسی پر مخفی نہ رہتی لہٰذا ان کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ لہٰذا ان کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے انہی کی پیروی کی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت عام نہیں تھی بلکہ صحیح بات تو یہ ہے سوائے ہمارے نبی ﷺ کے کسی بھی نبی کی دعوت عام نہیں تھی اور اگر کوئی شخص اس آیت سے دلیل پکڑے:

﴿ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ﴾ [نحل: ۱۲۳]

''آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی سب سے کٹ کر پیروی کریں''۔

تو درست نہیں۔ نہ اس آیت کو دلیل بنانا درست ہے۔

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ﴾ [شوریٰ: ۱۳]

''تمہارے لئے دین میں سے وہی ہے جس کی وصیت نوح کو کی تھی''۔

اس لئے کہ یہ آیت ان انبیاء کی توحید میں اتباع کرنے کے سلسلے میں آئی ہے۔ مثلاً اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ [انعام: ۹۰]

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ ﷺ ان کی ہدایت کی پیروی کریں''۔

ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل نے ایسے انبیاء کا بھی ذکر فرمایا ہے جو کسی خاص شریعت کے ساتھ مبعوث بھی نہیں ہوئے تھے مثلاً حضرت یوسف بن یعقوب۔ یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ رسول نہیں تھے۔

ماسوا اس کے علاوہ اللہ عزوجل نے ان آیتوں میں اس جماعت کا نام بھی لیا ہے

Marfat.com

جن کی شریعتیں مختلف تھیں اور ان کا جمع کرنا ممکن نہ تھا اور اللہ عزوجل آپ ﷺ کو ان کی اقتدا کا حکم دے رہا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر ایک نبی کی شریعت کی اتباع کا حکم آپ ﷺ کو نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ آپ اس بات کی اتباع کریں جس پر گروہ انبیاء کے تمام افراد متفق تھے یعنی توحید اور اللہ عزوجل کی عبادت جو شخص اتباع کا قائل نہیں۔ وہ اس بات کا قائل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کے علاوہ تمام انبیاء پر یہ بات لازم ہے۔ فرق روا رکھتے ہیں۔

جو اس بات کے قائل ہیں کہ عقلی طور پر یہ بات محال ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی کی شریعت کی پیروی کرے وہ تمام انبیاء کے بارے میں بغیر شک کے یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

جو محض روایات اور نقل کو بنیاد مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی منقولہ روایت سے یہ ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی دوسری شریعت کی پیروی کی۔

جو اس مسئلے میں خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں ان کے اس توقف کی بنیاد یہ ہے کہ یقینی طور پر انہیں نہ یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ ین دوسری شریعت پیروی کی نہ یہ کہ آپ ﷺ نے پیروی نہیں کی۔

جو مذکورہ آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انبیائے سابقین کی پیروی ضروری ہے وہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور دوسرے ایسے انبیاء کے لئے اسے لازم کہتے ہیں۔

فصل : ۱۱

سہو و نسیان کے بارے میں حکم

اِس سے قبل کی فصلوں میں ہم نے جو ذکر کیا ان کا تعلق قصداً خلاف شریعت کاموں کے ارتکاب سے تھا جسے معصیت کہا جاتا ہے اور انسان کو اللہ عزوجل نے مکلف کیا کہ وہ ان سے بچنے کی سعی کرے لیکن وہ کام جو بغیر قصد او ارادہ کے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایسے شرعی فرائض کی ادائیگی مں سہو ہو جانا یا بھول جانا جن کو شرع نے مقرر کیا ہے اور ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے تو اس معاملے میں جس طرح امتیوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا انبیاء پر بھی نہیں ہوتا اس قسم کے سہو کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو ان امور میں سہو ہونا جن کی تبلیغ ہوتی ہے

Marfat.com

اور جن کا تعلق شریعت کے احکام، امت کی تعلیم اور آپ ﷺ کی اتباع اور عدم اتباع پر مواخذہ کرنے سے ہے اور دوسری صورت کا تعلق آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ہے۔ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک پہلی صورت عصمت کے اعتبار سے قولی سہو کے حکم میں ہے اور اس کی بابت ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان معاملات میں نبی کریم ﷺ سے کسی قسم کا سہو ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح اس صورت میں عملاً بھی نبی کریم ﷺ سے کسی قسم کا سہو نہیں ہو سکتا اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو معصوم و محفوظ رکھا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا عمل بھی ایک قسم کی تبلیغی حیثیت کا حامل تھا لہٰذا اگر آپ ﷺ کے فعل و عمل میں کسی قسم کا سہو ہوتا تو شبہ پڑ جاتا اور دشمن طعنہ دیتے۔ رہا یہ کہ آپ ﷺ کے اعمال میں کبھی کبھی سہو ہوتے ہیں ان احادیث کی توجیہات ہم اس کے بعد ذکر کریں گے۔ ابو اسحاق کا یہ نظریہ ہے لیکن اکثر فقہاء اور متکلمین کی رائے یہ ہے کہ آپ کے تبلیغی افعال اور شرعی احکام میں بغیر قصد و ارادے کے آپ ﷺ سے سہو ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے نماز میں سہو ہوا۔ البتہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے تبلیغی اقوال میں سہو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس پر معجزہ قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تمام کلمات برحق تھے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ سے اقوال میں سہو ہوتا تھا تو یہ بات معجزے کے خلاف ہو گی۔ تاہم افعال میں سہو ہونا معجزے کے برخلاف نہیں اور نہ شانِ نبوت کے منافی ہے اس لئے کہ افعال میں بھول چوک ہونا یا وقتی طور پر قلب کا غافل ہو جانا تو بشری صفات میں داخل ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ ''بے شک میں بشر ہوں اور جس طرح تم سے بھول چوک ہوتی ہے مجھ سے بھی ہو جاتی ہے لہٰذا اگر میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو''۔ یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کا بھول جانا یا آپ ﷺ سے سہو ہو جانا بھی لوگوں کے لئے علمی فائدے اور بیان شریعت کا باعث ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس لئے بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں تا کہ میں سنت قائم کروں''۔

پتا چلا کہ آپ ﷺ کے سہو و نسیان سے بھی تبلیغ ہوتی تھی اور چونکہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اپنے انعامات مکمل کر دیئے تھے اس لئے یہ چیزیں نہ تو آپ ﷺ کے لئے نقص

Marfat.com

کا سامان تھیں نہ باعث طعن یہی وجہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ افعال میں آپ ﷺ سے سہو ہو سکتا تھا وہ اس بات کی شرط عائد کرتے ہیں کہ رسول حضرات سہو پر قائم نہیں رہتے بلکہ انہیں فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے اور سہو ہوتے ہی بعض علماء کے قول کے مطابق انہیں اس کا حکم بھی بتلا دیا جاتا ہے اور یہی بات اصح بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وفات سے قبل انہیں احکام بتلائے جاتے ہیں لیکن ان دونوں اقوال میں سے پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔

سہو کی دوسری صورت جس کا تعلق نبی کریم ﷺ کے ان ذاتی افعال سے ہے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کا مقصد نہ تو تبلیغ تھا نہ بیان احکام مثلاً آپ ﷺ کے مخصوص دینی امور یا آپ کا قلبی ذکر۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں آپ اتباع کے لئے نہیں انجام دیتے تھے۔ تو ان کے بارے میں اکثر علمائے امت کا خیال ہے کہ ان میں آپ سے سہو ہو سکتا تھا اور کبھی کبھی آپ سے سستی ہو جاتی یا قلب مبارک (چند لحظہ کو) غافل ہو جاتا۔ کیونکہ آپ پر یہ ذمے داری تھی کہ آپ خلق خدا کی تکالیف دور کریں امت کی سیاست کا نظام چلائیں، اہل وعیال کی خبر گیری کریں اور دشمنوں کے اقدامات سے باخبر رہیں لیکن نہ تو ایسا بار بار ہوتا نہ پیہم ہوتا بلکہ شاذ و نادر ہی ایسی صورت پیش آتی تھی۔ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "کبھی کبھی میرے دل پر پردہ آ جاتا ہے تو میں اس کے لئے فوراً استغفار کرتا ہوں"۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس سے آپ کے رتبے میں کمی آئے یا آپ کے معجزے کے منافی ہو۔

ایک جماعت سہو، نسیان، غفلت اور سستی کو آ کے حق میں درست نہیں جانتی۔ یہی خیال صوفیہ کی جماعت اور ان علماء کے گروہ کا ہے جو روحانیت کے ماہر اور قلوب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے ہیں۔ ان احادیث کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے اسے ہم ان شاء اللہ اگلی کسی فصل میں ذکر کریں گے۔

فصل : ۱۲

سہو کی بابت مذکور احادیث کا بیان

۱۶۰۲ تا ۱۶۲۵...... اس سے پہلے کی فصلوں میں ان افعال واحوال کے بارے میں

Marfat.com

ہم تحریر کر چکے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی طرف سہو کی نسبت کرنا جائز ہے اور جائز نہیں ہے۔ ہم نے پہلے بتلا دیا ہے کہ وہ اقوال و اخبار جن کا تعلق دین سے ہے ان میں نبی کریم ﷺ سے سہو کا صادر ہونا محال ہے۔ البتہ افعال دینیہ میں ان مصالح کی بنیاد پر جن کا ہم پہلے تذکرہ کر آئے ہیں بعض صورتوں میں سہو کے امکان کو جائز قرار دیا ہے۔ اب ہم اس بارے میں قدرے تفصیل سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے سہو کی بابت تین احادیث صحیحہ مذکور ہیں۔

① اوّل روایت ذوالیدینؓ کی ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو رکعتوں میں سلام پھیر دیا۔

② دوم روایت ابن بحینہؓ کی ہے جس میں ہے کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ کے بجائے آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔

③ سوم روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھی۔

یہ تینوں احادیث اس سہو پر مبنی ہیں جو فعل میں ہوا۔

اور ان میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے سنت معین ہو جائے کیونکہ وہ تبلیغ جو عملاً کی جائے قولی تبلیغ سے زیادہ واضح اور لوگوں کو سمجھانے کے اعتبار سے یقینی ہوتی ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ سہو باقی نہیں رہتا تھا بلکہ آپ ﷺ کو اس کا فوراً احساس ہو جاتا تھا فعل میں نبی کریم ﷺ سے سہو اور نسیان صادر ہو جانا آپ ﷺ کے معجزے کے خلاف یا آپ کی تصدیق کے منافی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

> ''میں بھی ایک بشر ہوں اس لئے جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھی (کبھی کبھی) بھول جاتا ہوں لہٰذا جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو''۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ فلاں شخص پر رحم فرمائے کہ اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جسے میں نے (سہو سے) چھوڑ دیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ''وہ آیتیں مجھے بھلائی گئی تھیں'' اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میں بھولتا ہوں اور بھلایا جاتا ہوں تا کہ اس طرح میں سنت بناؤں''۔ بعض کہتے ہیں کہ ''یہ راوی کا شک ہے''

Marfat.com

بلکہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت بناؤں''۔ ابن دینار کا خیال ہے کہ ''یہ راوی کا شک نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب تقسیم ہے، یعنی کبھی میں بھول جاتا ہوں کبھی اللہ عزوجل مجھے بھلا دیتا ہے''۔ ابوالولید باجی کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات (ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار) کے کہنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''میں بیداری میں بھولتا ہوں اور نیند کی حالت میں بھلایا جاتا ہوں یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ''میں بشری تقاضوں کے تحت بھول جاتا ہوں یعنی کسی شے سے غفلت ہو جاتی ہے یا کبھی اس شے کی طرف پوری طرح متوجہ رہتا ہوں (ان کے باوجود بھول جاتا ہوں یہ بھولنا اللہ عزوجل کی حکمت سے ہوتا ہے) اس طرح نبی کریم ﷺ نے ایک قسم کے نسیان کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اس لئے کہ (بشر ہونے کے اعتبار سے) ان کا سبب آپ ﷺ میں پایا جاتا تھا اور دوسرے نسیان کی اپنی ذات سے نفی فرمائی کیونکہ اس قسم کے نسیان میں آپ ﷺ کو اختیار نہیں ہوتا۔

ماہرین علم کلام و معانی کی ایک جماعت اس حدیث کی تشریح کی بابت کہتی ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ سے نماز میں سہو تو ضرور ہوتا تھا لیکن آپ سے نسیان نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ نسیان تو غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ ایک قسم کی آفت ہے جس سے نبی کریم ﷺ پاک ہیں البتہ سہو ایک قسم کا شغل ہے اور نبی کریم ﷺ نماز میں سہو کرتے تھے اور یہ اس طرح ہوتا کہ نماز کی باطنی کیفیات میں آپ اس طرح مستغرق ہو جاتے کہ ظاہری حرکتوں کی طرف ذہن نہیں جاتا یہ غفلت کی وجہ سے نہیں ہوتا تھا یہ لوگ دلیل میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ ''میں بھولتا نہیں''۔

ایک جماعت ایسا خیال رکھتی ہے نبی کریم ﷺ سے سہو ہو ہی نہیں سکتا۔ جو سہو آپ سے ہوئے وہ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر کیے تھے تاکہ سنت قائم کریں لیکن ان کا یہ قول پسندیدہ نہیں اور اس میں تضاد ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بیک وقت آپ کسی بات کو جان بھی رہے ہوں اور بھول بھی رہے ہوں اور ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ عمداً سہو کریں تاکہ سنت ہو جائے یہ اس لئے بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ ''میں بھولتا ہوں اور بھلایا جاتا ہوں''۔ اس قول میں آپ ﷺ نے

Marfat.com

دونوں حالوں میں سے ایک حال کو ثابت فرمایا اور تضاد کی کیفیت کو اس طرح دور فرمایا کہ ''تمہاری طرح میں بھی ایک بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں'' اس بات کو بڑے بڑے ان علماء اور محققین نے مانا ہے جو ہمارے اماموں میں سے ہیں ان میں سے ایک ابوالمظفر اسفرائینی ہیں لیکن ان کے سوا کسی دوسرے عالم نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور میں بھی اسے پسند نہیں کرتا اور ان دونوں جماعتوں کے لئے آپ کے اس ارشاد سے کہ: ''میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں'' دلیل پکڑنا درست نہیں' کیونکہ اس روایت میں بھولنے کی مطلقاً نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو صرف لفظ کی نفی ہے اور بھولنے کے لفظ سے کراہت کا اظہار ہے۔ مثلاً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہارے لئے یہ کہنا کہ میں فلاں آیت بھول گیا بہت برا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں بھلایا گیا''۔ یا اس بات کی نفی ہے کہ آپ ﷺ سے غفلت ہوتی تھی یا نماز کے معاملے میں آپ کا قلب ضروری اہتمام نہیں کرتا تھا بلکہ ہوتا یہ تھا کہ نماز ہی کی کسی کیفیت میں مکمل استغراق کے باعث نماز کی ظاہری کسی حرکت کو بھول جاتے جس طرح غزوۂ خندق کے موقع پر آپ نے نماز ترک فرما دی یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا اور آپ ﷺ دشمنوں سے بچاؤ کرنے میں مشغول رہے۔ گویا ایک طاعت وعبادت میں مصروفیت کے باعث (دشمن سے بچاؤ) آپ ﷺ نے دوسری عبادت (نماز) کو ترک کیا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار وقتوں کی نمازیں قضا کیں ظہر' عصر' مغرب اور عشاء اسی سے وہ لوگ دلیل پکڑتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ ''دشمن سے خوف کے موقع پر نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ادا کرنے کا موقع نہ ملے۔

یہ شامی (فقہاء) کا مسلک ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف کا حکم اس کے بعد نازل ہوا اور اس حکم نے اگلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ نبی کریم ﷺ سفر کے دوران جو ایک جنگل میں سو گئے تھے۔ اس کے بارے میں تک کیا کہو گے؟ حالانکہ آپ نے فرمایا تھا: ''میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا''۔ تو جان لو کہ علماء نے ان کے کئی جواب دیئے ہیں۔

ان میں سے ایک جواب تو یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ

Marfat.com

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا"۔ یہ اکثر اوقات کی بات بتلائی ہے۔ شاذ و نادر اس کے خلاف بھی ہوسکتا تھا۔ جس طرح کبھی کبھی آپ کی عادتوں کے خلاف کوئی بات ہو جاتی ہے۔ اس توجیہ کی تصدیق نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ "اللہ عزوجل نے ہماری ارواح کو قبض کرلیا تھا یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول کہ "مجھے ایسی (گہری) نیند آئی۔ یہ صورت ایک حکمت کے تحت پیش آئی تھی وہ یہ کہ اللہ عزوجل اس واقعہ کے ذریعے اپنے حکم کو ثابت اور سنت کو قائم کرنا چاہتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ شریعت کے حکم کا اظہار ہو جائے"۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ:

"اگر اللہ چاہتا تو ہمیں ضرور جگا دیتا لیکن اس نے یہ ارادہ کیا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے ایک طریقہ مقرر ہو جائے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ نیند کی حالت میں بھی آپ کا قلب مبارک مستغرق نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ سے حدث نہیں ہوتا کیونکہ روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ اس سے محفوظ تھے آپ ﷺ سو جاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سانس تیز ہو جاتا اور آپ ﷺ کے خراٹے سنائی دیتے اس کے باوجود آپ ﷺ اٹھ کر نماز ادا فرماتے اور وضو نہیں کرتے تھے اور یہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی اہلیہ محترمہ کے ہاں سوئے اور اٹھ کر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اسے بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے سو کر اٹھنے کے بعد وضو فرمایا اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کو مس کرنے کی وجہ سے یا کسی دوسرے حدث کی وجہ سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا ہو اور پھر اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز سنی اس کے بعد تکبیر کہی گئی اور آپ ﷺ نے اٹھ کر نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

بعض کا کہنا ہے کہ نیند کی حالت میں آپ ﷺ کا قلب اس واسطے جاگتا رہتا کہ کبھی کبھی نیند کی حالت میں آپ پر وحی نازل ہونے لگتی تھی۔ جنگل میں سو جانے کے واقع میں صرف یہ بیان ہوا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سو گئی اور آپ ﷺ نے سورج نہیں دیکھا۔ یہ فعل قلب کا تھا ہی نہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ "اللہ عزوجل نے ہماری ارواح کو قبض کرلیا تھا لہٰذا اگر وہ چاہتا تو ہمیں دوسرے وقت جگا دیتا"۔ اس

Marfat.com

مقام پر اگر یہ کہا جائے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی نیند میں مستغرق ہونے کی عادت نہ ہوتی تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ نہ کہتے کہ ہمارے لئے صبح کا خیال رکھنا اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے اور چونکہ فجر کے اول وقت کی رعایت اس ذات سے نہیں ہو سکتی تھی جس کی آنکھیں سوتی ہوں کیونکہ یہ وہ ظاہر کیفیت ہے جس کا ادراک ظاہری بدن ہی کر سکتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کہ وہ اول وقت کا ادراک کر کے آپ ﷺ کو مطلع کر دیں۔ اگر نیند کے علاوہ بھی کسی دوسرے کام میں آپ ﷺ مصروف ہو جائیں تو آپ کسی کو مقرر فرما سکتے ہیں کہ فجر کے اول وقت پہ مجھے اطلاع کر دینا۔

اگر کہا جائے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں یہ کہنے سے کیوں منع فرمایا کہ "میں بھول گیا" حالانکہ خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو لہٰذا اگر میں بھول جاتا ہوں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ......" (فلاں نے) مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی اور میں انہیں بھول گیا تھا"۔

اس کا جواب جان لو! (اللہ تمہیں عزت عطا فرمائے) یہ ہے کہ ان باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے "میں بھول گیا" کہنے سے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جن آیتوں کی تلاوت آپ ﷺ نے ترک فرمائی تھی وہ اس وجہ سے نہیں کہ آپ غفلت کی وجہ سے انہیں بھول گئے تھے بلکہ اللہ عزوجل نے انہیں منسوخ کر دیا تھا پھر ان میں سے جنہیں چاہا آپ ﷺ کے دل سے مٹا دیا اور جنہیں چاہا باقی رکھا۔

اور جو آیتیں سہواً آپ ﷺ کی تلاوت سے رہ جاتیں اور انہیں کوئی یاد دلا دیتا آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں بھول جاتا ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ جب آپ یہ فرماتے کہ میں بھلایا گیا تو بطریق استحباب اپنے بھلانے کی نسبت اپنے خالق کی طرف کرتے تھے اور جب بطریق جواز آپ ﷺ بھولنے کا ذکر فرماتے تو اس مقام پر بھولنے کے فعل کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرماتے کیونکہ اس میں بندے کے عمل کا دخل ہے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغ شریعت اور احکام لوگوں تک پہنچا دینے کے بعد کسی آیت کی تلاوت کو چھوڑ نا اور بھولنا اور امت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلانا یا خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آ جانا ہو سکتا ہے۔ البتہ وہ آیتیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آتی تھیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی یاد دلانے کو پسند فرماتے تھے جنہیں اللہ عزوجل نے منسوخ فرما دیا اور دلوں سے محو کر دیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان آیتوں کے ذکر کو ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ممکن ہے کہ جن آیتوں کو منسوخ کرنے کا اللہ عزوجل نے ارادہ کر لیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھول جاتے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض آیتوں کو امت تک پہنچانے سے قبل ہی اللہ عزوجل نے منسوخ فرما دیا اور ان کے منسوخ کر دینے سے نظم قرآن میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ نہ کوئی حکم خلط ملط ہوا ہو۔ پس اللہ عزوجل نے انہیں آپ کو یاد دلایا اور ایسی صورت پیدا کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کبھی نہ بھولیں کیونکہ بہرصورت اللہ عزوجل اپنی کتاب کی حفاظت کرنا چاہتا تھا اور اس نے اپنی (باقی رہنے والی آیتوں کے پہنچانے کی ذمہ داری) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی تھی اس لئے یہ تو ہو سکتا ہی نہیں سکتا تھا کہ غیر منسوخ آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے بھول جاتے۔

فصل: ۱۳

انبیاء علیہم السلام کی جانب صغیرہ گناہوں کی نسبت کرنا درست نہیں

۱۶۲۶ تا ۱۶۳۴ ...... فصل نمبر: ۱۳ میں ہم نے اُن لوگوں کا رَد کیا جو انبیاء کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں اور ان کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔ جان لو! کہ جو فقہاء، محدثین اور ان کے ہم خیال متکلمین انبیاء سے صغائر کے صدور کو ممکن مانتے ہیں انہوں نے اس سلسلے میں قرآن کریم کی بہت سی صریح آیتوں اور احادیث سے استدلال کیا ہے اور اگر ان آیتوں اور حدیثوں کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے تو صغیرہ الگ رہے کبیرہ گناہوں اور اجماع امت کے خرق تک کی نوبت پہنچ جائے گی۔ جن کا کم از کم کوئی بھی کلمہ گو مسلمان قائل نہیں ہو سکتا ہے اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ اس نظریہ کے حاملین جن آیتوں سے استدلال کرتے ہیں ان کے مطلب میں مفسرین

Marfat.com

نے اختلاف کیا ہے اور بہت سارے شکوک کا اظہار کیا ہے اور ان کے معانی کے سلسلے میں سلف صالحین نے جو باتیں بتلائی ہیں وہ ان لوگوں کے متعین کردہ معانی کے خلاف ہیں۔ ان لوگوں کے نظریہ پر امت کا اجماع بھی نہیں ہے اور جو دلائل وہ پیش کرتے ہیں زمانہ قدیم سے ان میں اختلاف ہوتا چلا آرہا ہے اور اس بات پر دلیل بھی قائم ہو چکی ہے کہ ان کا قول غلط ہے اور دوسرا قول صحیح ہے۔ تو ایسی صورت میں اس قول کو ترک کرنا واجب ہے اور اس قول کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جو صحیح ہے۔ ان شاء اللہ ہم ان کے دلائل پر بحث کریں۔

ان کی ایک دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے جس میں اس نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ [الفتح:۲]

''تاکہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے''۔

اور اللہ کا قول ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد:۱۹]

''آپ اپنے گناہوں اور مومن مرد اور مومن عورتوں کے گناہوں کے لئے مغفرت طلب کریں''۔

اور اللہ عزوجل کا قول:

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشرح:۲۔۳]

''اور اللہ نے اتار دیا آپ ﷺ سے وہ بوجھ جس نے آپ ﷺ کی پشت کو بوجھل کر رکھا تھا''۔

اور اللہ کا قول:

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ [توبہ:۴۳]

''اللہ عزوجل نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے انہیں کیوں اجازت دی''۔

اور اللہ کا قول:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

[انفال:۶۸]

Marfat.com

''اگر خدا کی کتاب سبقت نہ کرتی تو تم لوگوں پر اس مال کی وجہ سے جو تم نے لیا ہے بڑا عذاب آتا''۔

اور اللہ عزوجل کا قول:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ [عبس: ۱۔۲]

''انہوں نے منہ بنایا اور رُخ پھیر لیا جب ان کے پاس نابینا آیا''۔

ان کے علاوہ وہ آیتیں ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے دیگر انبیاء کے قصے بیان کئے گئے ہیں مثلاً اس نے فرمایا:

﴿وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ [طہ: ۱۲۱]

''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے''۔

اور اللہ عزوجل کا قول:

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ﴾ [اعراف: ۱۹۰]

''اور جب اللہ عزوجل نے ان دونوں (آدم و حوا علیہما السلام) کو صالح اولاد دی تو انہوں نے اللہ کے ساتھ بہت سے شریک بنائے''۔

اور پھر آدم علیہ السلام کا یہ قول (جو اللہ نے نقل کیا)

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ [اعراف: ۲۳]

''اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا''۔

یا یونس علیہ السلام کا یہ قول:

﴿سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [انبیاء: ۸۷]

''اے میرے رب تو پاک ہے میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾ [ص: ۲۴]

''اور داؤد علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے''۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع کرتے ہوئے گر گئے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں فرمایا:

﴿لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا﴾ [یوسف: ۲۴]

Marfat.com

''(زلیخا) نے یوسف کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا''۔
یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ قول:

﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾

[قصص:۱۵]

''پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھونسا مارا اور وہ مر گیا تو فرمایا یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے''۔

اور نبی کریم ﷺ کا دعا میں فرمانا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ.))

''اے میرے اللہ میری تمام اگلی پچھلی خفیہ علانیہ غلطیوں کو معاف فرما دے۔

یا آپ ﷺ کی مختلف دعاؤں میں اس طرح کی باتیں یا شفاعت کی حدیث میں انبیاء کا اپنی غلطیوں کو یاد کرنا۔ یا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''میرے دل پر حجاب آ جاتا ہے اس وقت میں استغفار کرتا ہوں'' یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''ایک دن میں اپنے رب سے ستر مرتبہ سے بھی زائد مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں''۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ان کا فرمان ہے:

﴿وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ﴾ [ھود: ۴۷]

''کہ اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور میرے اوپر رحم نہیں کرے گا''۔

اور اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا تھا:

﴿وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ [مومنون:۲۷]

''تم مجھ سے ظالموں کے بارے میں کچھ نہ کہنا بے شک وہ ڈوب کر رہیں گے''۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کہا:

﴿وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ [الشعراء:۸۳]

''اور وہ ذات جس کے بارے میں مجھے طمع ہے کہ وہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرمائے گی''۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول:

Marfat.com

﴿تُبْتُ اِلَیْكَ﴾ [احقاف: ۱۵]

''اے میرے اللہ میں تیرے نبی کریم توبہ کرتا ہوں''۔

یا حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا یہ قول:

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ﴾ [ص: ۳۴]

''اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمایا''۔

اور اس قسم کی بہت سی ظاہری آیتوں سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں: مثلاً

﴿لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ [فتح: ۲]

''تاکہ اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادے''۔

کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ غلطیاں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت سے قبل یا بعد صادر ہو سکتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگلے یا پچھلے گناہ سرزد ہوئے بھی تو اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے بخشے جا چکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ عزوجل صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ یہ معنی احمد بن نصر نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو سہو یا غفلت کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئیں اس کو طبری نے بیان کیا ہے اور قشیری نے اس تاویل وتفسیر کو پسند کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے گناہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی ہے اور پچھلے گناہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے گناہ ہیں۔ اسے سمرقندی اور سلمی نے ابن عطا سے نقل کیا ہے۔ اس تفسیر اور اس سے قبل کی بیان کی ہوئی تفسیروں کی روشنی میں۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ [محمد: ۱۹]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی غلطیوں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی غلطیوں کے لئے اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کریں''۔

مکی نے کہا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے تاہم اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کہا جا رہا ہے۔

Marfat.com

بعض کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا کہ:

﴿وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ [احقاف:۹]

''میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا''۔

تو یہ سن کر کفار کو بہت خوشی ہوئی تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ [فتح:۲]

''تا کہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے''۔

اور اس کے بعد والی آیت میں مؤمنین کا انجام ذکر کیا گیا۔ یہ مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ بخشے ہوئے ہیں اور اگر آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا ہوتا تو آپ ﷺ سے مواخذہ نہیں ہوسکتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں مغفرت سے مراد آپ ﷺ کا ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا۔ رہا اللہ کا قول:

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشرح:۲،۳]

''اللہ نے اُتار دیا آپ ﷺ سے وہ بوجھ جس نے آپ ﷺ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا تھا''۔

تو اس سے مراد وہ غلطیاں ہیں جو قبل از نبوت آپ ﷺ سے سرزد ہوئی تھیں۔ یہ قول ابن زید' حسن بصری اور قتادہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان غلطیوں سے قبل از نبوت بھی محفوظ کر دیئے گئے تھے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آج آپ ﷺ کی پشت مبارک بوجھل ہو جاتی۔ یہ معنی سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد نبوت کا بوجھ ہے جس کی آپ ﷺ نے تبلیغ فرمائی یہ معنی الماوردی اور سلمی نے بیان کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے ایام جاہلیت کا بوجھ اتار دیا یہ معنی مکی نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد آپ ﷺ کے روحانی راز اور حیرت کا بوجھ ہے' کیونکہ آپ ﷺ ایک شریعت چاہتے تھے جس پر آپ ﷺ عمل کریں یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کو ایک شریعت عطا کر کے آپ ﷺ کو بوجھ ہلکا کر دیا۔ یہ معنی قشیری نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ''ہم نے آپ ﷺ کا وہ بوجھ ہلکا کر دیا جو آپ ﷺ پر

Marfat.com

لادا گیا تھا کیونکہ اس چیز کی خود حفاظت کی جس کی حفاظت کی ذمے داری آپ پر ڈالی گئی تھی اور آپ ﷺ کی پشت مبارک کے بوجھل کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک بوجھل ہو جائے جو لوگ اس آیت کو قبل از نبوت پر منطبق کرتے ہیں ان کے نزدیک مراد وہ امور ہیں جن کے اہتمام میں آپ ﷺ نبوت سے قبل مشغول رہتے اور نبوت کے بعد آپ ﷺ کو ان سے منع کر دیا گیا پھر اللہ عزوجل نے اسے بوجھ قرار دیا اور مطلب یہ ہوا کہ اس نے آپ ﷺ کو بچایا اور گناہوں سے محفوظ رکھنے کے لئے وہ کافی ہو گیا اگر وہ امور بھی باقی رہتے تو نبوت کے بعد آپ ﷺ پر دوگنا بوجھ ہو جاتا یا کہا جائے کہ وہ رسالت کا بوجھ تھا یا مراد یہ ہے کہ امور جاہلیت کو دیکھ دیکھ کر آپ ﷺ کا دل بوجھل تھا۔ آپ ﷺ کے دل کو ہلکا کر دیا اور مراد وحی کی حفاظت کی ذمے داری ہے۔ جسے اللہ نے اپنے ذمے لے کر آپ ﷺ کو ہلکا کر دیا۔

اللہ عزوجل کا قول:

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ [توبہ: ۴۳]

''اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو معاف کر دیا''۔

آپ ﷺ نے انہیں کیوں اجازت دی۔ تو یہ بات وہ بات ہے جس سے پہلے اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو منع نہیں فرمایا تھا کہ اس کے کرنے کے بعد آپ ﷺ سے معصیت سرزد ہوتی اور نہ اس کے کرنے کو اللہ عزوجل نے نافرمانی یا معصیت میں شمار کیا ہے بلکہ اہل علم نے تو اس آیت کو عتاب کی آیت بھی نہیں مانا ہے اور جس نے اسے عتاب پر محمول کیا اس نے غلط کیا ہے۔

نفطویہ نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بری کیا ہے آپ ﷺ کو دراصل دو باتوں میں سے کسی ایک بات کے کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اور علماء کہتے ہیں کہ وہ امر جس کے بارے میں آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی آپ ﷺ کو اختیار ہوتا کہ جو چاہتے کرتے تھے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا اس لئے اللہ عزوجل نے خود فرمایا کہ:

﴿فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ [نور: ۶۲]

''آپ ﷺ جسے چاہیں اجازت دے دیں''۔

Marfat.com

اور جب آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا اس لئے کہ آپ ﷺ ان کے دلی ارادوں سے واقف نہیں تھے اور بتلایا کہ اگر آپ ﷺ ان کو اجازت نہ بھی دیتے تب بھی وہ بیٹھ رہتے لہٰذا آپ ﷺ نے جو کیا اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ اس آیت میں عفا کا لفظ بخشنے کے معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''گھوڑے اور غلاموں کی زکوٰۃ سے اللہ عزوجل نے تمہیں معاف کر دیا ہے''۔

حالانکہ چیزوں پر زکوٰۃ کبھی بھی واجب نہیں تھی ۔لہٰذا معاف کرنے کا معنی یہاں یہ ہے کہ آپ ﷺ پر لازم نہیں تھا۔

قشیری نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو کلام عرب سے واقف نہیں کہ ''گناہ ہی سے معافی ہو سکتی ہے'' بلکہ اللہ عزوجل نے یہ جو فرمایا کہ ''اللہ نے آپ ﷺ کو معاف دی'' تو اس کا معنی بلکہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس عمل کی وجہ سے آپ ﷺ پر کوئی گناہ لازم ہی نہیں آتا۔

داؤدی کہتے ہیں کہ روایتوں میں ہے کہ ''یہ آیت آپ ﷺ کی عزت کو بیان کرنے والی ہے'' مکی کہتے ہیں کہ عفا اللہ عنك دراصل آغاز گفتگو کا جملہ ہے جس طرح کہتے ہیں ''اللہ آپ ﷺ کی اصلاح کرے یا اللہ آپ ﷺ کو عزت دے''۔ سمرقندی کہتے ہیں کہ ''اس کا معنی یہ ہے کہ ''اللہ آپ ﷺ کو عافیت دے''۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے جو نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى﴾ [انفال: ٦٧]

''نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کے قیدی ہوں''۔

تو اس سے نبی اکرم ﷺ پر کوئی گناہ لازم نہیں آتا بلکہ اس میں تو اس خصوصی فضیلت کا بیان ہے جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بخشی ہے اور دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں اسی لئے فرمایا گیا آپ ﷺ کے سوا کسی نبی کے لئے یہ روا نہیں تھا اور دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں اسی لئے فرمایا گیا آپ ﷺ سے قبل کسی نبی کے لئے یہ روا نہیں تھا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

''میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے قبل کسی نبی کے لئے حلال نہیں تھا۔''

اگر کہا جائے کہ پھر اس آیت کا مطلب نکلے گا:

﴿تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ [الانفال:٦٧]

''تم لوگ دنیوی مال ومتاع کو چاہتے ہو''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان لوگوں سے کہا گیا ہے جو متاعِ دنیا کے طلب گار تھے اور غزوات میں شرکت سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دنیاوی مفادات حاصل کریں اور اپنے مال و متاع کو بڑھائیں' اس آیت سے نہ تو نبی کریم ﷺ مراد ہیں نہ آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

ضحاک سے تو روایت ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جبکہ غزوۂ بدر میں مشرکین کو شکست ہونے کے بعد کچھ لوگ مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور وقتی طور پر قتال کو فراموش کر دیا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہونے لگے کہ کہیں مشرکین لوٹ نہ پڑیں اس کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ﴾ [انفال:٦٨]

''اگر اللہ کی کتاب سبقت نہ کرتی تو تم لوگوں پر اس مال کی وجہ سے جو تم نے لیا بڑا عذاب آتا''۔

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میری طرف سے یہ بات صادر نہ ہوئی ہوتی کہ میں جب تک منع نہیں کر لیتا اس وقت تک عذاب نہیں دیتا۔ تو میں تم کو عذاب دیتا اس تفسیر کی رو سے قیدیوں کے معاملے میں آپ ﷺ کا رویہ گناہ کا رویہ نہیں قرار پا سکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ ''اگر تمہارا قرآن پر ایمان نہ ہوتا اور وہ پہلی کتاب ہے جس نے تمہارے لئے درگزر کو واجب قرار دے دیا ہے تو غنائم لینے پر تم سے مواخذہ کیا جاتا۔ اس تفسیر سے یہ واضح ہوا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ''اگر تم لوگ قرآن پر ایمان نہ رکھتے اور تم ان لوگوں میں سے نہ ہوتے جن کے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے تو

Marfat.com

تم سے بھی اسی طرح مواخذہ ہوتا جس طرح زیادتی کرنے والوں سے ہوتا ہے۔
بعض کہتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ ''اگر لوح محفوظ میں پہلے ہی سے یہ نہ لکھ دیا گیا ہوتا کہ مال غنیمت تمہارے لئے حلال ہے تو تم سے مواخذہ ہوتا''۔
ان تمام تفسیروں سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ پر کوئی گناہ یا معصیت نہیں تھی کیونکہ اگر کوئی شخص کسی حلال کام کو کرے تو وہ معصیت نہیں ہوگی اللہ عزوجل نے خود ارشاد فرمایا ہے:
﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾[انفال:٦٩]
''تم مال غنیمت کو حلال اور پاک جان کر کھاؤ''۔
بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اس معاملے میں اللہ عزوجل کی طرف سے اختیار دیا گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ﷺ کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں اور چاہیں تو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم فدیہ لے لیں اس شرط پر کہ ان میں سے (فدیہ لینے کے باعث) آئندہ سال اتنے ہی افراد قتل کئے جائیں گے اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہم نے (اختیار دیئے جانے کے بارے میں) جو کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہی کیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا لیکن ان میں سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دو صورتوں میں سے جو زیادہ کمزور صورت تھی (یعنی فدیہ لینا) اس کی طرف زیادہ میلان کا مظاہرہ کیا۔ حالانکہ اس سے بہتر دوسری صورت تھی کہ ان کو سرگرمی کے ساتھ قتل کیا جاتا' چنانچہ کمزور صورت کو اختیار کرنے کی وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا اور اس طرح ان پر واضح کیا گیا کہ جو صورت انہوں نے اختیار کی وہ کمزور تھی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نافرمان اور گناہگار تھے۔ اس بات کی طرف طبری نے اشارہ کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ ''اگر آسمان سے عذاب اترتا تو سوائے عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ بچتا''۔ اس کا مقصود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی درستگی کی طرف اشارہ کرنا ہے اور ان لوگوں کی رائے کی تائید ہے جو اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے کیونکہ اس سے دین کا رعب و دبدبہ بڑھتا' کلمہ اسلام بلند ہوتا اور دشمنانِ اسلام ہلاک ہوتے۔ رہا یہ سوال

Marfat.com

کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ "اگر عذاب ہوتا تو عمر بچ جاتے کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے بارے میں خاص طور پر کہا تو اس کا سبب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے انہیں قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن اللہ عزوجل نے ان کے لئے یہ عذاب اس وقت مقدر نہیں کیا تھا اور صحابہ کرام کو اختیار دے دیا تھا۔

داؤدی نے کہا ہے کہ اولاً تو یہ روایت پوری طرح ثابت نہیں تاہم اگر اسے درست مان لیا جائے تو کم از کم یہ نہیں گمان کیا جا سکتا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی ایسی بات کا حکم دے دیا ہوگا جس کے سلسلے میں نہ تو کوئی نص وارد ہوا تھا نہ وہ بات دلالۃ النص سے ثابت تھی اس معاملے کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست ہی نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو اس قسم کی کوتاہیوں سے محفوظ اور پاک رکھا ہے۔

قاضی ابوبکر بن العلاء نے کہا ہے کہ "اس آیت میں اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا اختیار فرمایا تھا وہ اس کے موافق تھا جو کیونکہ مال غنیمت مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا تھا تو بھلا فدیہ لینا کیونکر حلال نہ ہوتا غزوۂ بدر سے قبل بھی مسلمانوں نے ایک موقع پر مشرکوں سے فدیہ وصول کیا تھا جبکہ سریہ عبداللہ بن جحش میں حکم بن کیسان اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ مارے گئے تھے اس موقع پر تو اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر کسی قسم کا عتاب نہیں کیا تھا۔ یہ واقعہ تقریباً غزوۂ بدر سے ایک سال بلکہ اس سے بھی زیادہ پہلے کا ہے۔ یہ تمام باتیں دلالت کرتی ہیں کہ قیدیوں کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کا عمل تاویل اور کامل بصیرت پر مبنی تھا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ عزوجل کو اس بات پر اعتراض نہیں کہ کیوں فدیہ لیا گیا البتہ اللہ عزوجل نے بدر کے معاملے کو قیدیوں کی کثرت کی وجہ سے اہمیت دی اور اللہ عزوجل اپنی نعمتوں کے اظہار اور اپنے احسان کی تاکید کو خوب جانتا ہے۔ اسی لئے اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف لوح محفوظ میں لکھی ہے کہ ان کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے تو جب صورتِ حال ایسی ہو تو عتاب کی گنجائش کہاں اور گناہ کیسے ہو سکتا ہے یہ ہے خلاصہ قاضی کے بیان کا۔

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰی﴾ کی بابت ابوتمام کا ایک قول:

اور اللہ عزوجل کا قول:

Marfat.com

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ [عبس:١]
''اس نے منہ بنایا اور رخ پھیر لیا''۔
تو اس میں بھی نبی کریم ﷺ پر کوئی گناہ عائد نہیں کیا گیا ہے بلکہ آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ جسے آپ ﷺ پاک کرنا چاہتے ہیں اور اگر آپ ﷺ کو حقیقت معلوم ہوتی تو آپ ﷺ جان لیتے کہ ان دو آدمیوں میں سے نابینا کی طرف متوجہ ہونا زیادہ بہتر تھا اور نبی کریم ﷺ کا یہ فعل کہ آپ ﷺ نے نابینا کی طرف توجہ نہ فرماتے ہوئے کافر کی طرف توجہ کی تو یہ خدا کی اطاعت' احکام کی تبلیغ اور اس کی طبیعت کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی وجہ سے تھا جس کا اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے یہ اقدام نہ تو گناہ تھا نہ معصیت۔ اللہ عزوجل نے ان آیتوں میں جو اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا مقصد دونوں افراد کی حالت کی آپ کو خبر دینا اور ایک کافر کی تحقیر کرنی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ آپ ﷺ اس سے اعراض کریں اس کے بعد فرمایا کہ اگر وہ پاک نہ ہو تو اس میں آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ سے وہ کافر مراد ہے جو اس وقت نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ (اُس نے یہ کیا) یہ بات ابوتمام نے کہی ہے۔
اب حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی طرف غور کرتے ہیں' جس میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ:

﴿فَاَكَلَا مِنْهَا﴾ [طٰہٰ: ١٢١]
''دونوں (آدم وحوا) نے اس درخت سے کھالیا''۔
اور اس سے قبل اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا تھا:

﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [اعراف:١٩]
''تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔
اور اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ [اعراف:٢٠]
''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا''۔
پھر واضح طور پر اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت کا حکم لگایا اور فرمایا:

﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ [طٰہٰ: ١٢١]

Marfat.com

''آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بھٹک گیا''۔

یعنی نادانی کی۔ بعض نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام سے غلطی سرزد ہوگئی۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کے عذر کو بتلایا اور ارشاد ہوا:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾

[طہ:۱۱۵]

''اور ہم نے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے تاہم ہم نے ان کا پختہ ارادہ نہیں پایا''۔

ابن زید نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام ابلیس کی دشمنی کو بھول گئے اور اس عہد کو بھی بھول گئے جو انہوں نے اپنے رب سے کیا تھا کیونکہ اللہ عزوجل نے تو پہلے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو بتلا دیا تھا کہ ابلیس آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب شیطان نے دھوکہ دیا تو وہ اس کی پرانی عداوت کو بھول گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ انسان کو انسان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے عہد لیا گیا تھا اور وہ عہد کو بھول گیا، بعض کہتے ہیں کہ ارادۃً حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے حکم کی مخالفت نہیں کی اور نہ اس درخت کو حلال سمجھا تھا بلکہ وہ ابلیس کے قسم کھانے سے دھوکے میں آ گئے۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ:

﴿إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾ [اعراف:۲۱]

''بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں''۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے خیال کیا کہ بھلا یہ جھوٹی قسم کیسے کھا سکتا ہے۔ بعض روایتوں میں اس قسم کے بہت سے عذر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں، ابن جبیر نے کہا کہ ''ابلیس نے حضرت آدم علیہما السلام کے سامنے اللہ کی قسم اٹھائی اور انہیں دھوکہ دے دیا اور مومن تو قسم سے دھوکہ کھا جایا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آدمی علیہ السلام نے جان بوجھ کر مخالفت نہیں کی بلکہ وہ بھول گئے اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے اس کا پختہ ارادہ نہیں پایا۔ یعنی اس نے قصداً میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں جو عزم کا لفظ ہے وہ حزم (احتیاط) اور صبر کے معنی میں ہے یعنی آدم

Marfat.com

علیہ السلام نے احتیاط نہیں برتی۔

بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل کھایا تو وہ نشے میں تھے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے جنت کی شراب کی صفت یہ بتلائی ہے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے تو ظاہر ہے کہ بھول جانا معصیت تو نہیں ہے اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو غلطی لگ گئی تو بھی بات صاف ہے اس لئے کہ اس امر پر سب متفق ہیں کہ بھول جانے یا سہو کرنے والے پر مواخذہ نہیں شیخ ابوبکر بن فورک اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے نبی بننے سے پہلے کا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾

[طٰہٰ: ۱۲۰]

''اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے منتخب کرلیا اس کی توبہ کو قبول کرلیا اور اسے ہدایت بخشی۔''

پتا چلا کہ آدم علیہ السلام کے انتخاب برائے نبوت اور ہدایت اس نافرمانی کے بعد عمل میں آیا بعض کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے از روئے تاویل پھل کھایا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ جس خاص درخت کے پاس اللہ عزوجل نے جانے سے منع کیا ہے بس ان کا پھل نہیں کھا سکتے اسی پھل والے دوسرے درخت کا پھل کھا سکتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نافرمانی سے توبہ نہیں کی تھی بلکہ بے احتیاطی صادر ہو جانے کی وجہ سے توبہ کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے خیال کیا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس لئے نہیں کہ وہ حرام ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھالیا۔

اس مقام پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ چلو جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجیہ کریں اتنا تو ہے کہ قرآن میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ [طٰہٰ: ۱۲۱]

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾

کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا پھر اس نے توبہ کی اور اللہ عزوجل نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے ہدایت دی۔ مزید برآں یہ کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اہل محشر جب شفاعت کے لئے کہیں گے تو وہ اپنے گناہ کو یاد کریں گے کہ مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا مگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی ان اعتراضات کا جواب ان شاء اللہ بالاجماع ہم اس فصل کے خاتمے پر دیں گے۔

سیّدنا یونس علیہ السلام کا قصہ:

اب حضرت یونس علیہ السلام کے قصے کو لیجئے' اس کے چند مباحث کے بارے میں گفتگو کی جاسکتی ہے' دوسری بات یہ ہے کہ نص سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا۔ نص میں صرف اتنا وارد ہے کہ ''وہ بھاگ گئے اور غصے میں چل کھڑے ہوئے'' اس سلسلے میں ہم گفتگو کر چکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یونس علیہ السلام پر اس لئے عتاب کیا کہ عذاب کے خوف سے وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر کیوں چلے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کر دیا تھا لیکن ان کی قوم نے معافی مانگی اور اللہ عزوجل نے اسے معاف فرما دیا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں جھوٹے انسان کا چہرہ لے کر اپنی قوم کے پاس نہیں جاؤں گا''۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی قوم کے لوگ اس شخص کو قتل کر دیتے جو جھوٹ بولتا حضرت یونس علیہ السلام کو خیال ہوا کہ میں تو اب جھوٹا ہو گیا لہٰذا اگر میں جاؤں گا تو میری قوم مجھے قتل کر دے گی اس لئے وہ ڈر گئے اور نہیں گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام بار رسالت اٹھانے سے عاجز ہو گئے تھے اور ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی معصیت پر کوئی نص وارد نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جو اقدام کیا اسے اللہ نے پسند نہیں کیا اور اللہ عزوجل کا یہ قول:

﴿اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ [صافات: ۱۴۰]

''حضرت یونس علیہ السلام ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے''۔

مفسرین نے اَبَقَ کا ترجمہ دور سے کیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر اللہ عزوجل نے

Marfat.com

﴿اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [انبیاء:۸۷]

''میں ظالموں میں سے تھا''۔

ظلم کسی چیز کو اس کی جگہ پر نہ رکھنے کو کہتے ہیں اس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا لیکن یہ گناہ نہیں ہے بلکہ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ عزوجل کی اجازت کے بغیر اپنے شہر سے چلے گئے تھے اور بظاہر لگتا یوں تھا کہ وہ بار رسالت کے اٹھانے سے عاجز آ گئے لہٰذا یہ جملہ کہہ کر انہوں نے اپنے (گناہ کا نہیں) بلکہ اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ یا یہ کہ انہوں نے اپنی قوم پر بددعا کو گناہ تصور کر کے اس کا اعتراف کیا۔ حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے بددعا کی تھی مگر ان کا مواخذہ نہیں ہوا۔

واسطی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے (سبحٰنك) کہہ کر اللہ عزوجل کو ظلم سے پاک قرار دیا پھر ظلم کو اپنی طرف منسوب کر کے اس کا اعتراف کیا اور خود کو اس کا مستحق سمجھا۔ اسی طرح حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا قول ہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا﴾ [الاعراف:۲۳]

''اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے''۔

کیونکہ ان دونوں حضرات کے اس جگہ پر ہونے جہاں انہیں ہونا نہیں چاہئے تھا اور جنت سے نکالے جانے پھر زمین میں اتارے جانے کے سبب وہ خود ظالم بنے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے کی طرف جسے اہل اخبار اور بعض مفسرین نے اہل کتاب سے نقل کیا ہے جنہوں نے آسمانی کتابوں میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل کر رکھا ہے ہرگز توجہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نہ تو اللہ عزوجل نے اس سلسلے میں کوئی بات صراحۃً قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے نہ کسی بھی صحیح حدیث میں آیا ہے۔ وہ بات جس پر نص وارد ہے یہ ہے کہ:

﴿...... ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ ......﴾ [ص: ۲۴، ۲۵]

''آپ نے فرمایا: اس کا اپنی دُنبیوں کے ساتھ تیری ایک دُنبی ملا لینے کا سوال بیشک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک

Marfat.com

عمل کیے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے'
پھر تو اپنے ربّ سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور
(پوری طرح) رجوع کرلیا۔''

اسی سلسلے میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ بڑے رجوع کرنے والے ہیں' لہٰذا فتنا کا معنی ہوا کہ ہم نے آزمایا اور اواب کا معنی بقول قتادہ ''مطیع'' کے ہے یہ تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک شخص سے اس سے زیادہ نہیں کہا تھا کہ ''تو میری خاطر اپنی بیوی سے علیحدہ ہوجا اور مجھے اس کا کفیل بنادے'' اور اس کہنے پر اللہ عزوجل نے ان پر عتاب کیا اور انہیں خبردار کرتے ہوئے اس بات پر انکار کیا کہ اس طرح وہ دنیا میں مشغول ہوجائیں گے یہ بات کسی قدر قابل اعتبار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس عورت کو ایک شخص پہلے ہی پیغام نکاح دے چکا تھا اس کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے پیغام دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس عورت کا شوہر شہید ہوجائے۔

سمرقندی نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جس گناہ سے مغفرت طلب کی تھی وہ یہ تھا کہ دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک فریق نے دوسرے فریق پر الزامات تراشے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے محض اس کا بیان سن کر فریق مخالف سے یہ کہہ دیا کہ تو نے ظلم کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم الشان مملکت کا حکمران بنادیا تھا اور دنیا کی نعمتیں ان پر پھیلا دی تھیں وہ دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس طرح میری آزمائش نہ کی جارہی ہو اس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے استغفار کیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف جو بے ہودہ قصے اور افسانے منسوب کئے جاتے ہیں محققین علماء مثلاً احمد نصر اور ابو تمام وغیرہما ان کا انکار کرتے ہیں داؤد نے کہا ہے کہ ''حضرت داؤد اور یا (عورت)'' کا جو قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ کسی بھی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے اور ایک نبی کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کسی مسلمان کی شہادت کو پسند کیا ہوگا بعض کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ان آدمیوں کے جھگڑے کا ذکر ہے

Marfat.com

جو ایک بکری کے بچے کے سلسلے میں جھگڑ رہے تھے۔

حضرت یوسف اور برادران یوسف کا جو قصہ بیان ہوا ہے (قرآن میں) اس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے اوپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا رہے ان کے بھائی تو ان کی نبوت ثابت نہیں ہے لہٰذا وہ معصوم نہیں اور ان پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے اولاد کا ذکر ہوا ہے تو مفسرین نے بتلایا ہے کہ اسباط سے مراد نہیں ہے کہ انبیاء کے تمام لڑکے نبی تھے بلکہ ان لڑکوں میں سے کوئی کوئی نبی ہوا اس لئے اسباط سے مراد وہ لڑکے ہیں جو نبی بنے۔

بعض کہتے ہیں کہ ان کے وہ بھائی اس وقت بہت کمسن تھے' اسی وجہ سے جب انہوں نے دوبارہ حضرت یوسف کو مصر میں دیکھا تو انہیں پہچان نہ سکے۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا کہ ''کل ہمارے بھائی یوسف کو ہم لوگوں کے ہمراہ بھیج دیں تا کہ ہم لوگ وہاں دوڑیں اور کھیلیں'' اس سے ثابت ہوا کہ لہٰذا اگر انہیں نبوت ملی ہوگی تو اس واقعے کے بعد بہت بعد ملی ہوگی واللہ اعلم۔

اور اللہ عزوجل نے اس آیتِ کریمہ میں یوں ذکر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾[یوسف: ۲۴]

''اس نے (زلیخا نے) ان کا (یوسف علیہ السلام) کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لئے ہوتے''۔

کے بارے میں اکثر فقہاء اور محدثین کا خیال ہے کہ ''انسان کے قصد و ارادے پر مواخذہ نہیں ہوتا' کیونکہ حدیث قدسی ہے:

''جب میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو عملی جامہ نہیں پہناتا تو اس کے گناہ کی بجائے نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے''۔

لہٰذا اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے (بالفرض) کوئی غلط قصد بھی کیا تھا تو اس میں کوئی معصیت نہیں ہوئی کیونکہ محقق فقہاء اور محدثین کی رائے ہے کہ جب نفس انسانی کسی بری بات کا پوری طرح ارادے کر لے تب وہ ارادہ معصیت ہوتا ہے اور وہ خیالات جو انسان کے ذہن میں آتے اور گزر جاتے ہیں چاہے وہ برے ہی کیوں نہ ہوں معاف ہیں۔ یہی

Marfat.com

درست بات ہے اوران شاء اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ارادہ اسی قسم کا ہوگا۔

رہا یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قرآن کے الفاظ میں یہ کیوں فرمایا:

﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي﴾ [یوسف:۵۳]

''میں اپنے نفس کو بری نہیں قرار دیتا''۔

اس سے مراد بھی وہ خیال اور وہم ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں گزرا یا اسے یوں کہیے کہ انہوں نے بطور تواضع اور خاکساری کے یہ فرمایا اور دراصل یہ اس بات کا اقرار ہے کہ میں اپنے نفس کی مخالفت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ پہلے ہی سے پاک اور بری تھا۔

ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ ''حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی قسم کا برا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ کلام میں تھوڑی سی تقدیم وتاخیر ہے اور جملہ یوں ہے:

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ﴾ [یوسف: ۲۴]

''اور بے شک زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ (برا) ارادہ کیا اور اگر یوسف علیہ السلام اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لئے ہوتے تو وہ بھی اس کا ارادہ کرتے''۔

اور اللہ عز وجل نے اس عورت کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ﴾ [یوسف:۳۲]

''اور میں نے اس کے نفس کو ورغلایا تھا مگر وہ بچ گیا''۔

اور اللہ عز وجل نے فرمایا:

﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ﴾ [یوسف:۲۴]

''اسی طرح تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیں''۔

اور اللہ عز وجل نے فرمایا:

﴿وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ﴾ [یوسف:۲۵]

''اور اس عورت نے دروازوں کو بند کر دیا اور کہا کہ آ میرے پاس یوسف نے جواب دیا اللہ کی پناہ! وہ میرا مربی ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا ہے''۔

Marfat.com

بعض کہتے ہیں کہ آیت میں رب کا جو لفظ ہے اس سے مراد اللہ عزوجل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد عزیز مصر ہے بعض نے بتایا کہ یعنی یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ کیا کا مطلب وہ نہیں ہے جو پہلے بیان ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو ڈانٹنے کا ارادہ کیا اور اس کو نصیحت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''حضرت یوسف علیہ السلام اس عورت کے فاسد خیالات کو دیکھ کر مغموم ہو گئے'' بعض کہتے ہیں کہ ارادہ کیا کا مطلب ہے کہ ''انہوں نے زلیخا کو دیکھا'' بعض کہتے ہیں کہ ''زلیخا کو مارنے کا ارادہ کیا'' بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نبوت ملنے سے پہلے پیش آیا تھا بعض کہتے ہیں کہ عورتیں ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف غلط جذبات کے تحت مائل ہوتیں چنانچہ اللہ عزوجل نے انہیں مطلع کیا اور ان کے چہرے پر نبوت کی ہیبت ڈال دی اب کیفیت یہ ہو گئی کہ نبوت کے رعب کی وجہ سے کوئی ان کے حسن و جمال کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو پاتا تھا۔

اب آیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے کی طرف کہ انہوں نے ایک شخص کو گھونسا مار کر ہلاک کر دیا تو یہ بات نص قرآنی سے ثابت ہے کہ وہ ان کا دشمن تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ قبطی تھا اور فرعون کے دین کا پیرو تھا اور پوری سورت سے یہ ثابت ہے کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے پہلے کا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے لاٹھی سے مارا تھا وہ اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ کوئی معصیت نہیں۔ رہا سوال کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عمل کو عمل شیطانی سے کیوں تعبیر کیا اور یہ کیوں کہا کہ ''میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اس لئے اے اللہ مجھے معاف فرما دے''۔ ابن جریج نے کہا ہے ''اس لئے کہ نبی کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ بغیر امر خداوندی کے کسی کو قتل کرتا''۔ نقاش کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عمداً قتل نہیں کیا انہوں نے تو ظلم کو دفع کرنے کے لئے ایک مکا مارا اور اتفاق سے وہ آدمی مر گیا''۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قبل از نبوت کا واقعہ ہے اور آیت کا سیاق و سباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اسی قصے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا﴾ [طٰه: ٤٠]

''اور ہم نے تمہیں پورے طور پر آزمایا''۔

یعنی ہم نے تمہیں پے در پے آزمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

Marfat.com

فرعون کے درمیان پیش آنے والے واقعات کے سلسلے کی ہے بعض صندوق کو دریا میں ڈالنے کے واقعے کے سلسلے میں اس آیت کو لیتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں پوری طرح خالص کیا اور تمام غلط خواہشات سے رہائی دلائی۔ یہ بات جبیرؒ اور مجاہدؒ نے کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ ''ہم نے چاندی کو آگ میں تپا کر خالص کیا'' فتنہ کے معنی امتحان اور کسی شے کے باطن کو ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاحِ شرعی میں ''اس آزمائش کو کہتے ہیں جو مکروہ بات میں مبتلا کر کے کی جاتی ہے۔

اسی طرح صحیح روایت میں ہے کہ جب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روح قبض کرنے کو آئے تو انہوں نے ملک الموت کو ایسا تمانچا مارا کہ ان کی آنکھ نکل پڑی۔ لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زیادتی اور نامناسب اقدام کا حکم لگایا جائے کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فعل ناجائز نہ تھا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے اپنی مدافعت کی تھی جو ان کی جان لینا چاہتا تھا۔ ملک الموت آدمی کی شکل میں آئے اور یہ بات ممکن نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ وہ ملک الموت ہیں اور پھر ان سے یہ سلوک کرتے کہ ان کی ایک آنکھ ضائع ہو جاتی۔ فرشتہ انسانی شکل میں آیا تھا اور یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ایک قسم کا امتحان تھا۔ چنانچہ جب ملک الموت دوبارہ ان کے پاس آئے اور اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح کر دیا کہ وہ اس کے قاصد ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سر تسلیم خم کر دیا۔ متقدمین و متاخرین علماء نے اس حدیث کے بہت سے جواب دیئے ہیں لیکن مذکورہ بالا جواب مجھے سب سے زیادہ مضبوط معلوم ہوا۔ یہ جواب ہمارے شیخ ابو عبداللہ المازری کا ہے۔ ان سے پہلے ابن عائشہ اور دیگر علماء نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تاویل کی ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمانچہ مارنے کو دلیل دینے اور ملک الموت کی آنکھ نکلنے کو ملک الموت کی دلیل کی ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔

اب آیئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے اور ان حکایتوں کی طرف جو علمائے تفسیر نے اس واقعے کے سلسلے میں بیان کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے گناہ کے ضمن میں نقل کی ہیں۔ اللہ عزوجل نے یہ جو فرمایا کہ:

Marfat.com

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ﴾ [ص:۳۴]

''اور ہم نے آزمایا سلیمان علیہ السلام کو''۔

تو یہاں بھی فتنہ بمعنی آزمائش کے آیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ: ''ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں اپنی ایک سو یا ننانوے بیویوں سے قربت کروں گا تا کہ ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھی نے جب سنا تو کہا کہ ''آپ انشاء اللہ کہیے'' مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہیں کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان سو عورتوں میں سے سوائے ایک عورت کے کسی کو حمل نہ ہوا اور حاملہ بیوی نے بھی ایک نا تمام بچہ جنم دیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیئے ہوتے تو یقیناً ان کی خواہش کے مطابق مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوتے۔ اصحاب معانی کہتے ہیں کہ شق سے مراد وہ جسم ہے جو ان کی کرسی پر ڈال کر پیش کیا گیا تھا۔ یہ ان کی آزمائش تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ بچہ تو پورا پیدا ہوا تھا لیکن پیدا ہوتے ہی مر گیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اسی مردہ کو بچے لا کر ڈالا گیا تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس خواہش اور آرزو کو اللہ عزوجل نے غلطی میں شمار کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی آرزو میں غرق ہونے اور شدت حرص کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی غلطی پر ان سے اس طرح مواخذہ کیا گیا کہ ان کا ملک ان سے چھین لیا گیا اور وہ غلطی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے دل سے اس بات کو پسند کیا تھا کہ وہ ایک مقدمے کا فیصلہ اپنے سسرالی رشتہ دار کے حق میں کریں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان سے اس گناہ کی وجہ سے مواخذہ کیا گیا تھا جس کا ارتکاب ان کی ایک بیوی نے کیا تھا اس سلسلے میں جو روایتیں بیان کی ہیں کہ شیطان نے حضرت سلیمان کی شکل اختیار کر کے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا اور ان کی امت پر مظالم ڈھائے۔ غلط ہیں' کیونکہ شیاطین اس طرح انبیاء پر غلبہ نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس چیز سے انبیاء کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس مقام پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ کیوں نہیں کہا؟ تو اس اعتراض کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو صحیح حدیث میں مروی ہے کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام ان

Marfat.com

شاءاللہ کہنا بھول گئے یہ اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فیصلہ نافذ ہو جائے''۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب ان کے ساتھی نے یاد دلایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام دیگر امور مملکت میں اس قدر مصروف تھے کہ انہوں نے اس ساتھی کی بات کو سنا ہی نہیں۔

رہا یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی کہ:

﴿وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ﴾ [ص: ۳۵]

''اے میرے رب! مجھے ایسی حکومت دے کہ ویسی حکومت میرے بعد کسی کو نہ ملے''۔

تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سوال اس لئے نہیں کیا تھا کہ دنیوی جاہ و جلال کے طالب تھے یا دنیا کو بہت پسند کرتے تھے بلکہ جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے ان کا اس دعا سے مقصد یہ تھا کہ ان پر کسی دوسرے کو غلبہ اور استیلاء نہ دیا جائے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے بقول جو یہ روایت درست مانتے ہیں کہ امتحان کے زمانے میں چند دنوں کے لئے شیطان کو ان کے ملک پر غلبہ دیا گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ خواہش کی تھی کہ انہیں بھی دیگر انبیاء کی طرح کوئی فضیلت اور خصوصیت حاصل ہو اور وہ فضیلت ان کی نبوت کے لئے دلیل و حجت بنے جس طرح ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے کو نرم کرنے کا معجزہ دیا گیا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ملا اور نبی کریم ﷺ کو شفاعت کی فضیلت بخشی گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصے سے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے تو صحیح بات یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے اس وعدے کو کہ:

﴿إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ﴾ [العنکبوت: ۳۳]

''کہ کیا ہم تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو نجات دیں گے''۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا اُن کا ''اہل'' ہی نہیں:

اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے اپنے بیٹے کے لئے نجات کا سوال کیا تھا اور اس بات کی خواہش کی تھی کہ اللہ عزوجل نے اس فیصلے کا علم حاصل کر لیں جو اس نے حضرت نوح علیہ السلام سے چھپا رکھا تھا۔ یہ بات نہیں کہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ

Marfat.com

کے وعدے پر شک کیا۔ تب اللہ عزوجل نے حضرت نوح علیہ السلام پر واضح کیا کہ ان کا بیٹا نوح کے ان اہل وعیال کی فہرست میں نہیں ہے جن کی نجات کا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ بداعمال کافر ہے اور اللہ نے بتلایا کہ وہ بھی دیگر ظالموں کی طرح غرق ہوگا لہٰذا ان لوگوں کے بارے میں تم مجھ سے سفارش نہ کرنا چونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے شفقت پدری کے تحت اللہ عزوجل کے قول اہل میں اپنے بیٹے کو بھی داخل تصور کر لیا اس لئے اللہ عزوجل نے ان پر عتاب کیا اور نوح علیہ السلام اپنے سوال کرنے کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے اس لئے کہ بارگاہ خداوندی میں بغیر اجازت سفارش کرنا منع ہے اور خوف زدہ ہو کر انہوں نے معذرت کے انداز میں کہا کہ ''یہ بیٹا بھی میرا اہل ہے نقاش نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ''حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ ان کا بیٹا کافر ہے اس لئے انہوں نے اس کی سفارش کی تھی اس آیت کی تاویل میں اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں کہی گئی ہیں تاہم کسی بھی تفسیر و تاویل کے بموجب حضرت نوح علیہ السلام پر معصیت لازم نہیں آتی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی اجازت کے بغیر اپنے بیٹے کے حق میں سفارش فرمادی تھی لیکن نوح علیہ السلام کو چونکہ اس سے پہلے بغیر اجازت سفارش کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا اس لئے ان کا دامن پاک ہے اور ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

اور یہ جو روایت صحیح حدیث میں مروی ہے کہ ''ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تو اس نبی نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلوا دیا اس پر اللہ عزوجل نے اس نبی کے پاس وحی بھیجی کہ ایک چیونٹی نے تمہیں کاٹا اور تم نے اللہ کی پیدا کی ہوئی امتوں میں سے ایک پوری امت کو جلا دیا حالانکہ وہ امت (چیونٹیوں کی) اللہ کی تسبیح کرنے والی تھی (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس حدیث میں یہ تو نہیں ہے کہ نبی نے جو فعل کیا وہ گناہ تھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس نبی علیہ السلام نے وہی کیا جو مصلحت کا تقاضا تھا کہ ایسے موذیوں کو ہلاک کر دینا چاہئے جو درخت سے نفع کرنے سے جسے اللہ نے مباح کیا ہے روکتے ہیں' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نبی ایک درخت کے نیچے اترے ہوئے تھے اور جب انہیں چیونٹی نے تکلیف پہنچائی تو وہ اس خوف سے وہاں سے کوچ کر گئے کہ انہیں وہ دوبارہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ پھر اللہ کی وحی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے معصیت ثابت ہوتی ہو بلکہ اللہ عزوجل نے انہیں صبر سے

Marfat.com

برداشت کرنے اور ترکِ انتقام کی رغبت دلائی۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ﴾ [النحل: ۱۲۶]

''اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے''۔

اس لئے کہ ان کا ظاہری فعل اس لئے تھا کہ چیونٹی نے خاص ان کو تکلیف پہنچائی تھی تو انہوں نے اپنے انتقام اس سے لیا اور اگر وہ چیونٹیاں وہاں باقی رہتیں تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی یہی حرکت کرتیں اس لئے ان کی بستی کو جلوا دیا۔ اس تمام معاملے میں اللہ عزوجل کی طرف سے کوئی ایسا حکم صادر نہیں ہوا تھا جس کی اس نبی نے مخالفت کی ہو اسی لئے جو وحی نازل ہوئی اس میں اس بارے میں کوئی حکم اللہ عزوجل کی طرف سے نازل نہیں ہوا اور نہ نبی کو توبہ استغفار کرنے کا حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

اگر یہ کہا جائے کہ پھر نبی کریم ﷺ کے اس قول کا کیا معنی ہوگا کہ ''کوئی شخص ایسا نہیں جس نے گناہ نہ کیا ہو مگر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام'' تو اس کا جواب گزر چکا ہے کہ انبیاء سے جو لغزشیں سرزد ہوئیں وہ بلا قصد سہو اور غفلت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں۔

فصل : ۱۴

اللہ عزوجل کے قول ﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ کے معنی اور قرآن وحدیث میں انبیاء کی اعترافِ معصیت کی حقیقت

۱۶۴۴ تا ۱۶۴۷۔۔۔۔۔۔ اب تم اگر یہ اعتراض وارد کرو کہ نے مفسرین کے اقوال اور محققین کی تاویلات کے ذریعے یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء گناہوں سے معصوم تھے تو پھر اللہ عزوجل کے قول:

﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ [طٰہٰ: ۱۲۱]

''اور آدم نے نافرمانی کی پھر وہ بھٹک گئے''۔

سے کیا مطلب نکلتا ہے اور اس کے ماسوا بہت سی آیات اور احادیث میں بار بار آیا ہے کہ

Marfat.com

انبیاء نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا' توبہ کی اور استغفار کیا اور اپنے سابقہ اقدامات پر روتے اور ڈرتے رہے تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی بغیر کسی غلطی کے خائف ہو جائے یا اس کی توبہ قبول ہو یا وہ بخشا جائے؟ تو اس کا جواب (اللہ تمہیں اور مجھے نیک توفیق دے) یہ ہے کہ انبیاء کے مدارج بہت بلند ہیں وہ اللہ کی معرفت رکھنے والے اور بندوں کی بابت اس کی سنت کو جاننے والے اس کی حکومت کی عظمت اور اس کی گرفت کی سختی سے واقف تھے اس لئے ان پر اللہ عزوجل کا خوف غالب رہتا وہ اللہ عزوجل کے مواخذے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ عام لوگوں کی طرح ان کا مواخذہ نہیں ہوتا' ایسا بارہا ہوا کہ انہیں نہ کسی کام کے کرنے کا حکم دیا گیا نہ منع کیا گیا تھا تاہم جب انہوں نے وہ کام کرلیا تو اس پر ان سے مواخذہ کیا گیا اور ان پر عتاب ہوا اور انہیں ڈرایا گیا ان حضرات نے اپنی تاویل کے تحت یا سہو سے یا مباح امور سمجھ کر وہ کام کر لئے لیکن ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں وہ امور ان کے مرتبے کے اعتبار سے گناہ میں نہ داخل ہوں یا ان کے کمال طاعت کی نسبت سے معصیت نہ ہوں۔ یہ بات نہیں کہ جو کام وہ کرتے تھے وہ اوروں کے گناہوں کی طرح گناہ ہوتے کیونکہ گناہ تو کمینی اور رذیل شے کو کہتے ہیں اسی لئے عربی میں ذنب ہر چیز کے آخری اور نچلے حصے کو کہتے ہیں لہٰذا نچلے حصے میں عام انسان ہوتے ہیں نہ کہ انبیاء۔

انبیاء کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے کم درجے کے اعمال ان کی حیثیت کے لحاظ سے برے مانے جائیں گے کیونکہ وہ پاک اور صاف لوگ ہیں ان کے باطن وظاہر نیک اعمال پاکیزہ کلمات ذکر خفی وجلی سے آراستہ تھے وہ ظاہر و باطن ہر دو صورت میں اللہ عزوجل سے ڈرتے تھے اور اس کی عظمت کا اقرار کرتے رہتے تھے انبیاء کی لغزشیں دوسروں کے مقابلے میں نیکیوں کا درجہ رکھتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین جو اعمال نیکوکاروں کی نیکیوں میں شمار میں ہوتے ہیں وہ مقربین بارگاہ الٰہی کے گناہ قرار پاتے ہیں یعنی انبیاء ومقربین چونکہ بہت اعلیٰ شان اور بلند درجے کے حامل ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے وہ نیکیاں برائیاں بن جاتی ہیں' چنانچہ اگر ان سے کوئی عمل ترک ہو جائے تو اسے معصیت کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے بہر صورت خواہ ان سے کوئی لغزش سہواً ہو یا ان کی اپنی کسی تاویل کی بنا پر ہو اسے معصیت اور مخالفت ہی کے نام

Marfat.com

سے یاد کیا جائے گا' آیت میں جو غویٰ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے کہ اسی درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ غویٰ کا معنی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ اس درخت کا پھل کھا لینے سے وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنے جیل کے دو ساتھیوں میں سے ایک سے کہا کہ:

﴿اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ﴾ [یوسف:۴۲]

''میرا ذکر اپنے آقا (بادشاہ) کے پاس کرنا تو اسے شیطان نے اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف کے ذکر کو بھلا دیا تب یوسف علیہ السلام چند سالوں تک جیل خانہ میں رہے''۔

بعض کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ''یوسف علیہ السلام اللہ کا ذکر بھول گئے''، بعض کہتے ہیں کہ ''جیل کے ساتھی کو بھلا دیا گیا اور اس نے اپنے آقا کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اگر حضرت یوسف علیہ السلام یہ بات نہ کہے ہوتے تو وہ مزید چند سالوں تک قید خانے میں نہ رہتے ابن دینار نے کہا کہ ''جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے یہ بات کہی تو اللہ عزوجل نے ان سے کہا کہ تم نے مجھے چھوڑ کر غیر کا سہارا لیا ہے اس لئے میں تمہارے قید کی مدت کو طویل بنا دوں گا''۔ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا ''اے میرے رب! ہجوم مصائب نے میرے دل سے یہ بات بھلا دی اور مجھے خیال نہ رہا' مگر مشیت نے گرفت کر لی۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر انبیاء سے ایک ذرہ برابر چوک ہو جائے تو ان کی گرفت ہوتی ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے نزدیک ان کا رتبہ بلند ہے اور دوسرے لوگوں سے چاہے وہ ان کے مقابلے میں دوگنی بے ادبی ہی کیوں نہ کریں درگزر کی جاتی ہے کیونکہ دوسروں کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی اس لئے ان کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی ہمارے اس قول پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب انبیاء سے سہو ونسیان پر بھی مواخذہ کیا جاتا ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے اور

Marfat.com

نے بتلایا کہ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے تو اس سے تو یہ بات ثابت ہوئی کہ (العیاذ باللہ) دوسروں کے مقابلے میں وہ زیادہ مشکل حالات سے دوچار رہتے ہیں' اس اعتراض کا جواب سنو۔ اللہ تمہیں عزت دے کہ ہمارے یہ کہنے کا ان کی گرفت ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کی بھی گرفت اسی طرح ہوتی ہے جیسے اوروں کی' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ان کی گرفت اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کے درجات بلند ہوں اور انہیں آزمائشوں میں اس لئے مبتلا کیا جاتا ہے کہ ان آزمائشوں کے باعث ان کے مراتب بلند ہوں۔ جیسا کہ (خود حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا۔

﴿ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ فَهَدٰى﴾ [طه: ۱۲۲]

''پھر اللہ عزوجل نے انہیں برگزیدہ کرلیا ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں ہدایت دی''۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ پاک ہے:

﴿فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ﴾ [ص:۲۵]

''ہم نے انہیں بخش دیا''۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں توبہ کرتا ہوں تو ان سے ارشاد فرمایا گیا:

﴿اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ [الاعراف ۱٤٤]

''میں نے تمہیں لوگوں پر فضیلت دی ہے''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ﴾ [ص:۳٦]

''ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ آگے حسن مآب تک''۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ انبیاء کی لغزشیں بظاہر لغزشیں نظر آتی ہیں مگر درحقیقت یہ ان کی کرامات اور قرب کا وسیلہ ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ اس طرح انبیاء کے علاوہ ان لوگوں کو جو ان کے درجے تک ہیں (یعنی نیکوکاروں کو) متنبہ کیا جاتا ہے کہ انبیاء کے حالات کو سن کر وہ چوکنے رہیں کہ جب معمولی معمولی باتوں پر انبیاء سے مواخذہ ہو سکتا ہے تو دوسرے کس کھیت کی مولی ہیں۔ لہٰذا دوسروں کو ہر آن

Marfat.com

ڈرتے رہنا چاہئے اور ہمہ وقت اس کی باز پرس کو یاد کرتے رہیں تاکہ اللہ عزوجل کے انعامات پر شکر کریں اور تکالیف پر یہ خیال کر کے صبر کریں کہ اتنے جلیل القدر منصب پر فائز ہونے کے باوجود انبیاء پر تکالیف آئیں لہٰذا جب انبیاء کا یہ حال ہے تو دوسرے کس شمار قطار میں ہیں۔ صالح مری نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر توبہ کرنے والوں کے لئے تسلی کا باعث ہے۔ ابن عطا نے فرمایا ہے کہ قرآن میں اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے ان کا کوئی نقص ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر میں زیادتی پیدا ہو۔

وہ لوگ جو انبیاء سے گناہ صغیرہ (صغائر) کے صدور کو ممکن کہتے ہیں مصنف علیہ الرحمۃ ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ کبائر سے پرہیز کرنے والے کے صغائر بغیر توبہ کے بخش دیئے جاتے ہیں اور تم یہ بھی تسلیم کرتے ہوئے کہ انبیاء کبائر سے معصوم ہیں تو پھر تمہارے اپنے ہی قول کے مطابق انبیاء کے صغائر تو خود بخود معاف ہو چکے تھے۔ پھر یہ بتاؤ کہ ان سے بقول تمہارے مواخذہ کیوں ہوا؟ اور انبیاء نے کیوں توبہ کی اور وہ اللہ عزوجل سے کیوں خائف ہوئے؟ حالانکہ جن گناہوں پر مواخذہ ہوا وہ تو پہلے ہی معاف ہو چکے تھے؟ تم اس سوال کا جو جواب دو گے رہی سہو اور تاویل کے اعتراض کا ہم جواب دیں گے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کثرت سے استغفار کرتے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء جو بار بار توبہ کرتے رہتے تھے وہ خشوع اور خضوع اور اظہار عبودیت کے لئے ایسا کرتے تھے وہ جب اللہ عزوجل کی بے پایاں نعمتوں کو دیکھتے اور محسوس کرتے کہ وہ ان نعمتوں کا کما حقہ' شکر یہ ادا نہیں کر سکتے تو اپنے اعتراف عجز کے طور پر استغفار کرتے' اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی اللہ عزوجل نے تمام اگلی پچھلی لغزشوں کو معاف کر دیا تھا فرمایا کہ "کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرنے والا ہوں اور چونکہ میں سب سے زیادہ اسے پہچانتا ہوں اس لئے میں سب سے زیادہ یہ جانتا ہوں کہ مجھے کن کن باتوں میں ڈرنا چاہئے"۔ حارث بن اسد نے فرمایا "اللہ عزوجل سے فرشتوں اور انبیاء کا ڈرنا اس کے

Marfat.com

جلال سے ڈرنا اور اس کی عبادت ہے کیونکہ وہ حضرات تو ہر عذاب سے مامون ہیں'' بعض کہتے ہیں کہ ''انبیاء اس لئے ڈرتے اور استغفار کرتے رہتے تھے کہ لوگ اس معاملے میں ان کی پیروی کریں'' جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو باتیں میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے''۔ نیز توبہ اور استغفار کا ایک دوسرا نہایت لطیف معنی ہے، جس کی طرف بعض علماء نے ارشاد کیا ہے کہ یہ بھی اللہ عزوجل کی محبت کو طلب کرنے کی ایک صورت ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾[البقرہ: ۲۲۲]

''بے شک اللہ عزوجل توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے''۔

چنانچہ انبیاء ومرسلین علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا توبہ واستغفار اور ان کا رجوع اور انابت درحقیقت اللہ عزوجل کی محبت کی طلب تھی اور استغفار میں بھی توبہ کے معنی پائے جاتے ہیں، اسی لئے اللہ عزوجل نے یہ فرمانے کے بعد کہ ہم نے آپ ﷺ کی تمام اگلی پچھلی لغزشوں کو پہلے ہی سے معاف کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾[توبہ: ۱۱۷]

''اللہ عزوجل اپنے نبی (ﷺ) اور مہاجرین وانصار کی طرف رجوع ہوا''۔

اور ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾[النصر: ۳]

''آپ ﷺ اپنے رب کی تعریف کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

فصل : ۱۵

عصمتِ انبیاء علیہم السلام کی بابت حقوق اور اُن کی اہمیت

اِس سے قبل جو کچھ میں نے بیان کیا اس سے آپ پر یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی ہوگی کہ نبی کریم ﷺ از روئے عقل وشرع ان امور سے معصوم ہیں کہ آپ ﷺ

Marfat.com

اللہ عزوجل کی ذات وصفات سے ناواقف ہوں یا شریعت کے جو احکام بذریعہ وحی آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ ان کے پہنچانے سے قاصر رہے ہوں یا جب سے اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو نبی بنایا اور اپنا رسول مقرر کر کے مبعوث کیا آپ ﷺ نے قصداً یا سہواً کوئی کلمہ خلاف واقعہ اپنی زبانِ مبارک سے نکالا ہو اس مسئلہ پر اجماع ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ شریعت کے امور میں آپ سہو، غفلت غلطی اور نسیان سے پاک ہیں، آپ ﷺ تمام حالت میں چاہے خوشی کی ہو یا غصے کی بالارادہ ہو یا بغیر ارادہ معصوم تھے۔ لہٰذا اب تم پر لازم ہے کہ پورے یقین وثوق سے ان حقائق کو تسلیم کرلو اور انہیں بخیل کی طرح گرہ باندھ لو۔ جو فصلیں ان حالات سے متعلق گزر چکی ہیں ان کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ جو شخص ان باتوں سے ناواقف ہو جن کا نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ رکھنا ضروری ہے یا ان باتوں کو نہ جانتا ہو جن کا صدور نبی کریم ﷺ سے محال ہے تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسا عقیدہ قائم کر لے جو خلاف واقع ہو یا آپ ﷺ کی طرف ایسا عقیدہ قائم کر لے جو خلاف واقع ہو یا آپ ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنے لگے جن کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنا جائز نہ ہو اس طرح وہ شخص ایسا ہلاک ہو جائے گا کہ اسے خبر بھی نہ ہوگی اور دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں جا گرے گا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں باطل گمان کر لینا یا آپ ﷺ کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا جو آپ ﷺ کے لئے درست نہ ہو انسان کو ہلاکت اور تباہی کے گھر میں داخل کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک رات جبکہ آپ ﷺ مسجد میں معتکف تھے اور آپ ﷺ کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں تو دو انصاری اس طرف سے گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کا ارشاد فرمایا کہ ''یہ صفیہ رضی اللہ عنہا میری بیوی ہیں'' اور پھر جب ان لوگوں نے تعجب سے کہا کہ سبحان اللہ! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''شیطان ابن ادم میں خون کی طرح جاری رہتا ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے جس کے باعث تم ہلاک ہو جاؤ'' خدا تمہیں عزت دے یہ بات ان فوائد میں سے ایک فائدہ ہے جن کی بابت میں نے گزشتہ فصلوں میں کلام کیا ہے، ممکن ہے

Marfat.com

کوئی نا سمجھ آدمی اپنی نادانی کے سبب ان باتوں کو سن کر کہے کہ یہ فضول باتیں ہیں اور ان کے بارے میں خاموشی ہی بہتر ہے'' لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ ان باتوں کے بیان کرنے اور ان پر بحث کرنے کے بہت سارے فائدے ہیں' ان فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان مسائل کی اصول فقہ میں ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ انہی امور سے وہ مسائل نکلتے ہیں جو اگرچہ فقہی مسائل میں تو شمار نہیں کئے جاتے تاہم ان کے جان لینے سے فقہاء کے مختلف اقوال کے ہنگامے اور شوروشغب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

الغرض نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کا یہی حکم ہے اور یہ ایک اہم باب ہے' بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اصول فقہ کی اصل ہے تو غلط نہ ہوگا لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ ''نبی کریم ﷺ خبر دینے اور احکام کی تبلیغ میں سچے تھے اور آپ ﷺ سے ان امور میں سہو نہیں ہوسکتا جان بوجھ کر آپ ﷺ نے اپنے افعال میں احکام خداوندی کی مخالفت نہیں کی آپ ﷺ سے ان امور میں سہو نہیں ہوسکتا جان بوجھ کر آپ ﷺ نے اپنے افعال میں احکام خداوندی کی مخالفت نہیں کی آپ ﷺ اس طرح کے اعمال سے معصوم ہیں اور چونکہ آپ ﷺ سے صغائر کے صادر ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لئے ان کے اپنے اپنے نظریہ کے مطابق آپ ﷺ کے افعال کی اتباع کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ ان علوم کی کتابوں میں مذکور ہے یہاں انہیں زیر بحث لا کر ہم بیان کو خواہ مخواہ لمبا کرنا نہیں چاہتے۔

ان باتوں کو بیان کرنے میں ایک تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حاکم اور مفتی کو ایسے امور کا جاننا ضروری ہے جن کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ اگر کوئی یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کے لئے کن صفات کا عقیدہ رکھنا جائز ہے کن کا ناجائز یا آپ ﷺ کی کن صفات پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اور کن صفات کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے تو وہ کس طرح وثوق کے ساتھ کوئی فتویٰ جاری کرسکتا ہے؟ اور کیسے یہ سمجھ سکتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ ﷺ کے بارے جو بات کہی ہے اس سے آپ ﷺ کی مدح ہوئی ہے یا ذم لہٰذا ممکن ہے کہ وہ کسی مسلمان کے قابلِ احترام خون کو بہانے کا فیصلہ دے دے یا کسی بے ادب مباح الدم کو سزا نہ دے کر نبی ﷺ کی حرمت کو ضائع کرنے کا موجب بنے۔

Marfat.com

اسی طرح علمائے اصول اور ائمہ کرام و محققین کے درمیان فرشتوں کی عصمت کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

فصل : ۱۶

عصمتِ ملائکہ علیہم السلام کی بابت مروی بعض اقوال

اِس بات پر اجماعِ مسلمین ہے کہ فرشتے مؤمن اور افضل ہیں۔ مسلمانوں کے تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں فرشتوں میں جو رسولؑ (پیغام بر) ہیں وہ عصمت کے معاملے میں نبیوں کی طرح ہیں اور نبیوں کی عصمت پر ہم گزشتہ صفحات میں بحث کر چکے ہیں فرشتے انبیاء اور ان کے حقوق کے معاملے میں ان انبیاء کی طرح ہیں جو اپنے امتیوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ فرشتے جو پیغام پہنچانے نہیں ہیں ان کی عصمت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تمام فرشتوں کو پیغامبری کے لحاظ سے معصوم مانتے ہیں۔ ان کی دلیل اللہ عزوجل کے یہ اقوال ہیں جن میں یہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم: ۳٦]

''وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کرتے اور جن باتوں کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ انجام دیتے ہیں''۔

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَاِنَّهٗ لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ [صافات: ١٦٦]

''اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو اور بے شک ہم صف بستہ ہیں اور تسبیح پڑھنے والے ہیں''۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ [انبیاء: ٢٠]

''اور جو لوگ اللہ عزوجل کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) وہ اللہ عزوجل کی عبادت

Marfat.com

سے تکبر کی وجہ سے منہ نہیں موڑتے اور نہ تھکتے ہیں رات دن اللہ عزوجل کے تسبیح پڑھتے ہیں سستی نہیں کرتے''۔

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾[اعراف:۲۰۶]

''جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں بربنائے تکبر اللہ عزوجل کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے''۔

اور اللہ عزوجل نے مالائکہ کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ﴾[عبس:۱۶]

''وہ عزت والے نیکوکار ہیں''۔

﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾[واقعہ:۷۹]

''اسے پاک لوگوں کے سوا دوسرا کوئی نہیں چھوتا''۔

اور اسی طرح کے دیگر نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ ملائکہ معصوم ہیں۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ آیتیں خصوصیت کے ساتھ ان فرشتوں کے بارے میں ہیں جو پیغام لانے والے ہیں اور ملائکہ مقربین میں سے ہیں اور وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جنہیں بعض مورخین و مفسرین نے ذکر کیا ہے ان کا تذکرہ ہم ان شاءاللہ عنقریب کریں گے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تمام فرشتے معصوم اور تمام بری چیزوں سے مبرا ہیں جو ان کے منصب کے خلاف اور ان کی قدرومنزلت کو کم کرنے والی ہیں میں نے اپنے بعض مشائخ کے اس اشارے کو بھی دیکھا ہے کہ کسی عالم کو فرشتوں کی عصمت کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ان کی عصمت کے بارے میں بارے میں کلام کرنے کے وہی فائدے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر بحث کرنے میں تھے البتہ اتنا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال کی حیثیت جداگانہ ہے جسے ہم اس مقام پر معرض بحث میں نہیں لانا چاہتے۔

جو لوگ تمام فرشتوں کی عصمت کے قائل نہیں وہ بطور دلیل ہاروت و ماروت کا قصہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی روایتوں میں یہ قصہ

Marfat.com

بیان کیا اور ان کی آزمائش کا تذکرہ کیا ہے لیکن جان لو! اللہ تمہیں عزت دے کہ اس طرح کی کوئی صحیح یا ضعیف روایت بھی نبی کریم ﷺ سے منقول نہیں ہے اور محض قیاس پر ان روایتوں کو مانا نہیں جاسکتا اور قرآن کریم میں اس کے بارے میں جو آیتیں آتی ہیں ان کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے اور جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے سلف کے اکثر مفسرین نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ واقعہ جو ہاروت و ماروت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے دراصل یہودیوں کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور انہوں نے فرشتوں پر بہتان باندھا ہے اسی طرح کا بہتان انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی باندھا ہے اور ان کو (العیاذ باللہ) کافر ٹھہرایا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ان کی افتراپردازیوں کو بیان کیا ہے۔

اس قصے میں جو نقائص ہیں ہم انہیں بتلا کر ان شاء اللہ اشکالات کو دُور کردیں گے۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ اسی بات میں اختلاف ہے کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے یا انسان؟ یا قرآن میں جو ملکین کا لفظ آیا ہے اس سے وہی مراد ہیں یا دوسرے فرشتے؟ قرأت ملکین (دو فرشتے) ہے یا ملکین (لازم کے زیر کے ساتھ بمعنی دو بادشاہ) یا قرآن میں ما انزل میں ما کا لفظ یا ما یعلمان من احد میں ما کا لفظ نافیہ ہے یا موجبہ سوا اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان دو فرشتوں کے ذریعہ انسانوں کا امتحان لیا کیونکہ وہ جادو کی تعلیم دینے والے تھے اور جادو کفر ہے لہٰذا جس نے جادو سیکھا وہ کافر ہو گیا اور جس نے نہیں سیکھا وہ مومن باقی رہا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ﴾ [بقرہ:۲:۱۰۲]
''ہم لوگ تو آزمائش ہیں''۔

اور ان کی جو تعلیم تھی وہ اللہ عزوجل سے ڈرانے والی تھی صورت یہ تھی کہ جو ان کے پاس جادو سیکھنے کے لئے آتا اسے کہتے کہ ایسا مت کرو کیونکہ یہ علم شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کرا دیتا ہے اور خبردار اس علم کے سیکھنے کا خیال بھی نہ کرنا کیونکہ یہ جادو ہے اور آدمی اس کے سیکھنے سے کافر ہو جاتا ہے چنانچہ اس تفسیر کی بنا پر دونوں فرشتوں کا عمل تو اللہ عزوجل کی اطاعت ہے کیونکہ جس بات کا انہیں حکم دیا گیا تھا اگر انہوں نے اسے پورا کیا تو کوئی معصیت نہیں ہوئی البتہ ان کے غیر کے لئے آزمائش تھا۔ خالد بن ابی عمران کے بارے

Marfat.com

میں روایت ہے کہ ان کے سامنے ہاروت و ماروت کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ''ہم انہیں اس بات سے پاک سمجھتے ہیں'' تو بعض لوگوں نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ﴾ [بقرہ:۲:۱۰۲]

''کہ جو کچھ نازل کیا گیا دو فرشتوں پر''۔

تو خالد نے کہا کہ ''ان دونوں پر نازل نہیں کیا گیا'' خالد اتنے بڑے عالم اپنے علم اور بزرگی کے باوجود ان دونوں کو سحر کی تعلیم سے منزہ قرار دیتے ہیں جیسے دوسرے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ انہیں حکم دیا گیا تھا بشرطیکہ وہ لوگوں کو بتلا دیں کہ جادو کفر ہے۔ یہ گویا ایک طرح سے لوگوں کا امتحان تھا تو پھر بھلا وہ انہیں کبائر کے ارتکاب اور کفر سے پاک نہیں قرار دیں گے؟ اور خالد نے یہ جو کہا کہ ''ان دونوں پر نازل نہیں کیا گیا'' اسکا مطلب وہ یہ لیتے ہیں کہ وما انزل میں ما نافیہ ہے یہی ابن عباسؓ کا بھی قول ہے۔ مکی کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا یعنی شیطانوں نے سلیمانؑ پر جو افتراء کیا تھا وہ جادو کرتے ہیں اور یہودی بھی کہہ رہے تھے اسکی تردید کی گئی کہ ''فرشتوں پر جادو نازل ہی نہیں کیا گیا''

مکی نے کہا ہے کہ ''وہ دونوں فرشتوں حضرت جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے جن پر یہودیوں نے جادو لا کر سکھانے کا بہتان لگایا ہے جس طرح انہوں نے سلیمانؑ پر الزام تراشی کی ہے تب اللہ عزوجل نے انہیں جھٹلایا کہ وہ تو شیطان تھے جنہوں نے جادو کی تعلیم ہاروت و ماروت کو بابل میں دی تھی بعضوں نے کہا ہے کہ ہاروت و ماروت دو آدمی تھے جنہوں نے (شیطانوں سے) جادو سیکھا تھا۔

حسن بصری نے فرمایا ہے کہ ''ہاروت و ماروت دو سخت قسم کے کافر تھے''۔ انہوں نے ملَکین کے بجائے مِلکین کے معنی میں پڑھا ہے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کی قرأت میں یہی ہے۔ البتہ انہوں نے کہا کہ دو بادشاہوں سے مراد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں اور یہاں ما نافیہ ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں دو بادشاہ تھے جنہیں اللہ عزوجل نے (جادو سیکھنے کی وجہ سے) مسخ کر دیا تھا۔ یہ سمرقندی نے بتلایا ہے اور کہا کہ مِلکین قرأت بہت کم ہے۔

Marfat.com

لہٰذا آیت کا مصداق ابو محمد مکی کے قول کے مطابق ہی درست ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرشتے پاک ہیں اللہ عزوجل ان سے پلیدی دور کرتا' انہیں پاک کرتا اور ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: کرام بررۃ وہ بزرگ اور نیک ہیں۔

﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ﴾ [تحریم:۶]

''وہ اللہ عزوجل کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے''۔

اور جو ابلیس کے قصے کے حوالے سے اعتراض کرتے ہیں کہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ ان کا سردار خازن جنت اور محافظ جنت تھا اور دلیل میں یہ کہتے ہیں اللہ عزوجل نے اسے (ابلیس) کو فرشتوں سے مستثنیٰ کیا اور فرمایا:

﴿فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسُ﴾ [بقرہ:۳۴]

''تمام فرشتوں نے سجدہ کرلیا لیکن ابلیس نے نہیں کیا''۔

تو اس (شبہ) کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر علماء کا اتفاق نہیں بلکہ اکثر علماء اسکی نفی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس طرح آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں اسی طرح ابلیس ابوالجن تھا۔ حضرت حسن بصری' قتادہ اور ابن زید کا یہی قول ہے شہر بن حوشب نے کہا ہے کہ جب جنوں نے آسمانوں میں فساد کیا تھا تو فرشتوں نے انہیں زمین کی طرف بھگا دیا۔ رہا یہ کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں سے ابلیس کا استثناء کیا' تو اسکا جواب یہ ہے کہ کلام عرب میں اکثر غیر جنس سے بھی استثناء کیا جاتا ہے' جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ [مائدہ:۱۵۷]

''انہیں سوائے اپنے وہم کی پیروی کے کوئی علم نہیں ہے''۔

اور یہ جو روایتیں ہیں کہ ''ملائکہ کی ایک جماعت نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اور سجدے سے انکار کر دیا تو انہیں جلایا گیا اور دوبارہ حکم دیا گیا انہوں نے دوبارہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو انہیں دوبارہ جلایا گیا تب ان میں سے تمام ملائکہ نے سجدہ کرلیا لیکن ابلیس نے پھر بھی انکار کر دیا اور اس واقعہ کو اللہ نے یہ کہہ کر ذکر کیا کہ سب فرشتوں نے سجدہ کرلیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا۔ یہ روایتیں من گھڑت اور بے بنیاد ہیں اور احادیثِ صحیحہ سے ان روایتوں کا رد ہوتا ہے اس وجہ سے ان کا ذکر کرنا مناسب ہی نہیں سمجھا گیا۔

Marfat.com

باب دوم

انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت اُمورِ دنیویہ میں اور ایسے انسانی عوارض کا بیان جو اُن پر لاحق ہوتے ہیں

اِس سے قبل ہم اِس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام انسان تھے۔ آپ کا جسم اور ظاہر خالص انسانی تھا اور جس طرح ایک انسان کے جسم پر تکالیف آتی ہیں' اس کے مزاج میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں' اسے رنج و غم ہوتا ہے اور اسے آخر کار آ پہنچتی ہے۔ (بعینہٖ یہی کچھ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ظہور پذیر ہوا) لیکن یہ کوئی عیب یا نقص کی بات نہیں کیونکہ نقص یا کمی تو اسے کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ مکمل کوئی چیز موجود ہو اور صورت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اہل دنیا کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ یہاں زندگی گزاریں گے اور یہیں انہیں موت آئے گی اور پھر اسی زمین سے انہیں نکالا جائے گا۔ اس نے تمام لوگوں کو تغیر اور تبدیلی کی خصوصیت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کبھی کبھار بیمار بھی ہوتے' آپ ﷺ پہ موسموں کا اثر بھی ہوتا' بھوک اور پیاس لگتی تھی' غصہ اور رنج لاحق ہوتا تھا' آپ پر بھی ضعف اور (قدرے) بڑھاپا طاری ہوا۔

گھوڑ سواری کے درمیان نبی کریم ﷺ کا زخمی ہونا:

ایک مرتبہ آپ ﷺ گھوڑے سے بھی گر پڑے تھے جس کے سبب آپ ﷺ کا پہلوئے مبارک زخمی ہوا۔ کافروں نے آپ ﷺ کو زخمی بھی کیا۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کیا' آپ ﷺ کو زہر دیا گیا' آپ ﷺ پر جادو کیا گیا' آپ ﷺ نے علاج کیا' پچھنے لگوائے آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کی پھر آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے دن (بہ احسن وخوبی) پورے کئے اور آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اور آپ ﷺ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ اِس دارالمحن کی مادی زندگی سے آپ ﷺ چھوٹ گئے۔ یہ ساری کی ساری انسانی اور بشری علامات ہیں جن سے خلاصی نہیں آپ ﷺ کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو اس

Marfat.com

سے بھی زیادہ تکلیفیں پہنچیں وہ قتل کیے گئے' آگ میں ڈالے گئے' آروں سے چیرے گئے اور ان میں سے بعض ایسے تھے جنہیں اللہ نے بچا لیا اور بعض کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ اللہ عزوجل نے غزوۂ اُحد کے موقع پر ابن قمئہ کے ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کو محفوظ رکھا۔ جب آپ ﷺ اہل طائف کو دین اسلام کی دعوت دینے طائف تشریف لے گئے تھے تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپ ﷺ کو شہید نہ کر سکے' ہجرت کے موقع پر جب آپ ﷺ اپنے مکان سے باہر نکل کر غار ثور کی طرف تشریف لے گئے تو اللہ عزوجل نے کفار کی آنکھوں کو وقتی طور پر بے نور کر دیا اور وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ اسی طرح اس نے غورث کی تلوار' ابو جہل کے پتھر اور سراقہ کے گھوڑے کو روک لیا وہ اللہ عزوجل ہی تھا جس نے نہ صرف الاعصم کے جادو سے نبی کریم ﷺ کو محفوظ رکھا بلکہ یہودن کے دیئے گئے (بھی ہوئی ران کے گوشت کے) زہر سے بھی آپ ﷺ کو بچا لیا اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام مبتلا کیے گئے اور بچا لئے گئے اور اس میں اللہ عزوجل کی حکمت یہ پنہاں ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بلند مراتب کے شرف کو ظاہر کرنا چاہتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ ان کے بارے میں اپنا وعدہ پورا کرے تا کہ ان کی بشریت پوری طرح واضح ہو جائے چونکہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں سے عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں اس لئے ہلکے ذہن کے لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں معجزات کو دیکھ کر گمراہ ہو گئے عوام گمراہ ہو سکتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام پر مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

انبیاء علیہم السلام پر مصیبتیں اس لئے بھی آتی ہیں تا کہ ان کی اُمتوں کے لئے ان کا نمونہ عمل رہے۔ انبیاء علیہم السلام پر مصائب ان کے اجر میں اضافے اور اور اللہ عزوجل کے ہاں اُن کے درجات کی بلندی کا باعث ہوتے ہیں۔

بعض محققین نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس قسم کے عوارض اور تغیرات صرف ان کے انسانی جسم کے ظاہر پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ وہ انسان ہیں اور جس طرح انسانوں کو مشکلات درپیش آتی ہیں انہیں بھی ان

Marfat.com

سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ البتہ ان کا باطن ان کیفیات سے پاک رہتا ہے۔ وہ ہر وقت ملا اعلیٰ اور ملائکہ سے ملا ہوا ہوتا ہے کیونکہ انہیں تو ادھر سے وحی لینی ہوتی ہے۔

۱۶۵۰......اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن عيسني تنامان ولا ينامُ قلبي.))

''میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا''۔

۱۶۵۱......اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

((إني لست كهيئتكم، إني أبيتُ يطعمني ربي و يسقيني.))

''میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں میں اپنے ربّ کے پاس رہتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے''

۱۶۵۲......اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لست أنسىٰ، ولكن انسىٰ، لئسنتن بي.))

''میں بھولتا نہیں البتہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں سنت قائم کر دوں''۔

گویا آپ ﷺ نے فرما دیا کہ آپ ﷺ کا سر، آپ ﷺ کا باطن اور آپ ﷺ کی روح مبارک ویسی نہیں جیسا کہ آپ ﷺ کا جسم اور آپ ﷺ کا ظاہر ہے چنانچہ جو عوارض یعنی کمزوری، بھوک، جاگنا اور نیند کے آپ ﷺ کے لاحق ہوتے ہیں وہ صرف آپ ﷺ کے ظاہری جسم مبارک کو لاحق ہوتے ہیں آپ ﷺ کے باطن میں سرایت نہیں کرتے بخلاف دوسرے انسانوں کے لہٰذا دوسرا انسان جب سو جاتا ہے تو نیند اس پر چھا جاتی ہے اور اس کا جسم اور قلب دونوں اس کے اثر میں آجاتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک جس طرح بیداری میں حاضر ہوتا تھا اسی طرح نیند میں۔

۱۶۵۳، ۱۶۵۴......چنانچہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سو جانے کے باوجود بے وضو نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ آپ ﷺ کا دِل نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا۔ ہم اس بات کو پہلے بھی بیان کر آئے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انسان جب بھوکے ہوتے ہیں تو ان کا جسم کمزور ہو جاتا اور قوت گھٹ جاتی ہے اور کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی جاتی رہتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ آپ ﷺ کو یہ باتیں پیش نہیں آتیں۔ بلکہ اس کے بالکل

Marfat.com

ہی برخلاف صورت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں میں تو اپنے رب کے پاس رہتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہی صورت درد، مرض جادو اور غصہ میں آپ ﷺ کی ہے کہ یہ سب کیفیات آپ ﷺ کے ظاہری جسم پر طاری ہوتی تھیں لیکن آپ ﷺ کے باطن پر ان کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا تھا کہ کوئی خلل ہوتا یا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی ایسا کلمہ نکل جاتا جو آپ ﷺ کی شان کے منافی ہوتا یا آپ ﷺ کے اعضاء سے کوئی خلاف شان عمل صادر ہو جاتا جس طرح عام انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اِن باتوں کو ہم بعد میں مفصل طور پر بیان کریں گے۔

فصل: ۱

نبی ﷺ پر حدیث سحر کے حوالے سے کئے گئے طعن کا جواب

۱۶۵۵ تا ۱۶۶۱......اگر تم اعتراض کرو کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ خیال ہوتا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ نے نہ کیا ہوتا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہراتؓ کے پاس آئے نہ ہوتے اور آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ میں آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اُس شخص کی ہوتی ہے جس پر جادو کا اثر ہو جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی یہ کیفیت کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ تو معصوم تھے؟

نبی کریم ﷺ پر اس بنیاد پر طعن بے عقلی و کج فہمی ہے:

اِس اعتراض کا جواب اللہ تمہیں نیک توفیق دے یہ ہے کہ بے دین لوگوں نے اسے بنیاد بنا کر طعن کیا ہے۔ یہ طعن ان کی کم عقلی پر مبنی ہے وہ اس طرح کی باتوں سے شریعت میں شک ڈالنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل کی شریعت کو اور نبی اکرم ﷺ کو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر رکھا ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ جادو بھی ایک قسم کا مرض ہے اور دیگر امراض کی طرح یہ مرض آپ ﷺ پر کیا جا سکتا ہے۔ اس سے انکار نہیں ہے لیکن اس سے

Marfat.com

آپ ﷺ کی نبوت میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا اور روایتوں میں یہ جو ہے کہ آپ ﷺ کو خیال آتا کہ میں نے یہ کام کرلیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام کیا نہیں ہوتا تھا۔ تو یہ بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے کیونکہ اس کا اثر نہ تو آپ ﷺ کی تبلیغ شریعت پر پڑتا تھا نہ آپ ﷺ کے سچے ہونے میں عیب پیدا ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی عظمت دلیل اور اجماع سے ثابت ہے اور جن کیفیات کا ذکر ہوا ہے وہ آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا نہ ان کے باعث آپ ﷺ کو فضیلت ملی ہے۔ دنیوی امور میں عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ پر بھی مصیبتیں آتی تھیں اور یہ کوئی عیب کی بات بھی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کاموں کا خیال رہتا جن کی اصلیت نہ ہوتی لیکن جلد ہی حقیقت آپ ﷺ پر واضح ہو جاتی۔ اس مضمون کو دوسری روایت نے ذرا وضاحت سے بیان کیا ہے کہ: ''آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہؓ کے پاس گئے تھے حالانکہ آپ ﷺ گئے نہ ہوئے ہوتے''۔ سفیان نے کہا ہے کہ آپ ﷺ پر سخت سحر کیا گیا تھا اور سحر کے بارے میں جتنی روایتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے یہی کچھ ہے۔ اس کے برخلاف کوئی بات نہیں یعنی آپ ﷺ سمجھتے کہ میں نے یہ کام کرلیا ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ نہ کئے ہوئے ہوتے یہ محض آپ ﷺ کے خیالات ہوتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کو یہ محض وہم ہوتا تھا اسے درست نہ سمجھتے تھے:

بعض کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ محض یہ خیال کرتے کہ میں نے فلاں کام کرلیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کیا نہیں ہوتا تھا لیکن یہ محض ایک خیال ہوتا آپ ﷺ اسے درست نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے تمام اعتقادات درست اور اقوال صحیح تھے۔ یہ وہ جوابات ہیں جو ہمارے اماموں نے اس حدیث کے سلسلے میں دیئے ہیں میں نے انہیں یہاں ذرا وضاحت سے ذکر کر دیا ہے اور کسی قدر ان میں اضافہ کیا ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصح قول:

ان تاویلات میں سے ہر ایک تاویل کافی ہے۔ لیکن میرے خیال میں ایک دوسری توجیہ آئی ہے جو زیادہ واضح اور گمراہوں کے اعتراضات سے بلند ہے نیز وہ توجیہ نفس

Marfat.com

حدیث سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ''عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو زریق کے یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر کے اسے کنویں میں دبا دیا اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو دیکھنے کے باوجود اس کا انکار فرما دیتے۔ تب اللہ عزوجل نے ان کی اس حرکت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا اور وہ جادو کنویں سے نکال لیا گیا۔ اسی طرح کی روایت واقدی، عبدالرحمٰن بن کعب اور عمر بن الحکم سے مروی ہے۔ عطا خراسانی نے یحییٰ بن یعمر سے روایت کیا ہے کہ تقریباً ایک سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روک دیئے گئے تھے اس دوران ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے کہ دو فرشتے آئے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے اور دوسرا پائینتی بیٹھ گیا ......

عبدالرزاق نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال تک روک دیئے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت کمزور ہو گئی تھی۔ محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور عورتوں اور کھانے پینے سے روک دیئے گئے تب دو فرشتے اُترے اس کے بعد انہوں نے پورا قصہ بیان کیا۔ ان تمام روایات سے تم پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ سحر کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اعضاء پر ہوا تھا نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب، عقیدے اور عقل پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت جو متاثر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور کھانے پینے سے روک دیئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم کمزور ہوا اور روایت میں یہ جو آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج رضی اللہ عنہن کے پاس گئے نہ ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا محسوس ہوتا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشاط طبع حسب عادت حاصل ہوتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربت نہ فرماتے۔ شاید اسی کی طرف سفیان نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت جادو کیا گیا تھا''۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو کیے ہوئے نہ ہوتے اور خیال فرماتے کہ کر لیا ہے یہ اس وجہ سے تھا کہ سحر کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت کسی قدر متاثر ہوئی تھی چنانچہ ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دیکھتے یا کسی کا کوئی عمل دیکھ لیتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا نہیں ہوتا تھا۔ تو یہ جو

Marfat.com

کمزوری ہوئی تھی وہ آپ ﷺ کی بصارت میں ہوئی تھی آپ ﷺ کی عقل میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوا تھا اور اگر حقیقتاً اتنا ہی ہوا تھا جس کا تذکرہ روایتوں میں ہے تو اس سے نہ تو آپ ﷺ کی نبوت متاثر ہوتی ہے اور نہ اعتراض کرنے والے کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملتا ہے۔

فصل : ۲

نبی کریم ﷺ کے دُنیاوی اُمور کا حال

۱۶۶۲ تا ۱۶۶۸...... یہ حال آپ ﷺ کے جسم کا تھا۔ رہے دینوی امور تو ان کے بارے میں ہم اپنے پرانے اسلوب میں عقیدے' قول اور عمل کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں' دینوی معاملات میں آپ ﷺ کے نظریہ کا یہ حال تھا کہ کسی دینوی معاملے کو ایک طرح سے خیال فرماتے اور کبھی اس کے خلاف ہو جاتا یا اس معاملے میں آپ ﷺ کو شک یا گمان ہو جاتا۔ لیکن شرعی امور میں ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا۔

کھجوروں کی پیوند کاری سے روکنا:

چنانچہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس زمانے میں لوگ کھجوروں میں پیوند کاری کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ''تم لوگ یہ کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ''ہم لوگ تو ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے ہیں'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو'' انہوں نے پیوند کاری چھوڑ دی لیکن اس سال پھل کم آئے تو صحابہؓ نے اس کا تذکرہ آپ ﷺ کی خدمت میں کیا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں تو ایک بشر ہوں لہٰذا دین کے بارے میں جو میں تمہیں حکم دوں وہ بجالاؤ اور جو میں اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی (آخر کار) انسان ہی ہوں''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''تم اپنے دینوی اُمور کو بہتر جانتے ہو'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ''میں نے تو یہ بات اپنے خیال سے کہی تھی۔ لہٰذا کسی ظن پر تمہیں مجھ سے مواخذہ نہیں کرنا چاہئے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو کھجوروں کے اندازہ لگانے کے بارے میں

Marfat.com

ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تو بشر ہوں لہٰذا جو بات میں تمہیں اللہ عزوجل کی طرف سے بتلاؤں وہ تو حق ہے اور جو میں اپنی طرف سے کہوں تو جانتے ہو کہ میں انسان ہوں کبھی غلطی کرتا ہوں اور کبھی صحیح' جو کچھ میں نے کہا ہے ان باتوں کے بارے میں ہے جو دنیوی باتیں تھیں اور ان کی بابت آپ ﷺ نے اپنی ذاتی رائے دی۔ (یہ ظنی باتیں ہیں) نہ کہ وہ جو آپ ﷺ نے شریعت کے بارے میں اپنی طرف سے ایا اپنے اجتہاد سے فرمایا آپ نے کوئی سنت قائم کی۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے نبی کریم ﷺ نے جب بدر کے کنوؤں سے دُور پڑاؤ ڈالا تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''نبی کریم! کیا آپ ﷺ یہاں اللہ عزوجل کے حکم سے اترے ہیں؟ تب تو ہم آگے نہیں بڑھ سکتے یا یہ کہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے یا کوئی جنگی چال ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ یہ میری رائے ہے اور جنگی اعتبار سے میں نے کیا ہے''۔ تب انہوں نے عرض کیا کہ ''نبی کریم یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں آپ ﷺ یہاں سے چلیں اور آگے چل کر پانی کے قریب پڑاؤ ڈالیں اور اس کنویں کے سوا دوسرے کنوؤں کو درمیان سے بند کر دیں تا کہ ہم کو تو پانی ملے لیکن (کفار کو) پانی نہ ملے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم نے درست رائے کی طرف اشارہ کیا'' اور آپ ﷺ نے وہی کیا جو حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران: ۱۵۰]

''آپ ﷺ ان سے معاملات کے بارے میں مشورہ کر لیا کریں''۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا:

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دشمنانِ اسلام سے مدینے کی ایک تہائی کھجور پر صلح کرنے کا ارادہ فرمایا اور انصار سے مشورہ کیا اور جب انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی تو آپ ﷺ نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرمالیا۔ یہ دراصل دنیوی معاملات تھے۔ علم دین کا ان میں کوئی دخل نہیں تھا نہ اعتقادی اعتبار سے نہ تعلیمی لحاظ سے لہٰذا اگر اس طرح کے معاملات میں آپ ﷺ کے خیال کے خلاف ظاہر ہو جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں

Marfat.com

یہ معاملات تو ایسے ہیں جن کا تعلق عادت جاریہ کی مشق سے ہے چنانچہ جو لوگ اس طرح کے کاموں کا تجربہ رکھتے ہیں اور اپنی ذہنی اور عملی صلاحیتیں ان کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں ان کا علم حاصل کر لیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کا حال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا دِل معرفت الٰہی سے لبریز' سینہ بے کینہ علوم شریعت سے معمور اور دِل کے تصورات اُمت کی دینی و دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں میں لگے رہتے تھے البتہ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ دنیوی امور میں بھی آپ ﷺ سے غفلت شاذ و نادر ہی ہوتی تھی اور خاص کر اُن دنیوی امور میں جن کا تعلق دُنیا کی حفاظت اور دنیوی فائدوں کی باریکیوں سے ہوتا تھا۔ اکثر آپ ﷺ سے دنیوی امور میں بھی غفلت نہیں ہوتی تھی بالتواتر ایسی روایتیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے دنیوی امور اور ان کی باریکیوں کو پہچاننے اور ان کی مصلحتوں پر نگاہ رکھنے نیز دنیا والوں کی مختلف جماعتوں کو کنٹرول کرنے کے لحاظ سے نبی اکرم ﷺ اتنے بلند درجہ اور بلند مرتبہ تھے کہ اسے معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں اسی کتاب کے معجزات کے بیان میں گفتگو کی ہے۔

فصل : ۳

بشریت اور معتقدات کے متعلقہ احکام

۱۶۶۸ تا ۱۶۷۰...... وہ بشری احکام اور مقدمات کے فیصلے جو جناب نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے جاری ہوتے تھے یا آپ ﷺ کا حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا فائدہ مند و نقصان دہ چیزوں میں فرق کرنا ان کا بھی وہی حکم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میں بشر ہوں تم اپنے مقدمات میرے پاس فیصلے کے لئے لاتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے سے زیادہ تیز طرار ہو اور میں جیسا تم سے سنوں ویسا ہی فیصلہ کر دوں لہٰذا اگر میں کسی کے حق میں فیصلہ کر دوں' اُسے اپنے بھائی کی (میری طرف سے عطا کردہ) چیز نہیں لینی چاہئے کیونکہ اس طرح میں اُسے آگ کا ایک ٹکڑا پکڑا رہا ہوں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ممکن ہے کہ تم

Marfat.com

میں سے کوئی شخص دوسرے فریق سے زیادہ فصیح ہو اور میں اسے سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں"۔ ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احکام ظاہر پر جاری ہوتے تھے یعنی گواہوں کی شہادت یا قسم کھانے والوں کی قسم پر آپ ﷺ حق کی رعایت فرماتے اور ظاہری علامات اور شواہد پر حکم لگاتے تھے اور حکمت الٰہیہ کا بھی یہی تقاضا تھا کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو بندوں کی دلی باتوں اور امت کے دل میں جنم لینے والے خیالات پر آپ ﷺ کو مطلع کر دیتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ایسا ہو جاتا تو آپ ﷺ یقین و اعتماد سے حکم لگا دیتے۔ کسی فریق کے اقرار شہادت' قسم یا شبہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ اِدھر اللہ عزوجل نے امّت کو آپ ﷺ کی اِتباع اور اقتداء کا حکم دے رکھا ہے تو اگر اللہ عزوجل آپ ﷺ کو اپنی طرف سے خصوصی علم عطا کر دیتا اور اس اعتبار سے آپ ﷺ کو ترجیح دے دیتا تو امت کے لئے آپ ﷺ کی اتباع کی کوئی سبیل ہی باقی نہ رہتی اور آپ ﷺ کی شریعت کے لحاظ سے آپ ﷺ کے فیصلے بطور حجت کے استعمال نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ہم تو یہ نہیں جانتے کہ کسی خاص مقدمے میں نبی کریم ﷺ کو کونسا خاص علم دیا گیا تھا جس کی بنا پر آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ظاہر ہے کہ وہ خاص پوشیدہ علم جو اللہ عزوجل کی طرف سے آپ ﷺ کے قلب میں القاء ہوا اسے تو امت جان نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ ظاہری حالات پر جن میں آپ ﷺ کے سوا دوسرے لوگ برابر ہیں فیصلہ کریں تاکہ امت آپ ﷺ کی پوری پوری اتباع کرتے ہوئے مقدمات کا فیصلہ کرے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے افعال آپ ﷺ کے اقوال کے مقابلے میں زیادہ واضح اور غیر مبہم ہیں۔ آپ ﷺ کے افعال میں نہ تو لفظی احتمال ہو سکتا ہے اور نہ کوئی تاویل کرنے والا تاویل کر سکتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ کا مقدمے کے ظاہر کے اعتبار پر فیصلہ کرنا زیادہ واضح اقدام تھا۔ احکام کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے بھی زیادہ موزوں تھا۔ نیز جھگڑوں اور مقدمات کے نمٹانے کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے۔ تو یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا گیا کہ امت کے حکام اس کی پیروی کریں جو احکام آپ ﷺ سے نقل کئے گئے ہیں ان پر اعتماد کیا جائے اور شریعت کا قانون منضبط ہو۔ علم غیب کا وہ حصہ جو اللہ عزوجل نے چھپا رکھا ہے اور اپنے رسولوں میں سے جس پر چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے اس میں سے بھی

Marfat.com

جتنا اللہ عزوجل نے چاہا اتنا آپ ﷺ کو بخشا اور جتنا چاہا اپنے لئے خاص کیا اس سے بھی آپ ﷺ کی نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا نہ آپ ﷺ کے معصوم ہونے میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے۔

فصل : ٤

نبی کریم ﷺ کے اُمورِ دُنیا سے متعلق اقوال

نبی کریم ﷺ کے وہ اقوال جن میں آپ ﷺ نے اپنے اور دوسروں کے احوال بیان فرمائے ہیں یا وہ افعال جو آپ ﷺ سے صادر ہوئے ان کے سلسلے میں بھی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خلافِ واقع ہونا ہر صورت میں محال ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً صحت میں ہو یا مرض میں، خوشی میں ہو یا غضب میں۔ آپ ﷺ ان کے اعتبار سے بھی معصوم ہیں، یہ بات تو ان کے بارے میں ہے جو بطور خبر کے آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے اور جن میں صدق و کذب کا احتمال ہوا کرتا ہے البتہ وہ اشارات جن کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف ہوتا ان کا صادر ہونا مصلحتاً جائز ہے مثلاً جب آپ ﷺ غزوات میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو ''توریہ'' فرماتے اور واقعہ کو چھپاتے تاکہ دشمن اپنے بچاؤ کا سامان نہ کر لے جیسا کہ روایتوں میں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا مزاح:

آپ ﷺ اپنی امت کی خوشی اور مؤمنوں کے دِلوں کو بہلانے کے لئے مزاح فرماتے اس طرح ان کی محبت میں اضافہ ہوتا اور وہ خوش ہو جاتے مثلاً ایک مرتبہ ایک شخص سے آپ ﷺ نے ازراہِ مزاح فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا یا جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک عورت سے جس نے آپ ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں دریافت کیا تھا فرمایا کہ ''وہی شخص جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟'' یہ ساری باتیں سچی ہیں کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے اور ہر انسان کی آنکھوں میں سفیدی ہوا کرتی ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جب میں خوش طبعی میں ہوتا ہوں تو اس میں بھی سچ ہی بولتا ہوں'' یہ باتیں تو آپ ﷺ کے ان اقوال کے سلسلے میں ہیں جن کا تعلق خبر سے ہے۔ وہ

Marfat.com

باتیں جو خبر نہیں مثلاً دنیوی معاملات میں آپ ﷺ کا حکم دینا یا آپ ﷺ کا کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم فرمائیں یا کسی کام سے منع فرمائیں اور دل میں ویسا نہ چاہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی نبی کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے''۔ تو جب نبی کے لئے آنکھوں کی خیانت درست نہیں تو دل کی خیانت کس طرح روا ہوسکتی ہے اگر تم اعتراض کرو کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قصے میں قرآن کریم میں یہ جو آیت وارد ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد ہے:

ایک شبہ:

﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ ......﴾

[الاحزاب:۳۷]

''جب تم اس شخص سے جس پر اللہ عزوجل نے انعام کیا اور تم نے انعام کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو روکے رکھو''۔

جواب شبہ:

اِس کا جواب اللہ تمہیں عزت دے یہ ہے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ شک نہ کرنا چاہئے کہ بظاہر نبی کریم ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے رہے تھے کہ وہ اپنی بیوی کو روکے رکھیں حالانکہ آپ ﷺ دل سے یہ چاہتے تھے کہ وہ طلاق دے دیں۔ (العیاذ باللہ) جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے اس بارے میں صحیح بات وہ ہے جو مفسرین نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بنیں گی لہٰذا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''تم اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو'' اس وقت آپ ﷺ نے اپنے دِل میں وہ بات چھپائے رکھی جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بتلا دی تھی کہ آپ ﷺ عنقریب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کریں گے اس وقت اللہ خود ظاہر کرے گا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ طلاق دیں گے اور آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمائیں گے''۔

Marfat.com

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا والے معاملے کی حقیقت:

اِسی طرح کی روایت عمر بن فائد نے زہری سے نقل کی ہے جس میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ اللہ عزوجل حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اپنے دِل ہی میں رکھا۔ مفسرین کے اس قول کی تائید بعد والی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ [نساء:٤٧]

''اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہے گا''۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بالضرور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کریں گے اس حقیقت کو یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملے میں سوائے اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں گے اور کوئی دوسری بات بیان نہیں کی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی چیز کو اپنے دِل میں چھپالیا تھا جسے اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا تھا اور پھر اسی واقعے کے سلسلے میں اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ﴾

[الاحزاب: ۲۸]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کام کے کرنے میں جو اللہ عزوجل ان پر فرض کر دے کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ خدمت کی سنت ہے اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا اس میں کوئی حرج نہیں تھا''۔

طبری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایسے کام پر جسے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کیا ہو موردِ الزام قرار نہیں دے سکتا کیونکہ اس طرح کے اعمال ماقبل کے انبیاء علیہم السلام سے بھی صادر ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ [الاحزاب: ۳۷]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی اللہ عزوجل کی

Marfat.com

یہ سنت رہی ہے''۔

ایک شک اور رفع شک:

اگر واقعہ اس روایت کے مطابق ہوتا ہے جسے قتادہ نے نقل کیا ہے کہ (العیاذ باللہ) نبی کریم ﷺ کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی محبت پیدا ہو گئی تھی آپ ﷺ نے انہیں پسند کر لیا تھا اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ زید رضی اللہ عنہ طلاق دے دیں تو بڑا خلل پیدا ہو جاتا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی شان کے قطعاً لائق نہیں کہ آپ ﷺ اس طرف نظر اٹھائیں جس سے آپ ﷺ کو منع کیا گیا تھا یعنی دنیوی حسن و جمال۔ یہ عمل تو مذموم ترین صفت حسد کی وجہ سے صادر ہوتا ہے جسے متقی لوگ بھی پسند نہیں کرتے چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار۔ ﷺ

قشیری نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بھی اس قسم کی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب کی اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا شخص نبی اکرم ﷺ کے مقام و فضیلت کو قطعاً نہیں پہچانتا۔ بھلا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور وہ آپ ﷺ کو اچھی لگیں حالانکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں آپ ﷺ انہیں اس وقت سے دیکھتے چلے آئے تھے جبکہ وہ ابھی گہوارہ ہی میں تھیں۔ عورتیں آپ ﷺ سے پردہ بھی نہیں کرتی تھیں۔ کیونکہ پردے کا حکم بعد میں نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل یہ چاہتا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دے دیں اور نبی کریم ﷺ ان سے نکاح فرمائیں تاکہ متبنّٰی بنانے کی رسم کو ختم کر دیا جائے اور یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے باطل ہو جائے اسی لئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [احزاب: ۴۰]

''حضرت محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں''۔

اور پھر آگے چل کر ارشاد فرمایا:

﴿لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ﴾

[احزاب: ۳۷]

Marfat.com

''تاکہ مؤمنین کو اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج واقع نہ ہو''۔

اسی طرح کی بات ابن فورک نے بھی بیان کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو زینب رضی اللہ عنہا کے روکے رکھنے کا کیوں کہا؟

ابو اللیث سمرقندی کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کیوں حکم دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکے رکھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بیوی بنیں گی تب نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے سے روکا کیونکہ ان میں محبت نہیں تھی اور آپ ﷺ نے اس بات کو جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بتلا دی تھی اپنے دِل میں چھپائے رکھا اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے حیا کی کہ وہ کہیں گے کہ آپ ﷺ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں تب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا حکم دیا تاکہ یہ چیز امت کے لئے مباح ہو جائے اور اللہ عزوجل نے فرمایا

﴿لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ﴾

[احزاب:۳۷]

''تاکہ مؤمنین اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج واقع نہ ہو''۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو روکنے کا اس لئے حکم دیا کہ شہوت کو روکیں اور نفس کو اس طلب سے ہٹائیں یہ توجیہ اس وقت ہو سکتی ہے جب ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ آپ ﷺ نے دفعتاً ان کو دیکھا اور پسند کر لیا اور اسے ہم انسانی فطرت پر محمول کریں کہ حسن کو دیکھ کر انسان پسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور دفعتاً کسی پر نظر پڑ جانا معاف ہے پھر آپ ﷺ نے نفس کو اس سے روکا اور زید رضی اللہ عنہ کو روکنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ میں جو حاشیہ آرائی کی گئی ہے وہ لغو اور مردود ہے۔ صحیح بات وہی ہے جسے ہم نے حضرت علی

Marfat.com

بن حسینؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے، یہی سمرقندی اور ابن عطا کا قول ہے اور قاضی قشیری اور ابن فورک نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ ابن فورک نے کہا ہے کہ یہی رائے محقق مفسرین کی ہے۔ ابن فورک نے کہا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ اس بات سے پاک ہیں کہ آپ ﷺ اس معاملے میں کسی قسم کے نفاق کا اظہار فرماتے اور اپنے اصول کے خلاف کوئی بات فرماتے (کہ دل میں ہوتا کہ زید رضی اللہ عنہ طلاق دے دیں اور میں نکاح کرلوں (العیاذ باللہ) اور زبان سے فرماتے کہ تم زینب رضی اللہ عنہا کو رکھے رہو۔ اللہ عزوجل نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ﴾

[الاحزاب: ۳۸]

''جو بات اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر فرض کر دی ہے اس کے کرنے میں آپ ﷺ کو کوئی حرج نہیں ہے''۔

آپ ﷺ کی پاکی بیان کر دی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے بھی آپ ﷺ کے بارے میں اس قسم کا غلط گمان کیا ہے وہ غلط بین اور خطا کار ہے، ابن فورک نے مزید فرمایا کہ اس آیت میں خشیت کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ خوف کے معنی میں نہیں ہے بلکہ حیا کے معنی میں ہے۔ یعنی آپ ﷺ اس بات سے حیا کرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا۔ آپ ﷺ کی یہ شرم منافقوں اور یہودیوں کی گڑبڑ اور مسلمانوں کے پاس آ کر شور مچانے کی وجہ سے تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی بہوؤں سے خود ہی نکاح کرنے کو منع فرمایا تھا اور پھر خود ہی اپنی بہو سے نکاح کرلیا اور انہوں نے یہی کیا تب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر خفگی ظاہر کی کہ آپ ﷺ نے کسی ناجائز بات کا ارتکاب نہیں کیا ہے بلکہ اللہ عزوجل نے جو چیز آپ ﷺ کے لئے حلال کر دی تھی آپ ﷺ نے اسے کیا ہے[1]۔

[1] سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ کوئی بات چھپاتے تو یقیناً یہ بات چھپاتے لیکن جب یہ بات تک نہیں چھپائی تو باقیوں کے متعلق منافقین کا شک کرنا چہ معنی دارد؟ (مترجم)

Marfat.com

پیغمبر بھی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار نہیں دے سکتا:

اسی طرح کا عتاب آپ ﷺ پر اس وقت بھی کیا تھا جبکہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کی خواہش کی رعایت فرمائی تھی یہ بات سورۂ تحریم میں مذکور ہے ارشاد ہوا:

﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾[تحریم:۱]

''جس چیز کو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے لئے حلال کیا ہے''۔

آپ ﷺ (اپنی بیویوں کی خواہش پر) اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں۔ اسی طرح اس مقام پر ازراہ اظہارِ خفگی آپ ﷺ سے خطاب ہوا۔

﴿تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ﴾[احزاب:۳۷]

''آپ ﷺ لوگوں سے کیوں حیا کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ ﷺ اس سے حیا کریں''۔

حضرت حسن بصریؒ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ (بالفرض) کسی آیت کو چھپاتے تو ضرور چھپا لیتے کیونکہ اس میں آپ ﷺ پر اظہار خفگی ہے اور جو بات آپ ﷺ کے دل میں پوشیدہ تھی اس کا اظہار ہے۔

فصل : ۵

حدیثِ قرطاس

حدیثِ قرطاس پر وارد ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ کی عصمت اقوال کے اعتبار سے تو ثابت ہوگئی اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ چاہے عمداً ہو یا سہواً حالت صحت میں ہو یا مرض بالارادہ ہو یا غیر ارادی طور پر ازروئے خوش طبعی ہو یا حالت غضب میں کسی بھی کیفیت میں کوئی قول خلاف واقعہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہوسکتا تاہم نبی کریم ﷺ کی اس وصیت کا کیا معنی ہوگا جو اس حدیث میں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات کا وقت ہوا اور آپ ﷺ کے مکان میں چند حضرات تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''آؤ! میں تمہارے لئے ایسی بات لکھ دوں کہ اس کے بعد تم ہرگز

Marfat.com

گمراہ نہ ہو"۔ اس پر بعض حضرات نے کہا کہ آپ ﷺ پر درد کا غلبہ ہے اور اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو پھر صحابہؓ میں نزاع ہو گیا اور انہوں نے کہا" آپ ﷺ کو کیا ہو گیا؟ کیا تکلیف میں شدت میں آپ ﷺ بہکی بہکی باتیں بول رہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) آپ ﷺ سے دریافت کر لو اور حقیقت حال معلوم کر لو۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے"۔ روایت کے بعض طریقوں میں ہے کہ (کسی نے پوچھا) کیا آپ ﷺ شدتِ بیماری میں ہذیان بول سکتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا یہ ہذیان ہے؟ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کو سخت تکلیف ہے (پریشانی کی کوئی بات نہیں) ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور وہ ہماری ہدایت کے لئے کافی ہے اس کے بعد ذرا زور زور سے لوگ باتیں کرنے لگے تب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ اس وقت یہاں سے ہٹ جاؤ" ایک روایت میں ہے کہ اہل بیتؓ نے اختلاف کیا اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ بعض حضرات کہہ رہے تھے کہ "کاغذ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے لکھوالو" اور بعض لوگ وہ باتیں کہہ رہے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھیں۔

ہمارے علمائے حدیث نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ معصوم عن الخطا تو تھے لیکن آپ ﷺ مرض اور بیماری سے معصوم نہیں تھے مثلاً آپ ﷺ کو سخت درد بھی ہوتا اور آپ ﷺ پر غشی بھی طاری ہو سکتی تھی لیکن آپ ﷺ اس اعتبار سے ضرور معصوم تھے کہ اس طرح کے حالات میں بھی آپ ﷺ سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہو سکتی تھی جو آپ ﷺ کی عصمت یا آپ ﷺ کے مقامِ نبوت کے منافی ہو اور اس سے شریعت میں کسی قسم کا فساد لازم آتا ہو جیسے ہذیان یا خلل کلام۔ اس بنا پر جس نے حدیث کی روایت میں هَجَرَ کے معنی میں لیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ (العیاذ باللہ) آپ ﷺ کو ہذیان ہوا اگر کوئی ہذیان بولے تو هَجَرَ هُجْرًا کہتے ہیں اور اگر کوئی یاوہ گوئی کرنے لگے تو کہتے ہیں أَهْجَرَ هُجْرًا أَهْجَرَ هَجَرَ کا متعدی ہے صحیح أَهْجَرَ؟ (کیا آپ ﷺ ہذیان بولے ہیں) یہ بات اس شخص نے کہی تھی جو لکھوانے سے انکار کرنے والے کے طرزِ عمل پر اعتراض کر رہا تھا۔

Marfat.com

یہی مفہوم اس روایت کا ہے جو صحیح بخاری شریف میں زہری کے واسطے سے منقول ہے اور یہی مفہوم اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو محمد بن سلام نے ابن عینیہ کے واسطے سے ذکر کی ہے اپنی کتاب میں اصیلی نے بھی اسی طرح کی حدیث اپنے قلم سے درج کی ہے امام مسلم نے بھی سفیان اور دیگر راویوں کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ جن روایتوں میں صرف ھَجَرَ ہے ان کو بھی اسی مفہوم پر محمول کیا جائے گا اور وہاں حرف استفہام (ہمزہ) محذوف مانا جائے گا کیونکہ قائل اتنا وحشت زدہ ہو گیا تھا کہ ہمزہ استفہام اس نے استعمال نہ کیا اور اس کو وحشت اس بات سے ہوئی کہ آپ ﷺ کو سخت درد تھا اور اس حالت میں آپ ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور اس میں اختلاف ہو گیا تو اس بات پر اس کو ایسی حیرت اور وحشت ہوئی کہ وہ اس لفظ کو ضبط نہ کر سکا اور کمال درد کے قائم مقام لفظ ہذیان بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ (العیاذ باللہ آپ ﷺ کو ہذیان ہو سکتا تھا) یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ وعدۂ الٰہی کے باوجود کہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کو لوگوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھے گا صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے خیمے پر پہرہ دینا چاہتے تھے۔

اور اھجرا والی روایت جسے صحیح بخاری میں بحوالہ ابو اسحاق مستلی کے اور ابن جبیر کی حدیث میں بواسطہ قتیبہ بحوالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نقل کیا گیا ہے تو یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو آپ ﷺ کے سامنے اختلاف کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ تم نبی کریم ﷺ سے اختلاف کر رہے ہو اس طرح تم آپ ﷺ کے سامنے بے جا اور بری بات کر رہے ہو اس مقام پر علماء نے ھُجُو کو بری بات کے معنی میں لیا ہے۔

اب رہا سوال کہ جب نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ کاغذ لاؤ میں لکھ دوں تو اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے اختلاف کیوں کیا؟ تو بعض علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احکام کی نوعیت کہ وہ واجب ہے مستحب ہے یا مباح قرائن سے سمجھی جاتی تھی تو ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے اس حکم کو بعض حضرات نے یہ سمجھا ہو کہ آپ ﷺ اسے ضروری نہیں خیال فرما رہے ہیں بلکہ یہ ایک استحبابی قسم کا حکم ہے جس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا انہیں اختیار ہے اور بعض حضرات نے ایسا خیال نہ کیا ہو اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ﷺ

Marfat.com

سے پوچھ لیا جائے اور جب لوگوں نے اختلاف کیا تو آپ ﷺ لکھوانے سے رک گئے کیونکہ آپ ﷺ اسے ضروری نہیں تصور فرما رہے تھے اور یہ بات بھی تھی کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا (اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں لکھوانا پسند نہ کیا) تو بعض علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی تکلیف کو دیکھ کر سہم گئے تھے اور یہ سمجھا کہ اس صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ لکھوانے سے آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ جائے اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کو سخت درد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان امور سے ڈر گئے جن سے لوگ عاجز آ جائیں گے (یعنی ممکن ہے کہ لوگ ان پر عمل نہ کریں) اور اس طرح انہیں نقصان پہنچ جائے اور یہ مناسب سمجھا کہ ایسے امور میں امت کو اجتہاد کرنے کی وسعت رہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر راہ صواب کا تعین کرے اور امت کے لئے یہ بات زیادہ آسان ہوگی کیونکہ اگر کوئی صحیح فیصلہ کرے گا تو اس کو اجر ملے گا اور اگر خطا کرے گا تب بھی مستحق اجر ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے کہ شریعت مقرر اور دین مستحکم ہو چکا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمادیا تھا:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ﴾ [مائدہ:۳]

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آج تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دی ہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ فرما چکے تھے کہ ''میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اللہ کی کتاب اور میری اولاد سے وابستہ رہنا''۔ تو یہ کہہ کر کہ ''ہمارے لئے قرآن کافی ہے'' درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کا رد فرما رہے تھے جو ان سے نزاع کر رہے تھے نہ کہ (العیاذ باللہ) نبی کریم ﷺ کے قول مبارک کا رد۔

بعض کہتے ہیں کہ ''دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ منافقین اور پراگندہ قلب والوں کو باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا کیونکہ وہ بات تو تنہائی میں لکھی جاتی اور وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے حاشیے چڑھاتے۔ جیسا کہ رافضی وصیت وغیرہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات لوگوں سے مشورہ کے طور پر یہ جاننے

Marfat.com

کے لئے کی تھی کہ لوگوں کا ردِعمل کیا ہوتا ہے۔ لوگ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ترک کر دیا۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بعض لوگوں نے لکھنے کے لئے کہا تھا تو آپ ﷺ نے ان کے جواب میں ایسا فرمایا تھا آپ ﷺ نے اپنی طرف سے ایسا نہیں ارشاد فرمایا پھر جب آپ ﷺ نے یہ دیکھا کہ بعض حضرات اس چیز کو ان اسباب کی بنا پر جو ذکر کئے جا چکے ہیں پسند نہیں کرتے تو خاموش ہو گئے اس کی دلیل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وہ عندیہ ہے جو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ظاہر کیا تھا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو تاکہ اگر حکومت ہمیں (بنو ہاشم کو) ملنی ہے تو ہم معلوم کر لیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پسند نہیں کیا اور جواب میں کہا کہ "بخدا! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا" اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھی ہے کہ "مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس کیفیت میں اس وقت وہ زیادہ بہتر ہے یعنی مسئلہ خلافت کو اگر اسی حال میں چھوڑ دوں اور کتاب اللہ کو تمہارے ساتھ رہنے دوں تو یہ بات اس سے زیادہ بہتر ہے جس کا تم مجھ سے مطالبہ کر رہے ہو"۔

بعض نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے مابعد کے لئے خلافت کا معاملہ لکھ دیں اور معین فرما دیں

فصل : ٦

آپ ﷺ کے اقوال حالتِ غضب میں

۱۶۹۴ تا ۱۷۰۹...... (معاشرے میں یہ عام چلن ہے کہ اگر کوئی بات عوام کی سمجھ میں نہ آئے تو اُس پر اعتراضات وارد کر دیئے جاتے ہیں اب) اگر اعتراض کیا جائے کہ پھر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیا مطلب ہوگا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے میرے اللہ! بے شک محمد (ﷺ) تو بشر ہی ہے۔ ایک بشر کی طرح کبھی غصہ ہو جاتا ہے اور میں نے تجھ سے یہ عہد لے رکھا ہے۔ جس کی تو خلاف ورزی نہ کرے گا کہ اگر میں کسی مسلمان کو ایذا دے دوں یا برا بھلا کہہ دوں یا کوڑے لگا دوں

Marfat.com

تو تُو میرے اس عمل کو اس کے لئے کفارہ اور قیامت کے دن اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے''۔

ایک روایت میں ہے کہ ''اگر میں کسی کے لئے بددعا کردوں حالانکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو''۔

ایک روایت میں ہے کہ ''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں میں سے اگر کسی شخص کو میں برا بھلا کہہ دوں' لعنت کردوں یا کوڑے لگا دوں تو میرے ان کاموں کو اس کے لئے زکوٰۃ' نماز اور سبب رحمت بنا دے''۔

(اب یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ) یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کسی ایسے شخص کو لعنت فرمادیں جو لعنت کا مستحق نہ ہو یا کسی ایسے شخص کو برا بھلا کہہ دیں جو اس کے لائق نہ ہو یا کسی ایسے شخص کو کوڑے لگوادیں جو درحقیقت ان کا سزاوار نہ ہو یا اس طرح کے افعال غصے کی حالت میں کرگزریں؟ کیونکہ آپ ﷺ تو معصوم ہیں'' تو اس کا جواب سن لو۔ اللہ تمہارے سینے کو صداقت کے قبول کرنے کی توفیق دے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ وہ شخص اس کا مستحق نہ ہو تو اس سے آپ ﷺ کی مراد اللہ کے نزدیک باطن میں اس کا مستحق نہ ہونا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ تو ظاہری حالت پر حکم صادر فرماتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور اس میں وہ حکمت بھی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (یعنی آپ ﷺ ظاہری حالات پر فیصلہ اس لئے بھی کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے بعد لوگ اسی اصول کو مدنظر رکھیں) چنانچہ ظاہری حالت دیکھ کر آپ ﷺ کسی کو کوڑے مارنے کا حکم فرماتے یا ڈانٹ پھٹکار کرکے اسے ادب سکھاتے یا کبھی لعنت ملامت فرماتے اس کے باوجود چونکہ آپ ﷺ اپنی امت پر شفقت اور رحم فرمانے والے تھے جس کا اللہ عزوجل نے اپنے کلام میں تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ اس کے لئے دعا بھی کرتے اس خوف سے کہ کہیں آپ ﷺ کی بددعا اس کے حق میں قبول نہ ہوجائے اور یہ دعا فرماتی کہ یا اللہ! میری بددعا کو دعا میں تبدیل کردینا اور میرے عمل کو اس کے حق میں سامانِ رحمت بنا ڈال۔ اس مقام پر مستحق نہ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ غصے میں بھڑک کر کسی غیر مستحق مسلمان کے ساتھ ایسا کرتے تھے اور یہی مطلب صحیح ہے اور آپ ﷺ کے

Marfat.com

اس قول سے کہ "میں بشر کی طرح غصہ کرتا ہوں" یہ نہیں سمجھنا چاہئے غصہ آپ ﷺ کو کسی نامناسب عمل پر برانگیختہ کر دیتا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے واسطے جب آپ ﷺ کو غصہ آتا تو آپ ﷺ کبھی لعنت بھیج کر کبھی برا بھلا کہہ کر اس کا اظہار فرماتے یہ بھی ہوتا کہ کسی شخص میں اللہ کی نافرمانی کا احتمال ہوتا اور آپ ﷺ کو اختیار رہوتا کہ اسے سزا دیں یا معاف کر دیں۔

اس قول کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو خوف دلانے اور اُمت کو دھمکانے کے لئے ایسا کرتے تا کہ لوگ حدود اللہ سے تجاوز نہ کریں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا اور اس طرح کے مواقع پر آپ ﷺ کی بددعا بلا قصد ہو کیونکہ اہل عرب کی عادت تھی اور اس سے مراد یہ نہ ہو کہ وہ بددعا قبول ہو جائے جیسے آپ ﷺ کا کسی سے یہ فرمانا کہ تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔ خدا کرے تیرا پیٹ کبھی نہ بھرے" یا مثلاً ایک عورت سے فرمایا "بانجھ مانگ مونڈی" یا اس طرح کی بددعائیں کیونکہ دوسری حدیثوں میں جہاں آپ ﷺ کے اوصاف بیان ہوئے ہیں یہ ہے کہ آپ ﷺ فحش گو نہیں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "نبی کریم ﷺ نہ کبھی گالی بکتے نہ فحش گوئی کرتے اور لعنت فرماتے تھے۔ البتہ اگر کسی پر بہت ناراض ہوتے تو فرما دیا کرتے کہ اس کی پیشانی میں خاک لگے اسے کیا ہو گیا ہے"۔ لہٰذا حدیث کو اسی مفہوم میں لینا چاہئے۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میری بددعائیں قبول نہ ہو جائیں تو آپ ﷺ نے اپنے رب تبارک وعز وجل سے وعدہ لیا کہ میری بددعائیں میری امت کے حق میں دعا رحمت اور قرب الٰہی کا ذریعہ بنا دے۔

کبھی آپ ﷺ کا یہ فرمانا اسی وجہ سے ہوا کہ آپ ﷺ نے کسی کے لئے بددعا کا کلمہ زبان مبارک سے نکالا پھر آپ ﷺ خائف ہو گئے کہ کہیں اس پر بددعا پڑ نہ جائے اور جس کے حق میں نے آپ ﷺ وہ کلمہ نکالا تھا کہیں وہ خوفزدہ یا نا امید نہ ہو جائے اس لئے آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

کبھی آپ ﷺ نے اس لئے یہ فرمایا کہ جسے آپ ﷺ نے برحق برا بھلا کہا تھا یا مناسب سزا دی تھی آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کا اسے برا بھلا کہنا یا سزا دینا اس کے

Marfat.com

گناہ کا کفارہ ہو جائے' اس کا جرم مٹ جائے اور دنیا کی سزا اس کی آخرت کی معافی اور مغفرت کا وسیلہ بن جائے اس لئے آپ ﷺ نے اللہ عزوجل سے مذکورہ دعا مانگی تھی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص ان گناہوں میں (غلطی سے) مبتلا ہو گیا پھر اسے دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ سزا اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی۔

اور اگر تم یہ اعتراض کرو کہ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا جبکہ ان کا ایک انصاری سے حرّہ کی نالی کی بابت جھگڑا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے زبیرؓ! تم اپنی زمین کو سینچ لو یہاں تک کہ پانی تمہارے ٹخنوں تک پہنچ جائے'' جبکہ انصاری نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ ''یا رسول اللہ (ﷺ) چونکہ وہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (اس لئے آپ ﷺ نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے) یہ سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''زبیر رضی اللہ عنہ! تم اتنا پانی (نہر سے لے لو کہ کھیت کی) دیوار تک پہنچ جائے''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ اس بات سے پاک ہیں کہ کسی مسلمان کے بارے میں کوئی ایسی بات آپ ﷺ سے صادر ہو۔ جو شک پیدا کرنے والی ہو''۔ اسی لئے آپ ﷺ نے پہلے ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ ''تم اپنے حق کو وصول کرنے میں صلح کی خاطر کچھ چھوٹ دے دو۔ لیکن جب فریق ثانی اس پر بھی راضی نہ ہوا اور جھگڑنے اور نامناسب بات کہنے لگا تو آپ ﷺ نے حضرت زبیر کو پورا حق دلایا۔

اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کے لئے جو باب باندھا ہے اس کا عنوان یہ ہے ''جب حاکم صلح کا اشارہ کرے اور کوئی فریق انکار کرے تو حاکم کے لئے روا ہے کہ وہ حکماً صلح کرائے'' اور حدیث کے آخر میں ہے کہ ''پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوایا'' مسلمانوں نے اس حدیث کو اس جھگڑے میں بنیاد قرار دیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء اور پیروی آپ ﷺ کے ہر حکم میں واجب ہے خواہ وہ حکم غصہ کی حالت میں دیا جائے یا خوشی کی کیفیت میں تاہم آپ ﷺ نے قاضی کو غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ دونوں حالتوں

Marfat.com

(غصہ اور خوشی) میں معصوم تھے اور آپ ﷺ کا اس معاملے میں غصہ محض اللہ کے لئے تھا اپنے نفس کے لئے نہیں تھا۔ یہ بات صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

اور ایسا ہی عکاشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جب آپ ﷺ نے عکاشہ سے کہا تھا کہ ''تم مجھ سے اپنا بدلہ لے لو'' اور آپ ﷺ نے یہ بات قصداً نہیں فرمائی تھی کہ غصے میں آپ ﷺ نے ایسا ارشاد فرمادیا ہو بلکہ خود حدیث میں ہے کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ''نبی کریم ﷺ نے مجھے چھڑی ماری تھی اور میں یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے عمداً ماری تھی یا آپ ﷺ نے اونٹنی کو مارنے کا ارادہ کیا تھا''۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عکاشہ میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ اللہ کا رسول (ﷺ) تجھے عمداً مارے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بدو نے نبی کریم ﷺ سے قصاص طلب کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو قصاص لے لے''۔ اس وقت اس اعرابی نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو معاف کردیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اسے ایک کوڑا مارا تھا جبکہ وہ آپ ﷺ کی اونٹنی سے لٹک گیا تھا آپ ﷺ نے اسے بارہا منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''تو اپنی مراد پائے گا''۔ مگر وہ اونٹنی کو چھوڑنے سے انکار کرتا رہا تین مرتبہ منع کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اسے ایک کوڑا مارا اور آپ ﷺ کا یہ عمل اس شخص کے لئے تھا جو آپ ﷺ کے بار بار منع کرنے کے باوجود باز نہ آئے آپ ﷺ کا یہ اقدام صحیح اور بہتر تھا' ادب کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی نہ کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے تو اس پر شفقت فرمائی ورنہ آپ ﷺ کو اُس کو اِس سے زیادہ سزا دینے کا حق تھا۔

اور وہ جو حضرت سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ اس حال میں حاضر ہوا کہ اپنے سر میں ورس لگائے ہوئے تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ورس ہے ورس ہے اس کو اتار دے اور ایک چھڑی سے جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی آپ ﷺ نے میرے پیٹ میں ٹھوکا لگایا جس سے مجھے تکلیف ہوئی''۔ میں نے کہا ''یا رسول ﷺ میں قصاص چاہتا ہوں''۔ تب آپ ﷺ نے اپنا شکم مبارک کھول دیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غلط چیز پر ان کو چھڑی سے کچوکا دیا تھا اور

Marfat.com

آپ ﷺ نے ایسا صرف تنبیہ کے لئے کیا' لیکن جب حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو اس سے تکلیف پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ان سے قصاص لینے کو کہا' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

فصل : ۷

نبی کریم ﷺ کے دنیوی افعال

۱۷۱۰ تا ۱۷۱۹...... نبی کریم ﷺ کے ان دنیوی افعال کے بارے میں تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جن مین کراہت تھی اور آپ ﷺ نے ان سے پرہیز فرمایا البتہ سہو کا جواز ہے اور اس کے بارے میں بھی ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ نبوت کی شان کے منافی نہیں۔ یہ باتیں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عام افعال درست اور صحیح تھے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہیں کہ آپ ﷺ کے سارے افعال عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ تھے کیونکہ آپ ﷺ اپنے لئے صرف وہی چیز لیتے جو ضروری ہوتی اور جس سے بس جسم کی بقا ہوتی یا آپ ﷺ کی ذات کی کوئی مصلحت ہوتی تا کہ آپ ﷺ اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہیں شریعت کو قائم کریں اور اپنی امت پر اپنے حکم کو نافذ فرمائیں رہا سوال ان باتوں کا جو آپ ﷺ کے اور لوگوں کے درمیان تھیں تو اس کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ جب بات کرتے تو اچھی بات کرتے یا کسی کے اوپر اس طرح بخشش فرما دیتے کہ اسے غنی کر دیتے یا آپ ﷺ کی گفتگو بڑی عمدہ ہوتی' یا آپ ﷺ مخالفوں کی دلجوئی فرماتے یا دشمن کو جھڑکتے یا حاسد کی مدارات فرماتے اور یہ سارے امور آپ ﷺ کے دوسرے عمدہ افعال کی طرح آپ ﷺ کی عبادات کے پاک وظائف سے ملتے ہیں اور کبھی نبی کریم ﷺ اپنے دنیوی افعال میں احوال کے اختلاف کی وجہ سے (دوسروں سے) اختلاف فرماتے اور آئندہ پیش آنے والے حالات کی روشنی میں ضروری تیاری فرماتے۔ اگر آپ ﷺ کسی قریبی جگہ پر جانا چاہتے تو گدھا سواری کے لئے استعمال فرماتے۔ سفر میں اونٹنی پر سوار ہوتے اور جہاد میں خچر پر۔ جو آپ ﷺ کے ثابت قدم رہنے کی دلیل ہے آپ ﷺ کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے اور خطرات کے موقع پر فی الفور فریاد رسی کے لئے پہنچنے کے واسطے اسے تیار رکھتے آپ ﷺ اپنے لباس اور دیگر دنیوی امور بھی اپنی امت کی مصلحتوں کو مدنظر

Marfat.com

رکھ کر اور نظامِ سیاست کو برقرار رکھنے کے لئے انجام دیتے اور اس کے خلاف کو ناپسند رکھتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ ایک بات کو دوسری بات کے مقابلے میں زیادہ پسند کرتے تھے لیکن مصالح امت کے پیش نظر اسے ترک کر دیتے۔ یہ عمل آپ ﷺ دینی امور میں بھی اختیار فرماتے کہ دو باتوں میں سے ایک بات کرنے کا آپ ﷺ کو اختیار ہوتا (لیکن امت کی مصلحت کی خاطر آپ ﷺ اسے نہ کرتے) مثلاً آپ ﷺ کا غزوہ احد کے لئے مدینہ سے نکلنا' حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے یہی تھی کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا آپ ﷺ کا منافقوں کے قتل کو ترک کر دینا۔ حالانکہ آپ ﷺ کو یقینی طور پر ان کا حال معلوم تھا۔ لیکن دوسروں کی تالیف قلب کی خاطر اور مؤمنین کی ان سے قرابت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ان کے قتل کو مناسب نہیں سمجھا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

باوجودیکہ خواہش کے خانہ کعبہ کی پرانی تعمیر پر بنیادیں نہ اُٹھانا:

اسی طرح آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو بناء ابراہیم کے مطابق تعمیر نہیں کرایا تاکہ قریش کے جذبات مجروح نہ ہوں کیونکہ وہ کعبے کو گرانا یا بدلنا برا جانتے تھے آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ اگر ایسا کیا گیا تو قریش کے دل میں آپ ﷺ سے نفرت پیدا ہو گی اور ممکن ہے کہ ان کی وہ قدیم نفرت جو دین اسلام اور مسلمانوں سے تھی دوبارہ بیدار ہو جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی اسلام کی طرف نہ آئی ہوتی تو میں بالضرور خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء کے مطابق تعمیر کر دیتا''۔

دُنیاوی معاملات میں نبی کریم ﷺ بہتر مشورے پر عمل پیرا ہوتے:

ایسا بھی ہوتا کہ نبی کریم ﷺ پہلے ایک اقدام فرماتے پھر اسے چھوڑ دیتے اس لئے کہ اس سے بہتر کوئی چیز آپ ﷺ کے سامنے آ جاتی جیسے بدر کے ان کنوؤں کو جو قریش سے زیادہ فاصلے پر واقع تھے چھوڑ کر آپ ﷺ کا ان کنوؤں کی طرف منتقل ہو جانا جو ان کے زیادہ قریب تھے یا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''اگر میں وہ کام جو میں نے بعد میں کیا

Marfat.com

ہے پہلے کرلیا ہوتا تو میں ہدی (قربانی کا جانور) نہ بھیجتا۔

آپ ﷺ کافر اور مسلمان دونوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے' تا کہ ان کی دلجوئی کی جا سکے۔ آپ ﷺ جاہلوں کی غلطیوں پر صبر فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ''وہ شخص بہت برا ہے جس سے لوگ اس کی بدی کی وجہ سے خوف کھائیں'' آپ ﷺ ایسے لوگوں کو بہترین مال دیتے ہیں تا کہ آپ ﷺ کی شریعت اور اللہ کا دین ان کی نظر میں محبوب ہو جائے۔

آپ ﷺ اپنے گھر میں ایک خادم کی طرح کام کرتے اور جب باہر تشریف لاتے تو اس طرح لباس پہن کر تشریف لاتے کہ کوئی عضو بے پردہ نہ ہو اور آپ ﷺ کے صحابہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں اس طرح ادب سے بیٹھے رہتے گویا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ آپ ﷺ اپنے ہم نشینوں سے ان کے بزرگوں کی باتیں کرتے جنہیں وہ پسند کرتے تھے وہ جن باتوں پر ہنستے آپ ﷺ بھی ہنستے آپ ﷺ خندہ پیشانی اور انصاف سے ہر ایک کے ساتھ بغیر کسی حسب ونسب کے پیش آتے۔ آپ ﷺ بھڑک نہیں اٹھتے تھے اور کسی بھی حالت میں سیدھی راہ سے انحراف نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے اپنے دل کی کوئی بات نہیں چھپاتے تھے اور فرماتے کہ ''نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کی آنکھیں خیانت کرتی ہوں''۔

اگر تم یہ کہو کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آرہا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آنے والا شخص قبیلے کا برا شخص ہے۔ لیکن جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس سے بڑی نرمی اور اخلاق سے بات کی اور دیر تک اس سے ہنستے بولتے رہے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''وہ شخص بہت برا ہے جس کی بدی کے باعث لوگ اس سے ڈریں'' تو بھلا یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا ظاہری رویہ آپ ﷺ کے باطنی خیالات کے خلاف ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل اس کے دل کو خوش کرنے کے لئے تھا تا کہ اس کا ایمان سلامت رہے اور اس کے سبب سے اس کے ماننے والے اسلام میں داخل ہوں اور جب وہ اسے

Marfat.com

دیکھیں تو اسلام کی طرف خود بخود کھنچے لگیں۔ آپ ﷺ کے اس طرح کے اقدامات یعنی دنیاوی مدارات کا مقصود دینی سیاست تھا۔ آپ ﷺ تو لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لئے انہیں بہت سارا مال دے کر خوش کیا کرتے تھے نرم گفتگو تو اس سے کم درجے کی چیز ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اخلاق بڑوں بڑوں کو راہِ راست پر لے آیا:

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "آپ ﷺ نے مجھے مال دیا حالانکہ میں آپ ﷺ کو دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند کرتا تھا لیکن آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے معلوم ہونے لگے"۔

مزید یہ کہ آپ ﷺ کا کسی کے بارے میں یہ فرما دینا کہ "یہ برا شخص ہے"۔ یہ برا نہیں اور نہ اسے غیبت کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہ تو اس لئے تھا کہ انجان شخص کو اس کی حقیقت کا پتہ چل جائے اور وہ ایسے شخص سے پرہیز کرے۔ اس پر بھروسہ نہ کرے خاص کر جبکہ وہ قبیلے کا سردار ہے اور اس قسم کا اظہار جبکہ اس کی احتیاج اور اس کا مقصود دفع ضرر ہو غیبت نہیں بلکہ جائز اور بعض اوقات تو واجب ہو جاتا ہے۔ جس طرح محدثین راویوں پر جرح کرتے ہیں یا گواہوں کا تزکیہ کرنے والے گواہوں کے عیوب سے آگاہ کرتے ہیں۔

اور اگر کہا جائے کہ اس مشکل حدیث بریرہؓ میں نبی کریم ﷺ کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا جبکہ انہوں نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ بریرہؓ کے مالک انہیں ولاء کی شرط کے علاوہ بیچنے سے انکار کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ولاء شرط پر ان سے خرید لو۔ تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خرید لیا۔

پھر آپ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ درانحالیکہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے حکم دیا کہ وہ شرط لگالیں اور انہوں نے اسی شرط پر حضرت بریرہؓ کو بیچا اگر یہ شرط نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ نہ بیچتے۔ جیسا کہ شرط لگانے سے قبل انہوں نے بیچنے سے انکار کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس شرط کو

Marfat.com

انہوں نے مقرر کرالیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس شرط کو باطل قرار دے دیا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے خود کھوٹ اور دھوکے کو حرام فرمایا ہے۔

جان لو! خدا تمہیں عزت دے کہ نبی کریم ﷺ ان امور سے پاک ہیں جو نادان انسان کے دل میں آتے ہیں اور اہل علم کے ایک گروہ نے جو نبی کریم ﷺ کو معصوم جانتے ہیں اس زیادتی کا جو نبی کریم حدیث میں کی گئی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''تم ولا کی شرط کرلو'' انکار کیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی زیادتی اس حدیث کے اکثر طریقوں اور روایتوں میں نہیں ہے۔

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ زیادتی درست ہے۔ تب بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ لھم کے معنی علیھم کے آتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ﴾ [الرعد:۲۵]

''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے''۔

اس مقام پر لھم' علیھم کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اس طرح فرمایا:

﴿وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ [الاسراء:۷]

''اگر تم برائی کرو گے تو ان پر ہوگی''۔

اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ ''ان کے برخلاف اپنے لئے ولاء کی شرط کرلو'' اب رہا سوال نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے اپنے لئے ولاء کی (ایک ناجائز) شرط لگائی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ قول کہ ''ان کے لئے ولاء کی شرط کرلو'' امر کے معنی میں نہیں بلکہ برابری اور خبر کے معنی میں ہے کہ یہ شرط ان کے لئے نفع بخش نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ انہیں پہلے ہی یہ بتا چکے تھے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوتی ہے تو گویا آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا کہ ''چاہے تم شرط کرو یا نہ کرو برابر ہے اس لئے کہ یہ شرط ان کیلئے مفید نہیں ہے۔ اسی توجیہ کی طرف داؤدی گئے ہیں اور نبی کریم ﷺ کا انہیں جھڑکنا اور ملامت کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کو پہلے ہی سے اس بات کا علم تھا۔

Marfat.com

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول کہ ''ان کے لئے ولاء شرط کرلو'' کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے سامنے ولاء کا حکم ظاہر کردو اور ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی سنت بیان کردو کہ ولاء اسی کے لئے ہوتی ہے۔ جو (غلام باندی کو) آزاد کرے پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ اس بات کو ظاہر کرنے اور انّ کے مخالفت کرنے کی وجہ سے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کو جھڑ کا اور ملامت فرمائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر وارد ایک اعتراض اور اُس کا مسکت جواب:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فعل کے کیا معنی ہوں گے جوانہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا کہ ''برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا اور اسے سرقہ (چوری) کا نام دیا اور پھر جو کچھ اس سلسلے میں ان کے بھائیوں کے ساتھ ہوا پھر ان کا یہ کہنا کہ:

﴿اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ﴾ [یوسف: ۷۰]

''بے شک تم لوگ چور ہو''۔

حالانکہ وہ چور نہیں تھے۔

تو جان لو! خدا تمہیں عزت دے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یوں یوسف علیہ السلام کا یہ قول اللہ عزوجل کے حکم سے تھا' کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [یوسف: ۷٦]

''اور اسی طرح ہم نے یوسفؑ کے لئے تدبیر کی ورنہ وہ اپنے بھائی کو اپنے مذہب میں نہیں لے سکتا تھا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

جب یہ بات ہے تو پھر اعتراض کی سرے سے گنجائش ہی نہیں ہے مزید برآں یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ ''میں تمہارا بھائی ہوں تم غم نہ کرو''۔ لہٰذا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ انّ کے بھائی کی رضا سے ہوا اور انہیں اس بات کا اندازہ تھا کہ نتیجہ بہتر ہی نکلے گا رہا سوال کہ پھر قافلے والوں کو کیوں کہا:

Marfat.com

﴿اَيَّتُهَا الْعِيرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ﴾ [یوسف: ۷۰]

''قافلے والو! تم ضرور بالضرور چور ہو''۔

(حالانکہ وہ چور نہیں تھے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نہیں تھا کہ اس کا جواب دیا جائے۔ اگر یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہوتا تو اس کی تاویل و توجیہ کی جاتی۔

بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان بھائیوں نے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کی تھی اور انہیں بیچا تھا اس لئے انہیں چور کہا گیا۔ بعض کچھ دوسری باتیں بیان کرتے ہیں تاہم انبیاء علیہم السلام کی طرف خواہ مخواہ ایسی باتوں کی نسبت یہ کہہ کر نہیں کرنی چاہئے کہ ''انہوں نے ایسا کہا ہوگا'' پھر ان کی عصمت کو ثابت کرنے کے لئے ان باتوں کا جواب دیا جائے گا اگر دوسرے لوگ اس طرح کی غلطی کریں تو ان کی لغزشوں کا عذر واجب بھی نہیں (کیونکہ وہ لوگ معصوم تو نہیں تھے)۔

فصل: ۸

انبیاء علیہم السلام کی آزمائش میں حکمتِ الٰہیہ

اگر کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی حال تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بلا وجہ امتحان میں مبتلا کیا جیسے حضرت ایوب' حضرت یعقوب' حضرت دانیال' حضرت یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت عیسیٰ' حضرات ابراہیم علیہم السلام وغیرہم کہ انہیں مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا حالانکہ یہ حضرات اللہ کی تمام مخلوقات میں اللہ کے پسندیدہ' اس کے دوست اور برگزیدہ لوگ تھے۔

جان لو! اللہ تمہیں نیک توفیق دے کہ اللہ عزوجل کے تمام افعال عدل پر مبنی اور اس کی تمام باتیں سچی ہیں اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے جیسا کہ ان سے کہتا ہے کہ ہم تمہارے عمل کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

﴿وَلِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [ھود: ۷]

Marfat.com

''تا کہ وہ تمہیں دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرتا ہے''۔

اور تا کہ اللہ عزوجل تم میں سے مومنوں کو جان لے اور دیکھ لے کہ کون جہاد کرتے ہیں اور جان لے کہ کون صبر کرنے والے ہیں۔

اللہ تبارک وعزوجل اپنے ان برگزیدہ بندوں کا جو امتحان لیتا ہے اس سے ان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے ان کے درجات میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ ان سے صبر و رضا' تسلیم وتوکل' خود سپاری دعا' تضرع' عاجزی اور تذلل کے حالات ظاہر ہوں۔ ان کی بصیرت میں اضافہ ہو جس سے وہ کسی مصیبت زدہ شخص پر شفقت کریں دوسروں کو اس سے سبق ملے اور وہ لوگ بھی دوسروں کی مصیبت میں دادرسی کریں صبر و رضا کے معاملے میں ان کی پیروی کی جائے اور پہلے جو لغزشیں ان سے سرزد ہوئیں یا لاپرواہیوں کا صدور ہوا وہ محو ہو جائیں تا کہ وہ اللہ سے پاک صاف ہو کر ملیں اور ان کا اجر کامل اور ثواب زیادہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ انسان اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے:

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ مصیبتیں کن پر آتی ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں' اس کے بعد ان پر جو انبیاء علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''انسان اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے بندے پر برابر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اسے اس حال میں چھوڑتی ہیں کہ زمین پر چلتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ﴾ [آل عمران:١٤٦]

''اور بہت سے ایسے نبی گزرے ہیں کہ ان کے ساتھ مل کر اللہ والوں کی ایک بڑی جماعت نے جہاد کیا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی جان' مال اور اولاد کے سلسلے میں جو مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل سے گناہوں سے پاک صاف ہو کر ملتا

Marfat.com

ہے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ عزوجل اپنے بندے کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اسے (اس کی غلطیوں اور گناہوں پر) سزا دینے میں جلدی کرتا ہے اور اگر وہ کسی بندے کی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو جو مصیبتیں اس کے گناہوں کے باعث آنے والی ہوتی ہیں انہیں روک لیتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سزا پائے'' ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو اسے مصیبتوں میں ڈالتا ہے تاکہ وہ اس کی گریہ وزاری اور عاجزی سنے۔

لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

سمرقندی نے بیان کیا کہ جو شخص جتنا ہی بارگاہ الٰہی میں معزز ہوتا ہے اتنی ہی اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے تاکہ اس کی فضیلت ظاہر ہو اور وہ ثواب کا مستحق ٹھہرے جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ''میرے پیارے بیٹے' سونے اور چاندی کو آگ میں بھٹی میں ڈال کر پرکھا جاتا ہے اور مومن کو آزمائش میں مبتلا کر کے'' روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو محض اس لئے آزمائش میں ڈالا گیا کہ نماز کے دوران انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف محبت میں اس وقت توجہ کر دی تھی جبکہ وہ سو رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''ایک دن وہ دونوں حضرات ایک بھنے ہوئے چھوٹے بکرے کا گوشت کھا رہے تھے اور وہ خوش ہو رہے تھے حالانکہ ان کے پڑوس میں ایک یتیم تھا جس نے گوشت کی خوشبو سونگھی اور اس کے دل میں گوشت کھانے کی خواہش ابھری لیکن نہ ملنے کی وجہ سے وہ رو پڑا جب اس کی بوڑھی دادی نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو پڑی۔ یتیم اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان صرف ایک دیوار کا فاصلہ تھا' مگر دونوں حضرات یعنی حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کی خبر نہ ہوئی اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی گرفت ہوگئی اور انہیں یوسف علیہ السلام کے غم میں اتنا رونا پڑا کہ ان کی آنکھیں روتے روتے سفید ہوگئیں' جب بعد میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا تو اس کے بعد ان کا ساری زندگی کا معمول یہ ہو گیا تھا کہ ایک شخص ان کی چھت پر چڑھ کر پکارتا

Marfat.com

کہ ''جو شخص چاہے وہ آل یعقوب کے ساتھ آ کر کھانا کھالے'' اور یوسف علیہ السلام ان تکلیفوں میں مبتلا کئے گئے جن کا تذکرہ اللہ عزوجل نے (قرآن) میں فرمایا ہے (یعنی قید و بند)۔

لیث سے روایت ہے کہ ''حضرت ایوب علیہ السلام کی تکالیف کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی بستی والوں کے ہمراہ بادشاہ کے پاس گئے تھے۔ دوسرے لوگوں نے تو بادشاہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی لیکن حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی کھیتی کے خیال سے نرمی برتی اور دوسرے لوگوں کی طرح اس سے سخت کلامی نہیں کی۔ محض اسی بات پر اللہ عزوجل نے ان کی گرفت کر لی اور انہیں بلا میں گرفتار کر دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن اسباب کی بنا پر آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا ان کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں' یعنی یہ ان کا خیال تھا کہ ان کے سسرال والے حق پر ہیں یا ان کے گھر میں شرک ہوتا تھا اور انہیں اس کا علم نہیں تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت کا بیان:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں جو شدت ہوئی تھی اس کی بھی وجہ یہی تھی کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش ہو رہی تھی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مرض کی تکلیف ہوتے نہیں دیکھا''۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا سخت بخار ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! مجھے تمہارے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے''۔ میں نے عرض کیا ''یہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوہرا اجر ملے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! یہی بات ہے''۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ مبارک پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ واللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بدن مبارک پر ہاتھ رکھنے کی طاقت نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بخار ہے'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت سے ہیں ہم کو دگنی اور چوگنی مصیبت آتی رہتی ہے بعض نبی جوؤں میں اس طرح مبتلا کئے گئے کہ ان کی (تکلیف کی وجہ سے) وفات ہو گئی بعض نبی بھوک میں مبتلا کئے گئے لیکن یہ جماعت مصیبتوں سے اسی طرح خوش ہوتی ہے جس طرح دوسرے عیش و

Marfat.com

آرام سے''۔

جتنی بڑی مصیبت اتنی ہی بڑی جزا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مصیبت جتنی بڑی ہوتی ہے اس کی جزا بھی اتنی بڑی ہوتی ہے اللہ عزوجل جب کسی جماعت کو محبوب بناتا ہے تو اسے مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے پھر جو اس پر راضی ہو جاتی یہ اللہ اس سے راضی اور جو ناراض ہو جاتی ہے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے''۔ اللہ عزوجل کے قول:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ [النساء:۱۲۳]

''جو برائی کرتا ہے اسے اس کا بدلہ دیا جاتا ہے''۔

کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے دی جاتی ہے اور وہ سزا ان کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابی اور حضرت مجاہد سے مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل جس کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس پر مصیبت بھیجتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان پر خواہ کوئی بھی مصیبت آئے اللہ عزوجل اس کے لئے اسے کفارہ بنا دیتا ہے چاہے اسے فقط کانٹا ہی کیوں نہ چبھے''۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مومن کو جو بھی تکلیف، وہم فکر غم، ایذا حتیٰ کہ کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے اللہ عزوجل اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے''۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو یوں جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔''

ایک حکمت جو اللہ عزوجل نے مومن کے امراض اور اس کے لئے پے در پے درد اور تکالیف میں رکھی ہے یہ ہے کہ اس کی نفسیاتی قوت کمزور پڑ جاتی ہے جس سے موت کے وقت اس کی روح کا نکلنا آسان ہو جاتا ہے اور سکرات موت کی شدت بوجہ مرض اور کمزوری کے نہیں ہوتی۔ بخلاف ناگہانی موت کے۔ جیسا کہ مرنے والوں کے احوال

Marfat.com

دیکھے جاتے ہیں کہ کسی کا دم آسانی سے نکل جاتا ہے کسی کو بڑی شدت کا سامنا ہوتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کی مثال کھیتی کے تنے کی سی ہے کہ ہوا اسے کبھی اِدھر پلٹی ہے کبھی اُدھر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''جس طرف سے اس پر ہوا آتی ہے اسی طرف اس کو پلٹا دیتی ہے اور جب وہ بند ہو جاتی ہے تو تنہ برابر کھڑا ہو جاتا ہے ایسا ہی مومن ہے کہ بلا اور مصائب کے ساتھ الٹتا پلٹتا رہتا ہے اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے جو ٹھوس کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی مرتبہ میں اللہ عزوجل اسے اُکھیڑ پھینکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن مصائب و آلام میں گھرا رہتا ہے۔ امراض میں مبتلا اللہ کی تقدیر پر راضی رہتا ہے اس کا فرماں بردار و اطاعت شعار۔ مومن کا دل راضی بہ رضا ہونے کی وجہ سے نرم رہتا ہے۔ وہ غصہ نہیں کرتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ کھیتی کا تنہ ہواؤں کا فرمانبردار ہوتا ہے کہ جس طرف وہ اسے لے جائیں اسی طرف پلٹ جاتا ہے اور جس طرف سے آئیں اسی طرف کو جھک جاتا ہے اور جب اللہ عزوجل مومن سے اپنی نازل کردہ بلاؤں کو دور کر دیتا ہے تو وہ برابر صحیح ہو جاتا ہے جس طرح کہ کھیتی کا تنہ ہواؤں کے سکون کے وقت سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے' جب مومن سے بلا دور ہوتی ہے تو وہ (اتراتا نہیں) بلکہ اپنے رب کے شکر اور اس کے انعامات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی رحمت و ثواب کا منتظر رہتا ہے۔ اور جب اس کا یہ وطیرہ ہو تو اس کے لئے مرض الموت اور جان کنی کی تکلیفیں مشکل نہیں معلوم ہوتیں۔ کیونکہ وہ تو درد برداشت کرنے کا عادی ہوتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اس میں اجر ہے مرض اور اس کی سختیوں کو جھیل جھیل کر اس کا نفس مصیبتوں اور ضعف کا عادی ہو جاتا ہے۔ کافر اس کے برخلاف ہے۔ وہ اکثر حالات میں تندرست رہتا ہے اور اپنے جسم کی صحت سے نفع حاصل کرتا ہے۔ صنوبر کے درخت کی طرح ٹھوس رہتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ عزوجل اسے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو دھوکے سے اسے موت کے وقت اکھاڑ پھینکتا ہے اور اچانک اسے بغیر کسی نرمی یا مہربانی کے پکڑ لیتا ہے۔ اس کی موت نزع کی تکلیف اور حسرت و یاس کے اعتبار سے بہت سخت ہوتی ہے۔ چونکہ اس کا نفس قوی اور جسم تندرست ہوتا ہے اس لئے اسے تکلیف اور سختی بھی بہت ہوتی ہے۔

Marfat.com

مزید برآں اس کے لئے اس سے سخت آخرت کا عذاب ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾[الاعراف:۹۵]

''سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں اس کا وہم بھی نہ تھا''۔

اللہ عزوجل کی اپنے دشمنوں کے ساتھ یہی عادت رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ﴾[العنکبوت:۴۰]

''ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کے سبب پکڑا بعض وہ تھے جن پر ہم نے پتھر برسائے اور بعض وہ تھے جنہیں کڑک نے پکڑ لیا''۔

اللہ عزوجل نے ان سب کو حادثاتی موت کے ذریعہ سرکشی اور بغاوت اور غفلت کی حالت میں ہلاک کر دیا اور صبح کے وقت بغیر کسی تیاری کے اچانک انہیں پکڑ لیا۔

اسی لئے سلف صالحین کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اچانک موت کو ناپسند کرتے تھے اور بزرگان سلف میں ابراہیم نخعی کی حدیث میں ہے کہ سلف اس طرح کی گرفت کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ غضب کے مشابہ ہے یعنی وہ حضرات ناگہانی موت کو برا جانتے تھے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ بیماریاں موت کی خبر دینے والی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس قدر بیماریاں سخت ہوں گی موت آنے کا خوف بھی زیادہ ہوگا لہٰذا جس کو امراض ہوتے ہیں وہ کسی قدر تیار ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ اب اپنے رب سے ملنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس لئے وہ دنیا سے اعراض کرنے لگتا ہے۔ اس کا دل آخرت سے لگ جاتا ہے اور اس چیز سے جس سے مواخذے کا خوف ہو نکل جاتا ہے' چاہے وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہو یا بندے کی طرف سے' اہل حقوق کے حق ادا کرتا ہے۔ جس مال متروکہ کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہے اس پر غور و فکر کرتا ہے جس سے جو عہد کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ہی کو دیکھو کہ آپ ﷺ نے مرض وفات میں جس شخص کا آپ پر جانی مالی یا بدنی حق تھا

Marfat.com

اسے پورا کرنے کا ارادہ فرمایا اور مال و بدن کے معاملات میں جس نے آپ سے قصاص لینا چاہا آپ ﷺ نے اسے قصاص لینے کی اجازت دی۔ جیسا کہ فضل کی حدیث اور حدیث وفات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ثقلین یعنی کتاب اللہ اور اپنے آل اطہار کے بارے میں وصیت کی۔ انصار کے بارے میں بھی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے کاغذ طلب فرمایا کہ وہ باتیں لکھوا دیں جن کی بدولت امت آپ ﷺ کے بعد گمراہی میں نہ مبتلا ہو۔ چاہے خلافت کے بارے میں وہ بات تھی یا کسی چیز کے بارے میں وہ بات تھی یا اس کے بعد آپ ﷺ نے نہ لکھوانا ہی بہتر خیال فرمایا۔ غرضکہ اللہ کے مومن بندوں اور متقی دوستوں کی عادت ایسی ہی ہے اور ان باتوں کے لحاظ سے کفار محروم رہتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ خوب گناہ کریں اللہ عزوجل کفار کو بتدریج اس مقام پر پہنچاتا ہے جس کا انہیں کوئی اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾ [یٰسین:۴۹]

''وہ صرف ایک کڑک کا انتظار کرتے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے کہ وہ آپس میں جھگڑتے ہوں پھر ان کے حال پر ہوگا کہ وہ وصیت کرنے یا اپنے گھر لوٹنے کی بھی طاقت نہیں رکھیں گے''۔

اسی لئے ایک شخص کی ناگہانی موت پر نبی کریم ﷺ نے سبحان اللہ فرمایا گویا آپ ﷺ نے اس ناگہانی موت کو غضب الٰہی تصور فرمایا کیونکہ وہ وصیت کرنے سے محروم رہ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ناگہانی موت کو مومن کے لئے باعث راحت قرار دیا ہے۔ البتہ کافر کے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن چاہے جس حال میں مرے وہ کسی قدر موت کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوتا ہے اور اس کے آنے کا انتظار کرتا رہتا ہے اس لئے موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ موت کے بعد مومن دنیوی مصائب و آلام سے چھٹکارا پا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان موت سے راحت پاتے ہیں اور راحت دیئے جاتے ہیں' برخلاف اس کے کافر کو جب موت آتی ہے تو وہ اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوتا۔ نہ اس کو اکثر ایسے امراض لاحق ہوتے ہیں جن سے اسے

Marfat.com

موت کے قریب ہونے کا احساس ہو۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

﴿بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾

[الانبیاء: ۴۰]

''بلکہ ان کی موت اچانک آ جاتی ہے اور انہیں مبہوت بنا دیتی ہے پھر وہ اسے لوٹا بھی نہیں پاتے نہ انہیں مہلت ہی ملتی ہے''۔

لہٰذا موت ان کے لئے بہت سخت ہوتی ہے دنیا چھوڑنا انہیں بھیانک معلوم ہوتا ہے وہ سخت صدمے اور افسوس سے دوچار ہوتے ہیں اور اسی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''جو اللہ عزوجل کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ عزوجل بھی اسے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ عزوجل بھی اس سے ملنے کو ناپسند فرماتا ہے''۔

چوتھی قسم:

گستاخِ رسول کی سزا

۱۷۴۸ تا ۱۷۶۰..... قاضی ابوالفضل' اللہ عزوجل انہیں نیک توفیق دے' کہتا ہے کہ اس سے قبل از روئے کتاب وسنت و اجماع امت نبی کریم ﷺ کے جو حقوق امت پر واجب ہیں بیان ہو چکے ہیں اور بتلایا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم بجالانے کے کیا احکام ہیں۔ جس قدر آپ ﷺ کی توقیر و عزت ہے اسی کے موافق اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ایذا رسانی کو اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور ساری امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ ﷺ کو برا کہے وہ واجب القتل ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ [الاحزاب: ۵۷]

''جو لوگ اللہ و رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ اور اللہ نے ان کے لئے توہین آمیز عذاب تیار کیا ہے''۔

Marfat.com

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [التوبہ:٦١]

''اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا﴾ [الاحزاب:٥٣]

''تمہارے لئے یہ درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ نہ یہ جائز ہے کہ کبھی بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو اپنے نکاح میں لاؤ۔ کیونکہ بلاشبہ یہ بات اللہ عزوجل کے نزدیک گناہ عظیم ہے''۔

نبی کریم ﷺ سے استہزاء کرنا اشارۃً یا کنایۃً حرام ہے:

اللہ عزوجل نے اشارۃً (یا کنایۃً) بھی نبی کریم ﷺ پر طنز کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا﴾

[البقرہ: ١٠٤]

''اے ایمان والو! راعنا مت کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور سنو کیونکہ یہودی (طنزاً) آپ ﷺ سے کہتے ہیں اے محمد (ﷺ) راعنا یعنی ہماری طرف کان لگائیں!''

وہ اس لفظ سے رعونت کی طرف اشارہ کرتے تھے' تب اللہ عزوجل نے مومنوں کو ان سے مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمادیا اور آپ ﷺ پر طنز کے اس ذریعہ کو قطع کر دیا۔ بایں طور کہ مومنوں کو اس سے منع کر دیا تا کہ اس کے سبب سے منافق اور کافر لوگ آپ ﷺ کی توہین نہ کریں اور آپ ﷺ کا مذاق نہ اڑائیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس لفظ (راعنا) کو کہنے سے اس لئے منع کر دیا گیا کہ دو

Marfat.com

معنوں والا تھا۔ وہ باتیں ہم سے سنیں جو سننے کے قابل نہیں ہیں یہودی یہی معنی مراد لیتے تھے اس لئے مسلمانوں کو ایسا لفظ استعمال کرنے سے منع کر دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ میں بے ادبی اور آپ ﷺ کی شان کے خلاف بات تھی اس لئے منع کیا گیا کیونکہ انصار کے محاورے میں یہ اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ ''آپ ﷺ ہمارے حقوق کا لحاظ کریں تو ہم آپ ﷺ کے حقوق کی پاسداری کریں گے'' تو اس کا مطلب تو گویا یہ ہوا کہ ''ہم آپ ﷺ کا لحاظ اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارا لحاظ کرتے ہیں'' یہ ایک قسم کی بے ادبی تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر تو ہر حال میں واجب ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایسے لفظ کے استعمال کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اسی لئے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی کنیت پر اپنی کنیت رکھنے سے منع کر دیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے نام پر اپنا نام رکھا کرو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھا کرو'' اس حکم میں آپ ﷺ نے اپنے نفس کی حفاظت اور اپنی تکلیف سے بچاؤ کا اہتمام فرمایا ہے۔ کیونکہ ایک شخص نے ''ابو القاسم!'' کہہ کر کسی کو پکارا تو آپ ﷺ نے اُس کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ ''میں نے آپ ﷺ کو نہیں پکارا تھا۔ بلکہ میں نے اس شخص کو پکارا تھا'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرما دیا' تاکہ آپ ﷺ کو خواہ مخواہ اس شخص کو جواب دینے کی زحمت نہ گوارا کرنی پڑے جو آپ ﷺ کو نہیں پکارتا' منافق اور مذاق اڑانے والے اس چیز کو آپ ﷺ کی ایذا رسانی اور تحقیر کا ایک ذریعہ بنایا کرتے تھے۔ اس طرح کہ وہ (ابو القاسم کہہ کر) آپ ﷺ کو پکارتے اور جب آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ کہتے کہ ''ہم تو دوسرے شخص کو پکار رہے ہیں اس حرکت سے ان کا مقصود صرف آپ ﷺ کی تحقیر اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی تھا۔ جس طرح مسخرے لوگ کیا کرتے ہیں ان حالات میں آپ ﷺ نے اپنی حفاظت فرمائی۔

ابو القاسم نام رکھنے کی ممانعت فقط حیات نبوی (ﷺ) میں تھی:

محققین علماء نے اس کی ممانعت کو آپ ﷺ کی حیات تک محدود کیا ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اجازت دے دی ہے۔ اس حدیث میں علماء کے چند مذاہب

Marfat.com

ہیں جن کا ذکر کا یہ موقع نہیں ہم نے جو یہاں ذکر کیا ہے وہ صرف جمہور علماء کا مذہب ہے اور یہی درست ہے یہ جو ممانعت ہے وہ محض اس لئے کہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھا جائے۔ ایسا کرنا استحباب ہے نہ کہ حرام۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے نام پر نام رکھنے سے منع نہیں فرمایا ہے البتہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور:٦٣]

"جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح رسول اللہ (ﷺ) کو نہ پکارا کرو"۔

البتہ مسلمان آپ ﷺ کو یا رسول اللہ! کہہ کر پکارتے تھے اور کبھی آپ ﷺ کی کنیت کے ساتھ "یا ابا القاسم!" کہہ کر پکارتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے نام کی بے توقیری کا اندیشہ ہو تو آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو اور پھر ان کو لعنت کرتے ہو[1]۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ کسی شخص کا نام نبی ﷺ کے نام پر مت رکھو۔ اس کو ابو جعفر طبری نے بیان کیا ہے اور محمد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جس کا نام محمد تھا دیکھا کہ دوسرا شخص اسے گالی دے رہا ہے اور اس سے کہہ رہا ہے اے محمد! خدا تجھے ایسا کرے" تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے فرمایا کہ "میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ تمہارے سبب محمد ﷺ کو برا کہا جائے۔ واللہ جب تک میں زندہ ہوں تمہارا نام "محمد" نہ پکارا جائے" اور ان کا نام عبداللہ رکھ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس بات کی عام ممانعت کر دیں کہ عزت کے لئے ہی سہی کوئی شخص انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام نہ رکھے لیکن بعد میں آپ اس خیال سے باز رہے اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے نام پر نام اور

[1] اسی مسئلے کی بابت مصنف" جلد: اوّل میں بڑی تفصیل سے کلام کر چکے ہیں وہاں سے ملاحظہ کر لیا جائے۔
(مترجم)

Marfat.com

آپ ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنا دونوں جائز ہیں۔ کیونکہ صحابہ اس پر متفق ہیں صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے اپنے بیٹے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی تھی اور روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی اور نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ امام مہدی کا یہی نام اور یہی کنیت ہوگی۔ (یعنی نام محمد اور کنیت ابوالقاسم) اور خود نبی کریم ﷺ نے بعض لڑکوں کا یہ نام رکھا ہے مثلاً محمد بن طلحہ' محمد بن عمرو بن حزم' محمد بن ثابت بن قیس اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں کہ ہمارے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

اس قسم میں ہم نے تفصیل سے دو بابوں پر کلام کیا ہے۔

باب اوّل

نبی کریم ﷺ کی ذات' نسب' دین یا عادت کی طرف نقص بیان کرنے والے شاتم رسول کا بیان

جان لو (اللہ تمہیں اور ہمیں نیک توفیق دے کہ) جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے۔ (العیاذ باللہ) یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا کسی نقص کی نسبت آپ ﷺ کی ذات یا نسب یا دین یا آپ ﷺ کی عادات میں سے کسی عادت کی طرف کرے یا آپ ﷺ کو بطریق گستاخی کسی چیز سے تشبیہ دے یا آپ ﷺ کو ناقص کہے یا آپ ﷺ کی شان کو کم کرے یا آپ ﷺ پر یا آپ ﷺ کی کسی بات پر عیب لگائے تو گویا وہ شاتم النبی ہے' اس کے بارے میں وہی حکم ہے جو صراحتاً آپ ﷺ کو گالی دینے والا کا ہے کہ اسے قتل کیا جائے' ہم اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے اور کسی قسم کی بات کو نہ کریں گے نہ اجمالاً بیان کریں گے۔

اسی طرح جو شخص آپ ﷺ پر لعنت کرے یا آپ ﷺ کے حق میں بددعا کرے یا آپ ﷺ کے لئے کسی ضرر کی آرزو کرے یا آپ ﷺ کی طرف سے ایسی شے کی نسبت کرے جو آپ ﷺ کی شان کے لائق نہ ہو اور اس کا مقصد آپ ﷺ کی برائی یا آپ ﷺ

Marfat.com

پر عیب لگانا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیہودہ کلام کرے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے یا بری بات بکے' یا جھوٹ کہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سختیاں یا مصیبتیں آئیں ان کی بنا پر عار دلائے یا بشریت کی وجہ سے عادۃً جو عارضے (از قسم بیماری' بھوک' وفات) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوئے ان کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کو کم کرے یہ سب ناجائز اور حرام کام ہیں اس پر علماء کرام اور صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک جتنے فتویٰ دینے والے امام گزرے ہیں سب کا اتفاق و اجماع ہے۔

عامہ اہل علم کے ہاں گستاخِ رسول کی سزا موت ہے:

ابوبکر بن منذر نے کہا ہے کہ عامہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کر دینا چاہیے۔ یہ بات حضرت مالک بن انس' لیث' احمد اور اسحاق وغیرہم نے بھی کہی ہے' یہی امام شافعیؒ کا بھی مسلک ہے۔

قاضی ابوالفضل نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا بھی تقاضا یہی ہے اور تمام علماء کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی نیز سفیان ثوریؒ، اہل کوفہ اور اوزاعیؒ کا بھی یہی خیال ہے البتہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ "یہ عمل ارتداد ہے"۔ ولید بن مسلم نے امام مالکؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے بھی یہ روایت ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نقص نکالے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برأت کا اظہار کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے بقول سحنون وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والوں میں شمار کیا جائے گا اور یہ سارے کام ارتداد اور زندقہ کے ہیں۔ اسی بناء پر ایسے شخص سے توبہ کرانے اور اس کی تکفیر کرنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا اس کو قتل کر دینا حد شرعی ہے یا محض تکفیر ہی کافی ہے۔ دوسرے باب میں انشاء اللہ ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

البتہ اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا شخص مباح الدم ہے۔ سلفؒ امت اور تمام دیار و امصار کے علماء اس بات پر متفق ہیں بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کے قتل و تکفیر پر اجماع ہے بعض اہل ظواہر نے کہا ہے اور وہ ابومحمد علی بن احمد الفارسی ہیں کہ

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تکفیر میں انہیں اختلاف ہے۔ لیکن مشہور بات وہی ہے جو محمد بن سحنون کے حوالے سے میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ''تمام علمائے امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ شاتم النبی یا وہ شخص جو آپ ﷺ میں نقص نکالے کافر اور مستوجب وعید عذاب ہے اور پوری امت کے نزدیک واجب القتل[1] ہے جو شخص ایسے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک ایسے ہی شخص کو مار ڈالنا:

ابراہیم بن حسین بن خالد الفقیہ نے اس سلسلے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے دلیل پکڑی ہے کہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو محض اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو ''تمہارے ساتھی'' کہا تھا۔ (تمہارے رسول نہیں کہا۔)

ابوسلیمان خطابی نے کہا کہ میں ''مسلمان علماء میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو آپ ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا قائل نہ ہو جبکہ وہ مسلمان ہو''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو توبہ بھی قبول کئے جانے کے قائل نہیں تھے:

ابوالقاسم نے ابن سحنون کی کتاب میں امام مالکؒ سے روایت کی ہے نیز مبسوط اور عتبیہ میں ہے کہ ''جو مسلمان نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ نہیں قبول کی جائے گی''۔

ابن القاسم نے عتبیہ میں لکھا ہے کہ ''جو نبی اکرم ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ ﷺ میں نقص نکالے اسے قتل کیا جائے اور ساری امت کے نزدیک اس کو قتل کرنے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح زندیق کو قتل کرنے کا اس لئے کہ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو فرض قرار دیا ہے۔

---

[1] اگر ایسا شخص جو العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے کچھ حکومتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے سزا سے بچ بھی جائے تو دنیا میں جس طرح چوہے سے بھی بدتر اُس کا حال ہو جاتا ہے اور ہر وقت بل ہی میں چھپتا پھرتا ہے وہی حال اُس کا بھی ہو جاتا ہے۔ ہمارے اپنے زمانے میں سلمان رُشدی ملعون اور بنگلہ دیشی خاتون کا اپنے غیر ملکی آقاؤں کی پشت پناہی پر ایسی گستاخی کرنے پر جو حال ہے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ہے کہ اب تو وہ اپنے سگے بہن بھائیوں سے بھی ملتے ہوئے کتراتے ہیں کہ کہیں کوئی اُنہیں مار نہ دے۔ (مترجم)

Marfat.com

مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے مروی ہے کہ ''جو شخص مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے یا زندہ سولی دی جائے اس کی توبہ نہ قبول کی جائے اور حاکم کو اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی دے یا اس کی گردن مار دے''۔ ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت میں ہے کہ ہم نے امام مالکؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ''جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا برا کہے یا عیب لگائے یا آپ ﷺ پر کوئی نقص عائد کرے اسے قتل کیا جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے'' اور امام احمد بن ابراہیم کی کتاب میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ''جو شخص نبی کریم ﷺ کو یا کسی اور نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے گی چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر'' اصبغ کہتے ہیں کہ ''ہر صورت میں اسے قتل کیا جائے چاہے وہ علانیہ گالی دے یا خفیہ طور پر اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے کیونکہ ان کی توبہ کا حال معلوم نہیں۔

عبداللہ بن عبدالحکم سے روایت ہے کہ ''جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر''۔

اشہب نے امام مالکؒ سے اور امام مالکؒ نے وہب سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ ''نبی ﷺ کی چادر یا آپ ﷺ کی قمیص کے کنارے میلے ہے اور اس سے اس کا ارادہ آپ ﷺ کی تحقیر کا ہو تو اسے قتل کیا جائے۔''

انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی شان میں بھی گستاخی واجب القتل ہے:

ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ''جس شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کے لئے ویل (عذاب) یا برے امر کی بددعا کی تو اسے بغیر توبہ کرائے قتل کرنا چاہئے''۔

ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے بارے میں جس نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا کہ ''آپ ﷺ حمال (جو لوگوں پر بوجھ ہو) فتویٰ یہی ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

ابو محمد بن زید القتیر وانی نے اس شخص کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا جس نے کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں گفتگو کرتے سنا تھا عین اسی وقت ایک بدشکل

Marfat.com

اور بد ہیئت شخص وہاں سے گزرا تو اس نے کہا کہ "تم لوگ ان کا حلیہ معلوم کرنا چاہتے ہو؟ لوگوں نے کہا "ہاں" تو اس نے اس قبیح المنظر اور بد ہیئت داڑھی والے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "وہ ایسے ہی تھے" ابو محمد بن زید نے کہا کہ اس کمبخت کی توبہ نہ قبول کی جائے اس پر خدا کی لعنت ہو اس لئے کہ اس نے جو کچھ کہا جھوٹ کہا اور یہ بات کسی ایسے شخص کی زبان سے نکل نہیں سکتی جس کا ایمان سلامت ہو۔

احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون کہتے ہیں کہ "جو شخص یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ کا رنگ سیاہ تھا اسے قتل کیا جائے"۔ انہوں نے اس شخص کے بارے میں جس سے کہا گیا تھا کہ "رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم یہ نہیں ہو سکتا" تو اس نے جواباً کہا (العیاذ باللہ) اللہ عزوجل رسول ﷺ کے ساتھ ایسا کرے اور بہت بری بری باتیں کہیں تو اس سے کہا گیا کہ "اللہ کے دشمن! تو کیا بکتا ہے تو اس نے کہا کہ "میں تو رسول اللہ سے مراد بچھو لے رہا تھا"۔ ابن ابی سلیمان نے اس شخص سے جو اس سے مخاطب تھا کہا کہ میں تمہارا ساتھی اور گواہ ہوں۔ وہ اسے قتل کرنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس کار ثواب میں حصہ لیں۔

حبیب بن الربیع کہتے ہیں حالانکہ جس مقام پر کوئی واضح اور صریح الفاظ استعمال کیا جائے وہاں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور چونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو ملحوظ نہیں رکھا اس لئے وہ مباح الدم تھا۔

ابو عبداللہ بن عتاب نے اس عشار کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا تھا جس نے عشر وصول کرتے وقت ایک شخص سے کہا کہ "عشر تو پہلے ادا کر دو اس کے بعد شکایت کرنی ہو تو رسول اللہ ﷺ سے شکایت کر دینا میں نے اگر عشر طلب کیا ہے تو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے طلب کیا اگر میں جاہل ہوں تو (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ جاہل تھے اور انہوں نے بھی عشر طلب کیا تھا۔

فقہائے اندلس نے بالاتفاق ابن حاتم طلیطلی کے قتل اور سولی دینے کا فتویٰ دیا تھا جس نے ایک مناظرے کے دوران نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یتیم اور علی کا خسر کہا تھا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ ﷺ کا زہد اختیاری نہیں تھا بلکہ اگر آپ ﷺ کو دنیوی نعمتیں میسر ہوتیں تو آپ ﷺ ان کو استعمال کرتے۔

Marfat.com

قیروان کے فقہاء اور سحنون کے شاگردوں نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ ابراہیم بہت سے علوم میں مہارت رکھنے والا شاعر تھا اور قاضی ابوالعباس بن طالب کی مجالس مناظرہ میں اکثر حاضر ہوا کرتا اس پر یہ الزام عائد ہوا کہ اس نے اپنے بہت سے اشعار میں اللہ عزوجل' انبیاء علیہم السلام اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اسے قاضی یحییٰ بن عمر کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس وقت عدالت میں دوسرے بہت سے نامور فقہاء تھے قاضی نے اس کی پھانسی اور قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے پیٹ میں چھری گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا' اسے الٹا پھانسی پر لٹکایا گیا اور اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب پھانسی کی لکڑی ہٹائی گئی تو وہ لکڑی خودبخود چکر کھانے لگی۔ جب اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو لکڑی ٹھہر گئی لوگوں نے اس واقعہ کو اللہ کی ایک نشانی سمجھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور ابراہیم کا خون پی گیا یحییٰ بن عمر سے مروی ہے کہ:

۱۷۶۱...... ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا کہ ''کتا مسلمان کا خون نہیں پیتا''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا کہ میدانِ جنگ سے فرار ہوئے تھے واجب القتل ہے' اگر توبہ نہ کرے:

قاضی عبداللہ بن مرابط نے کہا ہے کہ ''جو شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے'' اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ایک قسم کا عیب لگانا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کے عیوب سے مبرا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اقدام بصیرت کی بنیاد پر ہوتا اس لئے کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم بنایا تھا۔

حبیبؒ بن ربیع فروی نے کہا ہے اور یہی امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں کا مسلک ہے کہ ''جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کا نقص نکالے اسے توبہ کرائے بغیر قتل کر دینا چاہئے''۔

ابن عتابؒ نے کہا ہے کہ ''یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو ایذاء پہنچائے یا آپ ﷺ پر بالواسطہ یا بلاواسطہ صراحۃً یا کنایۃً کسی قسم کا نقص لگائے چاہے وہ معمولی سا نقص ہی کیوں نہ ہو اس کا قتل واجب ہے"۔ کیونکہ اس طرح کی تمام باتوں کو علماء نے ''سب النبی'' میں شمار کیا ہے متقدمین و متاخرین علماء کے نزدیک بالاتفاق ایسا شخص واجب القتل ہے البتہ قتل کا حکم عائد کرنے کے مسئلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں اور تفصیلات بعد میں بیان کریں گے''۔

ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ جو ''شخص آپ ﷺ کو حقیر جانے یا آپ ﷺ کو بکریوں کے چرانے' سہو و نسیان اور جادو کے حملے یا آپ ﷺ کو زخم لگنے یا آپ ﷺ کے لشکر کی شکست یا دشمنوں کی ایذا رسانی یا آپ ﷺ پر مصائب و شدائد کے نزول یا عورتوں کی طرف سے آپ ﷺ کے میلان کے حوالے سے آپ ﷺ کو عار دلائے یا ہدف تنقید بنائے تو ان سب باتوں کا حکم یہ ہے کہ جو شخص ان باتوں سے آپ ﷺ میں نقص نکالنے کا ارادہ کرے وہ قتل کیا جائے۔

اس بارے میں علماء کی آراء پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے دلائل آگے آ رہے ہیں۔

فصل : ۱

نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل کا بیان

قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو دنیا و آخرت میں نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچائے اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا سے تعبیر کیا ہے اور جو شخص اللہ عزوجل کو سب و شتم کرے اس کے قتل میں کسی کو اختلاف نہیں' دوسری بات یہ کہ لعنت کا مستحق تو وہی شخص قرار دیا جاتا ہے جو کافر ہو اور مرتد کا حکم قتل ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ [الاحزاب:۵۷]

''جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں''۔

اسی طرح کی بات اللہ عزوجل نے کسی مومن کے قتل کے بارے میں بھی فرمائی

Marfat.com

ہے۔ دنیا میں اگر اللہ عزوجل کسی کو ملعون قرار دے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ واجب القتل ہے چنانچہ رہزنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

راہزنوں کے بارے میں قرآنی ارشاد:

﴿مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً﴾[الاحزاب:٦١]

''وہ ملعون جہاں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے''۔

آگے ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا﴾[المائدۃ:٣٣]

''یہ تو ہوئی اُن کی دُنیوی ذلت وخواری۔''

یہ اس لئے کہ کبھی قتل بمعنی لعنت کے بھی آتا ہے۔

مثلاً اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾[الذاریات:١٠]

''جھوٹے لوگ قتل کئے جائیں''۔

اور فرمایا:

﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾[التوبۃ:٣٠]

''اللہ کی ان پر لعنت ہو وہ کہاں بھٹک رہے ہیں''۔

البتہ عام مؤمنوں کی ایذا رسانی اور اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی میں فرق ہے، جو شخص مؤمنوں کی ایذا رسانی کرتا ہے اُسے مارنے اور سزا دینے کا حکم ہے۔ لیکن اللہ و رسول کو تکلیف پہنچانا اس سے بہت سخت بات ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

[النساء:٦٥]

''تیرے رب کی قسم جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حاکم نہیں بنائیں گے وہ مومن ہی نہیں ہوں گے''۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں اور کسی قسم کی تنگی دلی محسوس کرے تو ایمان اس کے دل سے سلب کر لیا جائے گا۔ اس سے اس شخص کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو نبی کریم ﷺ میں کسی قسم کا نقص نکالے اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ......﴾

[الحجرات:۲]

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ اعمالِ حسنہ کفر ہی سے ضائع اور باطل ہو جاتے ہیں۔ اور کافر (مرتد) کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾ [المجادلة:۸]

''اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو اس انداز میں سلام نہیں کرتے جس انداز میں اللہ عزوجل کرتا ہے''۔

اِس کے بعد فرمایا:

﴿حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ یَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ [المجادلة : ۸]

''ان کا ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ جلیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ [التوبہ:۶۱]

''اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان کے کچے ہیں''۔

آگے چل کر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾[التوبہ:٦١]
''اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اور پھر ارشاد فرمایا:
﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ﴾[التوبہ:٦٥]
''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ کہیں گے کہ ہم تو یونہی باتیں کرتے اور کھیلتے تھے''۔

آگے ارشادِ پاک ہے:
﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ﴾[التوبہ:٦٦]
''اپنے ایمان کے بعد تم نے کفر کیا''۔

علماء تفسیر نے بتلایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم نے نبی کریم ﷺ کی شان میں بے جا باتیں کی ہیں وہ کفر کی ہیں گویا تم مرتد ہو گئے۔

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اس بات پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں نقص نکالنے والا کافر اور واجب القتل ہے۔ اب احادیث کی طرف آیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت:

۱۷٦۲ تا ۱۷۷٦ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے مارو۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے گا کیونکہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو جو اس کے قتل پر تیار ہوا روانہ کیا اور اس نے اسے دھوکے سے قتل کر دیا اسے اسلام کی دعوت بھی نہ دی برخلاف مشرکوں کے کہ انہیں پہلے اسلام کی دعوت دینے کا حکم ہے اور آپ ﷺ نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ وہ مجھے ایذا دیتا ہے اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کعب بن اشرف کا قتل اس کے

Marfat.com

شرک کی وجہ نہیں بلکہ نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے تھا۔

اسی طرح ابو رافع کا قتل ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ایذا دیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے برخلاف دشمنوں کی مدد کرتا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ہجو گایا کرتا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا'' آپ نے فرمایا کہ ''کون شخص میرے اس دشمن کو ٹھکانے لگائے گا''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دیا کرتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: کون شخص میرے اس دشمن کو ٹھکانے لگائے گا۔ تب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے جا کر اس ملعون کو واصل جہنم کیا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے کفار کی اس پوری جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ ﷺ کو ایذا دیا کرتی اور اکثر و بیشتر آپ ﷺ کو گالیاں دیتی ان پر نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط جیسے کفار تھے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ سے قبل اور بعد صحابہ کرام ؓ سے ان کے قتل کا وعدہ لیا تھا چنانچہ وہ سب قتل کئے گئے البتہ گرفتار ہونے سے پہلے جس نے اسلام قبول کر لیا اسے معاف کر دیا گیا۔

بزار نے روایت بیان کی ہے کہ جب عقبہ بن ابی معیط قتل ہونے لگا تو اس نے پکار کر کہا: ''قبیلہ قریش کے لوگو! دیکھو! آج میں تمہارے سامنے قتل کیا جا رہا ہوں (اور تم خاموش ہو) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بکفرك وافترائك علی رسول اللہ ﷺ.))

''تو اپنے کفر اور رسول اللہ ﷺ پر افترا پردازی کے باعث قتل ہو رہا ہے۔

عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کون شخص اس سے نپٹے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں'' پھر انہوں نے اس سے جنگ کر کے اسے ٹھکانے لگایا۔

روایت ہے کہ ''ایک عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی تو آپ ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: ''کون اس عورت کی زبان کو بند کرے گا؟'' جناب خالد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قتل کر دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ''ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ایسے شخص کو قتل کر ڈالیں' ابن قانع نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے باپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے کلمات کہتے ہوئے سنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں نے اسے قتل کر دیا ہے' اس کی یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار نہ گزری۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلاف میں مہاجر بن ابی امیہ یمن کے حاکم تھے جب یمن میں ارتداد کا زمانہ تھا تو ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گانے میں گالی دیا کرتی تھی' مہاجر بن ابی امیہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس عورت کا ہاتھ کٹوا دیا اور اس کے سامنے والے دانت تڑوا دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ ''اگر تم ایسا نہ کرتے تو میں تمہیں اس عورت کے قتل کرنے کا حکم دیتا'' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو گالی دینے والوں کی سزا عام لوگوں کو گالی دینے والے کی سزا کے برابر نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے لئے کون شخص اس عورت کو ٹھکانے لگائے گا'' تو اسی کے قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا ''میں یہ کام کروں گا'' وہ گیا اور اس عورت کو قتل کر دیا اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا ينتطح فيها عنزان.))

''اس میں تو بکریاں بھی سینگ نہیں مارتیں۔''

سنن ابوداؤد و سنن نسائی میں شاتم رسول کی بابت مروی روایات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی ایک باندی تھی جو اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی انہوں نے اسے بارہا منع کیا اور تنبیہ کی لیکن وہ نہ مانی ایک

Marfat.com

رات وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں بدزبانی کر رہی تھی کہ نابینا صحابی نے اُسے قتل کر دیا اور آ کر نبی کریم ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے اس کا خون مباح فرما دیا۔ (ابوداؤد و نسائی)

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول اس بارے میں حرفِ آخر ہے:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ''ایک دن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ایک مسلمان پر ناراض ہوئے قاضی اسماعیل اور دیگر ائمہ حدیث کا بیان ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی یہ نسائی شریف کی روایت میں ہے راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جواب میں بدزبانی کی۔ تب میں نے کہا'' اے خلیفہ رسول ﷺ! مجھے اجازت دیں تو اس شخص کی گردن مار دوں؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا ''تم بیٹھو یہ حق سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے لئے نہیں ہے۔ قاضی ابومحمد بن نصر نے کہا کہ ''جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس بات کی تردید نہیں کی اس واقعہ سے علمائے حدیث نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے ''جو شخص نبی کریم ﷺ کو ناراض کرے یا کوئی ایسا عمل کرے جو آپ ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو یا وہ عمل آپ ﷺ کی تکلیف کا باعث ہو یا آپ ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دینا چاہئے''۔

ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کوفہ کے حاکم نے حضرت عمرو بن عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ کیا میں اس شخص کو قتل کر دوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دے تو انہوں نے جواب میں لکھا: ''گالی دینے کی بنا پر کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں البتہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دے۔ اسے قتل کرنا جائز ہے البتہ جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے اس کا خون حلال ہے''۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ انہیں بتلایا کہ فقہائے عراق نے فتویٰ دیا ہے کہ اسے کوڑے مارے جائیں۔ تو امام مالکؒ غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''امیر المؤمنین

Marfat.com

جو امت اپنے نبی کو گالی دے پھر اس کا کیا ٹھکانا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کو گالی دے اسے قتل کرنا چاہئے اور جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالی بکے اُسے درّے رسید کرنے چاہیئے۔

قاضی ابوالفضل (مصنف کتابؒ) بیان کرتے ہیں کہ اس روایت میں ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے اور جن حضرات نے امام مالکؒ کے مناقب لکھے ہیں تقریباً سب نے اسی انداز میں اس واقعے کو نقل کیا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ عراق کے وہ کون فقہاء تھے جنہوں نے ہارون رشید کو ایسا فتویٰ دیا تھا کیونکہ فقہائے عراق کی رائے میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ایسے علماء کا قول ہو جو علمی اعتبار سے مشہور نہ ہوں یا ایسے علماء ہوں جن کا فتویٰ معتبر نہ مانا جاتا ہو یا دنیادار قسم کے علماء ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے کسی ایسے شخص کے قول کے بارے میں دریافت کیا گیا ہو جس کی بات مبہم ہو اور فیصلہ نہ ہو سکا ہو کہ اس کا قول گالی ہے یا نہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہو یا توبہ کر لیا ہو اور ہارون رشید نے امام مالکؒ کو صحیح صورت حال سے آگاہ نہ کیا ہو ورنہ جیسا کہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ "شاتم النبی واجب القتل ہے"۔

عقل اور قیاس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص نکالے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا قلب بیمار ہے اور اس کے باطن میں کفر چھپا ہوا ہے، اسی لئے اکثر علماء نے ایسے شخص کو مرتد قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ اور اوزاعی سے شامی علماء نے یہی روایت کی ہے، یہی سفیان ثوری، امام ابوحنیفہؒ اور علمائے کوفہ کی رائے ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر کی دلیل ہے لہٰذا حد شرعی کے تحت اسے قتل کیا جائے گا گو کہ اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ البتہ اگر وہ اپنی اس گستاخی اور دریدہ دہنی پر اصرار کرے اور اپنے فعل کو برا نہ جانے نہ اس سے باز رہے تو وہ کافر ہے اس کا قول صریح ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔ یا اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کے کلمات کہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائے اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ مذمت کر رہا ہے توبہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشنام طرازی کو حلال سمجھتا ہے۔ جو صریحاً کفر ہے۔

Marfat.com

لٰہذا ایسا شخص بلا اختلاف کافر ہے۔ اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾

[توبہ:۷۴]

''وہ لوگ جو کہتے ہیں اس پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے''۔

مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا یہ قول تھا کہ ''محمد (ﷺ) جو کہتے ہیں وہ حق ہے کہ ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول تھا کہ ''ہماری اور محمد (ﷺ) کی مثال اس شخص کے قول کی ہے۔ جو کہتا ہے کہ ''اپنے کتے کو موٹا کرو ایک دن وہ تجھے کھا جائے گا''۔

یا ایک منافق (عبداللہ بن ابیّ) نے کہا تھا:

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ [المنافقون:۸]

''اگر ہم مدینہ لوٹے تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دے گا''۔

بعض کہتے ہیں اس طرح کی باتیں کرنے والا اگر پوشیدہ طور پر بھی اس طرح کی باتیں کہے تو اس کا حکم زندیق کا حکم ہے اسے قتل کیا جانا چاہئے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے دین کو بدل دیا (یعنی وہ مرتد ہو گیا) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَيَّرَ دِينَه فاضربوا عُنقه.)) [بخاری]

''جو شخص اپنے دین (اسلام) کو بدل دے اس کی گردن مار دو''

اور اس لئے بھی وہ شخص واجب القتل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عزت افراد امت سے بدرجہا بڑی ہے اور صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص امت کے کسی فرد کو گالی دے تو ایسا کرنے پر حد (قذف) لگائی جاتی ہے تو نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کی سزا لازماً قتل ہو گی کیونکہ آپ ﷺ کا مرتبہ دوسروں کے مرتبے کے مقابلے میں بدرجہا فائق ہے۔

Marfat.com

فصل : ۲

مخالفین کے ایذاء پہنچانے پر نبی کریم ﷺ کا عفو

۱۷۷۷ تا ۱۷۹۱...... اِس مقام پر اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تو پھر نبی کریم ﷺ نے اس یہودی کو قتل کیوں نہیں کیا کہ جس نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے السام علیکم کہا تھا حالانکہ یہ بد دعا تھی نہ آپ نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا تھا جس نے کہا تھا کہ یہ تقسیم ایسی ہے کہ اس سے اللہ عزوجل کی رضا مقصود نہیں حالانکہ اس کے جملے سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچی تھی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قد أوذِيَ موسى بأكثر من هذا فصبر.)) [بخاری، مسلم]

''موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی لیکن انہوں نے صبر کیا''

آپ ﷺ نے ان منافقین کو بھی معاف کیا جو اکثر اوقات آپ ﷺ کو تکلیف دیا کرتے تھے۔

اس کا جواب جان لو! اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق نیک دے یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ تالیف قلوب کرتے تھے اور اس طرح ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے، ایمان ان کے قلوب میں راسخ کرتے ان کے ساتھ درگزر کا رویہ اختیار فرماتے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی ہدایت کرتے:

((إنما بُعِثْتُم مُيَسِّرين ولم تُبعَثُوا منفِّرين.)) [بخاری]

''تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ دشواری پیدا کرنے والا۔''

آپ ﷺ لوگوں سے ارشاد فرماتے:

((يَسِّروا وَلا تُعَسِّروا، و سكِّنوا ولا تنفِّروا.)) [بخاری و مسلم]

''آسانی پیدا کرو دُشواری نہ پیدا کرو تسلی دو نفرت نہ دلاؤ''

اور آپ ﷺ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے:

((لا يتحدّثُ الناسُ أن مُحمدًا يقتلُ أصحابه.))

''(ایسا نہ کرنا) مبادا کہ لوگ کہنے لگیں کہ محمد (ﷺ) تو اپنے اصحاب کو قتل کروا

Marfat.com

ڈالتے ہیں۔''

آپ ﷺ تو کفار و منافقین کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے تھے۔ ان سے آپ ﷺ خوش خلقی سے ملتے' آپ ﷺ اکثر اوقات چشم پوشی سے کام لیتے' ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے' وہ آپ ﷺ پر جفا کرتے مگر آپ ﷺ ان کی جفاؤں کو برداشت کرتے تھے تاہم آج ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ان زیادتیوں کو برداشت کریں' آپ ﷺ ان کے ساتھ احسان و بخشش فرماتے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حکم دیا تھا:

﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [المائدہ: ۱۳]

''آپ ﷺ برابر ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے مگر ان میں تھوڑے ہیں (جو خیانت نہیں کرتے) آپ ﷺ انہیں معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں بے شک اللہ عزوجل احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ [حم السجدہ: ۳۴]

''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔''

آپ ﷺ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ ابتدائے اسلام میں تالیف قلوب اور لوگوں کو ایک کلمے پر جمع کرنے کی ضرورت تھی لیکن جب اسلام مستحکم ہو گیا اور اسے اللہ عزوجل نے دیگر ادیان پر غالب کر دیا تو پھر (حکم تبدیل ہو گیا) اور جس پر قدرت ہوئی اور جس کی شرارت و فتنہ انگیزی مشہور ہو گئی اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا جیسے آپ ﷺ نے ابن اخطل کے قتل اور ان لوگوں کے قتل کا فتح مکہ کے دن حکم دیا (جو بہت فتنہ پرداز تھے) یا یہودی سرداروں کو دھوکہ سے قتل کرنے کی اجازت دی یا جو لوگ آپ ﷺ کی ایذا رسانی میں لگے رہتے تھے تو جب آپ ﷺ کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو (ان کی فطرت اور طبعی شرارت کے باعث آپ ﷺ نے ان کے قتل کی اجازت دی۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی صحبت

Marfat.com

اختیار نہ کی اور نہ ایمان ہی قبول کیا۔

مثلاً ابن اشرف' ابورافع' نضر' عقبہ وغیرہم۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ان کے علاوہ ایک جماعت کا خون مباح قرار دے دیا تھا جیسے کعب بن زہیر یا ابن الزبعریٰ وغیرہم اس لئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچائی یہاں تک کہ انہوں نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کر دیا اور اسلام قبول کر لیا۔

رہا سوال منافقین کا' تو نفاق کا تعلق باطن سے ہوتا ہے جو پوشیدہ ہے نبی کریم ﷺ ظاہر پر حکم لگاتے تھے۔ منافقین اکثر باتیں (نبی کریم ﷺ اور اسلام کے خلاف) پوشیدہ طور پر کہتے تھے اور جب نبی کریم ﷺ کو ان کی اطلاع پہنچا دی جاتی تو وہ انکار کر دیتے اور قسم اٹھا لیتے کہ ہم نے یہ نہیں کہا ہے حالانکہ وہ کلمۂ کفر کہتے تھے ان تمام باتوں کے باوجود نبی کریم ﷺ کو یہ طمع ہوتی کہ شاید یہ اسلام کی طرف سچے دل سے آ جائیں اور شاید انہیں توبہ نصیب ہو جائے اس لئے آپ ﷺ ان کی بے ہودہ باتوں اور مظالم پر صبر فرماتے جس طرح بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔ آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل کی بدولت ان میں سے بہتوں نے اپنے باطن میں بھی اسی طرح (کفر سے) رجوع کر لیا جس طرح وہ ظاہراً رجوع کر چکے تھے اور ان کے باطن اسی طرح خالص ہو گئے جس طرح ان کے ظاہر خالص تھے۔

اس کے بعد بہت سے لوگوں کو اللہ عزوجل نے نفع پہنچایا اور انہیں منافقوں میں سے آگے چل کر دین کے وزراء' اعوان و انصار اور حامی پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ان کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے' اس سوال کا ہمارے بعض اماموں نے یہی جواب دیا ہے۔

بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ان کے (منافقوں کے) جو اقوال پہنچائے گئے چونکہ وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے تھے اس لئے آپ نے ان کے خلاف کارروائی نہیں کی مثلاً کسی بچے نے یا غلام اور عورت نے یہ خبر پہنچائی یا کسی ایک شخص نے آپ ﷺ کو اطلاع دی ایسی صورت میں کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ کسی کی جان لینا نابالغ یا عورت اور غلام کی شہادت پر یا کسی ایک شخص کی گواہی پر درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دو عادل گواہ شہادت دیں' اسی پر اس یہودی کے معاملے کو بھی تولا جا سکتا ہے (جو کہ

Marfat.com

ابھی ذکر کیا گیا) اور وہ لوگ زبان کو مروڑ کر بولتے تھے صاف نہیں بولتے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر کس طرح واقف ہو گئیں؟ اگر وہ صاف صاف کہتے تو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی اس پر مطلع نہیں ہوتیں بلکہ دوسرے لوگ بھی سمجھ لیتے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتلا دیا تھا کہ ان کا رویہ کیا ہے وہ کس طرح جھوٹ اور کس طرح سلام کرنے میں خیانت کرتے ہیں اور زبان کو مروڑ کر دینی دشمنی کی بنا پر ایسا کرتے ہیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إنَّ اليهودَ إذا سلَّمَ أحدُهم فإنما يقولُ: السَّام عليكم' فقولوا: عليكم.))

''جب تم کو کوئی یہودی سلام کرے اور السام علیکم کہے تو تم علیکم کہہ دیا کرو''۔

اسی طرح کی گفتگو ہمارے بعض بغدادی اصحاب نے کی ہے کہ ''باوجود علم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو قتل نہیں کیا اور یہ بات حدیث سے ثابت نہیں کہ چونکہ ان کے نفاق کا کوئی شرعی ثبوت مہیا نہ تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا اور یہ بھی ہے کہ نفاق کا معاملہ ایک پوشیدہ اور باطنی معاملہ تھا ظاہر تو وہ مومن اور مسلمان ہی تھے' ان میں سے کچھ لوگ ذمی تھے جن سے معاہدہ تھا۔ (اس لئے ان کو تو قتل نہیں کیا جا سکتا تھا)

نیز یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ وہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ واضح نہیں تھا کہ ان میں کتنے لوگ کفر کی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو چکے ہیں اور کتنے ہنو ملوث ہیں پھر سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور بظاہر وہ (منافق) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور دین اسلام کے اعوان و انصار سمجھے جاتے تھے ایسی صورت میں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفاق اور ان باتوں کی وجہ سے جو کبھی کبھار ان پر ظاہر ہوتیں یا اس علم کی بناء پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دلی خیالات پر واقفیت حاصل ہونے سے ہوتا تو انہیں قتل کر دیتے تو لازماً اس سے اسلام سے نفرت پیدا کرنے والے کو موقع مل جاتا اور ان کے منہ میں جو آتا کہتے۔ اس سے جاہل لوگ شک میں پڑ جاتے' دشمن جھوٹی باتیں بناتا اور بہت سے لوگ اسلام قبول کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنے سے گھبراتے'

Marfat.com

یا بدگمانی کرنے والا بدگمانی کرتا یا ظالم دشمن یہ خیال کرتا کہ شاید آپ ﷺ نے انہیں کسی عداوت کی بنا پر یا بدلہ لینے کے لئے قتل کرایا ہے۔ میں نے یہ جو باتیں بیان کی ہیں (یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ) حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس قسم کی باتیں منسوب ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا يتحدث الناس ان محمدًا يقتل اصحابه.))

''میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ کہتے پھریں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالتے ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا:

((أولئك الذين نهاني اللّٰه عن قتلهم.))

''یہ لوگ ہیں جن کے قتل سے اللہ عز وجل نے مجھے منع فرمایا ہے''۔

البتہ جو ظاہری احکام ہیں مثلاً زنا کی حدود کا اجراء یا قتل یا اس طرح کے احکام تو یہ سب جاری ہوتے تھے اور سب اس معاملے میں برابر تھے۔

محمد بن مواز نے کہا ہے کہ ''اگر منافق اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو نبی کریم ﷺ انہیں ضرور قتل کرا دیتے''۔ یہی بات قاضی ابوالحسن قصار نے کہی ہے اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہ:

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ......﴾

[الاحزاب: ٦٠ تا ٦٢]

''اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اُڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔ ان پر پھٹکار برسائی گئی جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا اور تو

Marfat.com

اللہ کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پائے گا۔"

کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نفاق ظاہر کریں تو ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔

اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ عزوجل کی آیت:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [توبہ ۷۳]

"اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔"

کو پہلی آیت (عفو) نے منسوخ کر دیا ہے۔

ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ "وہ جو مال غنیمت تقسیم کرنے کے وقت ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ وہ تقسیم ہے جس میں اللہ عزوجل کی رضامندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کریں"۔ اسے شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر تہمت اور طعن نہیں خیال فرمایا بلکہ یہ سمجھا کہ اس شخص سے رائے قائم کرنے میں غلطی ہو گئی ایسا دنیوی امور اور اہل دنیا کی مصلحتوں میں ہوتا ہی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس قول کو گالی نہیں سمجھا بلکہ یہ خیال فرمایا ہو کہ یہ ایک قسم کی ایذا ہے جسے آپ معاف فرما سکتے تھے اور اس پر صبر بھی کر سکتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔ اسی طرح کی بات یہودیوں کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: السام علیکم (آپ پر موت ہو) کیونکہ اس میں صریح گالی اور ایسی دعا ہے جو ضروری ہے یعنی موت تو سب کو آئے گی۔

بعض کہتے ہیں ان کا مقصود لفظ السام سے موت نہیں تھا بلکہ سام اور سامۃ کے معنی رنج اور ملال کے ہیں اور یہ اس شخص کے لئے بطور بددعا کے استعمال ہوتا ہے جو اپنے پہلے دین کو چھوڑ بیٹھے۔ غرضیکہ یہ صریح گالی نہیں اسی لئے امام بخاری نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے باب باندھا ہے کہ:

"باب: من ترک قتال الخوارج للتألف ولئلا ینفر الناسُ عنہ۔"

Marfat.com

یہ اس امر کا باب ہے کہ ذمی یہودی نبی کریم ﷺ کو اشارۃً گالی دیتے تھے۔

ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ گالی کا اشارہ نہیں بلکہ ایذا کا اشارہ ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے کہ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے حق میں گالی اور ایذا دونوں کی حیثیت برابر ہے۔

قاضی ابو محمد بن نصر اس حدیث کا وہ جواب دیتے ہیں جو پہلے ذکر ہو چکا ہے پھر کہتے ہیں کہ ''اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ وہ یہودی ذمی تھا یا معاہد یا حربی اور ظاہر ہے کہ ایک احتمالی امر کی وجہ سے ایسے حکم کو چھوڑا نہیں جا سکتا جو قطعی دلائل سے ثابت ہو۔

ان تمام باتوں میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ تالیف قلوب اور دین میں درگزر کی راہ اختیار فرمانا چاہتے تھے اس امید پر کہ شاید وہ ایمان لائیں' اس لئے امام بخاری نے حدیث تقسیم اور حدیث خوارج کے بیان کے وقت باندھا ہے'' اس بات کا بیان کہ خوارج کی تالیف قلب کے لئے قتال کو چھوڑ دیا گیا ہوتا کہ لوگ متنفر نہ ہوں۔ اور پہلے ہم نے امام مالک ؒ کی یہی رائے بیان کی ہے اور اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

یہودیوں نے نبی کریم ﷺ پر جادو کیا اور آپ ﷺ کو زہر دیا لیکن آپ ﷺ نے صبر کیا حالانکہ ان کے یہ اقدامات آپ ﷺ کو گالی دینے سے زیادہ سخت تھے مگر ایک وقت آیا جب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو فتح دی اور آپ ﷺ کو ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا جن کے لئے وقت مقرر ہو چکا تھا پھر آپ نے انہیں ان کے قلعوں سے باہر کیا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب بٹھلایا اور ان میں سے جسے چاہا جلاوطنی اس کے لئے مقدر کر دی۔ آپ ﷺ نے (ان کی بدعہدی کی وجہ سے) انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا اور ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو اجاڑا پھر مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی بستیاں تباہ ہوئیں' آپ ﷺ نے انہیں کھلم کھلا برا بھلا کہا انہیں بندروں اور خنزیروں کے بھائی کہا۔ مسلمانوں نے تلوار کے ذریعہ ان سے فیصلہ کیا اور انہیں پڑوس سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اللہ عزوجل نے پھر مسلمانوں کو ان کی زمینوں' مکانوں اور اموال کا وارث بنایا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند اور اہل کفر کا کلمہ پست ہو۔

اگر تم اس مقام پر یہ سوال اٹھاؤ کہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ''ذیل ہے

Marfat.com

کہ ''نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ اگر کسی نے اللہ عزوجل کی عزت کی ہتک کی تو پھر اس کے لئے انتقام لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے انتقام نہیں لیا جس نے آپ ﷺ کو گالی دی یا ایذا پہنچائی یا آپ ﷺ کو جھٹلایا کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ اس قسم کا سلوک تو درحقیقت اللہ عزوجل کی حرمت کی ہتک تھی (کیونکہ سارا مرتبہ اور عزت تو آپ ﷺ کو اللہ عزوجل ہی نے عطا کیا تھا) اس لئے آپ ﷺ نے اس کا انتقام لیا البتہ اگر کسی نے آپ ﷺ کے ساتھ بے ادبی کی یا قولاً یا فعلاً آپ ﷺ سے بدمعاملگی کی خواہ جان کے معاملے میں ہو یا مال کے معاملے میں اور ایسا کرنے والے کا مقصود درحقیقت آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا نہ تھا بلکہ اس نے اس طرح کے اقدامات اپنی جبلی یا فطری افتاد کی بنا پر کئے مثلاً بدوؤں کی آپ ﷺ سے اپنی جہالت یا فطری اجڑ پن کی وجہ سے بدسلوکی یا ایسا عمل جو بشری فطرت کے تحت ہوا (تو آپ ﷺ نے اس کا انتقام نہیں لیا اور درگزر فرمادیا)۔

مثلاً ایک بدو نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر گھسیٹ لی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن پر داغ ہوگیا یا ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور اس نے اس بات سے انکار کردیا اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی اور جب آپ ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو؟ (اس لئے کہ تم تو خرید وفروخت کے وقت موجود نہیں تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''آپ ﷺ چونکہ ہمارے سچے رسول ہیں اس لئے میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں'' نبی کریم ﷺ نے اُن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا یا اس وقت جبکہ آپ ﷺ کی دو ازواج مطہرات نے اکٹ کرلیا تھا اور آپ ﷺ نے شہد استعمال کرنے کی قسم کھالی تھی یا اسی طرح کی باتیں جبکہ آپ نے درگزر سے کام لیا۔

ہمارے بعض علماء کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا جرم ہے خواہ کسی فعل مباح کے ذریعہ آپ ﷺ کو ایذا دی جائے یا غیر مباح کے ذریعہ البتہ اگر آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو کسی ایسے فعل کے مباح کے ذریعہ ایذا دی جائے جسے کرنا کسی شخص کے لئے جائز ہو اور دوسرے کو ایذا پہنچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ان کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے جس میں ایک عام بات کہی گئی ہے کہ:

Marfat.com

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾

[الاحزاب: ٥٧]

''جولوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے''۔

یا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

((إنها بضعة منی، یؤذنی ما یؤذیها، ألا وإنی لا أحرم ما أحل الله، ولكن لا تجتمع ابنةُ رسول الله ﷺ وابنة عدو الله عند رجل أبدًا.))

''وہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس سے اسے تکلیف پہنچے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچے گی۔ سن لو کہ میں اس چیز کو تو حرام نہیں کرتا جسے اللہ نے حلال کیا ہے البتہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابوجہل) کی بیٹی ایک شخص کے پاس (نکاح کی صورت میں) جمع نہیں ہوسکتیں۔''

یا اسی طرح کی وہ تکالیف جو کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں مگر اس امید پر کہ آئندہ یہ اسلام قبول کرلیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرمادیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو معاف فرمادیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا یا اس اعرابی کو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا یا اس یہودی عورت کو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرایا اور اسی قسم کی وہ تکلیفیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب اور منافقین سے پہنچی تھیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس لئے درگزر فرمادیا کہ انہیں اور دوسروں کو اسلام سے محبت پیدا ہو جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، وباللہ التوفیق۔

فصل : ۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بغیر قصد کے گستاخی ہوجانا

قاضی ابوالفضل (قاضی عیاض) کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اس شخص کے بارے میں گفتگو ہوچکی ہے جو قصداً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرے یا کسی بھی

Marfat.com

ممکن یا غیر ممکن طور پر آپ ﷺ کو عیب لگائے تو اس کے احکام واضح ہیں' ان میں کوئی پیچیدگی نہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں بغیر قصد و ارادے کے آپ ﷺ کی تحقیر کی جائے یا آپ ﷺ پر دشنام طرازی ہو یا آپ ﷺ کے بارے میں کلمہ کفر کہا جائے یا (العیاذ باللہ) لعنت یا گالی یا تکذیب کی راہ اختیار کی جائے یا آپ ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو جائز نہیں یا آپ ﷺ کی ذات سے ایسی باتوں کی نفی کی جائے جن کا آپ ﷺ میں پایا جانا ضروری ہے۔ یہ تمام باتیں وہ ہیں جو آپ ﷺ کی شان میں نقصان دہ ہیں۔ مثلاً کسی گناہ کبیرہ کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کرنا یا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے کسی حکم کو جاری کرنے یا تبلیغ میں (نعوذ باللہ) سستی سے کام لیا یا آپ ﷺ کے مرتبہ' آپ ﷺ کے نسب کی برتری' آپ ﷺ کے علم کی وسعت یا آپ ﷺ کے زہد سے چشم پوشی کرنا ان صفات عالیہ کی تکذیب کرنا جن کے ساتھ آپ ﷺ مشہور ہو چکے ہیں اور وہ خبر متواتر سے ثابت ہیں اور یہ کوشش کرنا کہ اس خبر متواتر کی تردید کرے یا بے وقوفی کی باتیں کرنا یا بری باتیں کہنا یا نبی کریم ﷺ کی شان میں اس طرح کا کلام کہنا جس سے آپ ﷺ پر گالی لازم آئے۔

یہ تمام افعال اگرچہ قصداً اور ارادۃً نہ کئے جائیں اور قائل کا ارادہ اگرچہ آپ ﷺ کو گالی دینے کا نہ ہو اس نے جہالت یا اضطراب کی وجہ سے کہہ دیا ہو یا بے پروائی یا بیان پر قدرت نہ ہونے کے باعث ایسی باتیں کہی ہوں یا حافظے کے نقص اور دلیری کی وجہ سے اس طرح کا کلام اس سے صادر ہوا ہو ان تمام صورتوں میں وہی حکم ہے جو پہلی قسم کا تھا یعنی اس طرح کی باتوں کا قائل قتل کیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کا توقف نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ کفر ہے اور کفر میں جہالت' زبان کی لغزش یا دیگر امور کا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے لحاظ نہیں کیا جاتا اور اسے معذور تصور نہیں کیا جاتا جبکہ اس کی فطرت سلیم ہو۔ البتہ اس صورت میں اسے معذور مانا جائے گا جبکہ اس پر (آپ کو برا بھلا کہنے کے لئے جبر کیا جائے) اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو یہی فتویٰ علمائے اندلس نے ابن حاتم کے بارے میں دیا تھا جبکہ اس نے نبی کریم ﷺ کے زہد کی نفی کی تھی اس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں' محمد بن سحنون

Marfat.com

نے اس شخص کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا ہے جو دشمنوں کے ہاتھ میں قید تھا اور اس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس سے بالجبر گالی دلوائی گئی یا وہ عیسائی ہو گیا تھا تو اس وقت اس پر قتل کا حکم نہیں ہے۔

ابو محمد بن ابی زید سے روایت ہے کہ "نبی کریم ﷺ کے ساتھ گستاخی کرنے میں زبان کی لغزش کا عذر نہیں سنا جائے گا۔

ابوالحسن قابسیؒ نے اس شخص کے بارے میں قتل کا فتویٰ دیا ہے جو نشہ کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو گالی دے۔ کیونکہ ایسے شخص کے بارے میں گمان ہے کہ وہ اپنے دلی اعتقاد کی بنا پر ایسا کر رہا ہے اور ہوش میں بھی وہ ایسا کرے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا حد شرعی ہے اور حد شرعی نشے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی' جیسے حد قذف اور باقی حدود کیونکہ نشہ تو اس نے خود اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص شراب یہ جان کر پیتا ہے کہ اس سے عقل جاتی رہتی ہے اور اس سے برے افعال پیدا ہوتے ہیں تو ایسا شخص اس شخص کے مثل ہے جو قصداً یہ کام کرے اسی لئے ہم نے اس پر طلاق یا آزاد کرنا یا قصاص و حدود کو لازم کر دیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے استدلال مناسب نہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے اس مقام پر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے۔ جبکہ نشہ کی حالت میں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ دیا تھا کہ:

"وهل أنتم إلا عبيدٌ لأبي؟" [بخاری و مسلم]

"تم میرے باپ کے غلام ہو؟"

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ یہ نشہ میں ہیں اور آپ ﷺ لوٹ آئے۔ کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کے پینے میں گناہ نہیں تھا چنانچہ جو بات اس کے پینے سے ظاہر ہوتی تھی وہ معاف تھی۔ جس طرح نبیذ یا ایسی دوا پی لینے کے بعد کوئی چیز ظاہر ہو جس میں نقصان نہیں۔

Marfat.com

فصل : ٤

نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے کا بیان

قسم ثالث وہ ہے جس میں ان باتوں کو جھٹلانے کی کوشش کی جائے جو آپ نے فرمائی ہیں یا جنہیں لے کر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں یا آپ ﷺ کی نبوت و رسالت یا آپ ﷺ کے وجود کا انکار کرے یا کسی طور کفر کرے چاہے دوسرا دین اختیار کرے یا نہ کرے ایسا شخص بالاجماع کافر ہے اور اس کا قتل کرنا واجب ہے پھر دیکھا جائے گا کہ آیا وہ یہ باتیں صراحت سے کہتا ہے یا نہیں اس صورت میں اس کا حکم مرتد کا ہوگا۔

تکذیب کرنے والے کا حکم زندیق کی مانند ہے:

اِس بات میں اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ کرائی جائے گی یا نہیں؟ نیز یہ کہ اس کی توبہ سے اس کے قتل کا حکم ساقط ہوگا یا نہیں؟ قوی بات یہ ہے کہ توبہ سے نبی اکرم ﷺ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس نے کوئی ایسی جھوٹ بات کہی جس سے نبی کریم ﷺ پر نقص عائد ہوتا ہو اور اس نے اپنی بات کو چھپایا ہو تو اس کا حکم زندیق کا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتی ہم اسے عنقریب بیان کریں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ جو شخص محمد ﷺ سے بیزاری ظاہر کرے یا آپ کو جھٹلائے وہ مرتد ہے اور اسکا خون حلال ہے الا یہ کہ وہ اپنی اس بات سے رجوع کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کا بیان:

امام ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ ''جو مسلمان یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ نبی نہیں تھے یا رسول اللہ ﷺ نہیں یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا بلکہ یہ ان کے اپنے اقوال ہیں'' اس کو قتل کیا جائے اور فرمایا کہ ''جو شخص آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کے وجود کا انکار کرے حالانکہ وہ خود کو مسلمان کہتا ہو وہ مرتد کے قائم مقام ہے اور ایسے ہی وہ شخص جو علانیہ آپ ﷺ کی تکذیب کرے ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے گی۔ یہی حکم اس کا ہے جو نبی بنے اور یہ گمان

Marfat.com

کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہی سحنون کا قول ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ ایسا شخص خواہ خفیہ یا علانیہ لوگوں کو اپنی طرف بلائے مرتد ہے۔ ابن اصبغ بھی کہتے ہیں کہ وہ مرتد ہے کیونکہ اس نے کتاب اللہ کا کفر کیا اور خدا پر جھوٹ باندھا۔

اشہب نے اس یہودی کے بارے میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور گمان کیا تھا کہ اسے بھی لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے یا اس شخص کے بارے میں جو یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر وہ یہ دعویٰ علانیہ کرے تو اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کر لے تو خیر ورنہ قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ نبی کریم ﷺ کے اس قول کی تکذیب کا مرتکب ہے کہ:

''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اور وہ اللہ عزوجل پر اپنے دعوائے رسالت سے بہتان لگانے والا ہے۔

محمد بن سحنون نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص نبی اکرم ﷺ کی لائی ہوئی باتوں میں جو وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ایک حرف کے برابر بھی شک کرے وہ کافر و منکر ہے اور فرمایا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرے پوری امت کے نزدیک واجب القتل ہے۔

سحنون کے شاگرد احمد بن ابی سلیمان نے کہا ہے کہ جو شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ کالے رنگ کے تھے اسے قتل کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کالے نہیں تھے''۔

اسی طرح کی بات ابوعثمان حداد نے بھی کہی ہے انہوں نے مزید فرمایا کہ ''اگر کوئی کہے کہ داڑھی نکلنے سے قبل نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی یا آپ ﷺ تاہرت (قاہرہ) میں تھے نہ کہ تہامہ میں تو اسے بھی قتل کیا جائے کیونکہ یہ بھی ایک طرح سے نفی ہے۔

حبیب بن ربیع کہتے ہیں کہ آپ کی صفت اور آپ ﷺ کے مقامات میں تبدیلی کفر ہے اور اس کا ظاہر کرنے والا کافر ہے اس سے توبہ کرائی جائے گی اور اسے چھپا کر کہنے والا زندیق ہے اسے بغیر توبہ کرائے قتل کیا جائے گا۔

Marfat.com

فصل : ۵

مشتبہ انداز نبی ﷺ کے متعلق گفتگو کرنے والے کی بابت حکم

چوتھی قسم یہ ہے کہ مشتبہ انداز میں گفتگو کرے یا ایسی اٹکل والی گفتگو کرے جس میں دونوں پہلو ہوں اور اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات بھی ہو سکتی ہو اور دوسرا بھی اور مطلب کے معین کرنے میں تردد ہو بات میں کھلم کھلا کوئی ناپسندیدہ چیز نہ کہی گئی ہو۔ ایسی صورت میں مجتہدین میں اختلاف ہو سکتا ہے اور مقلدین بری الذمہ ہو سکتے ہیں' تاکہ جسے ہلاک ہونا ہو وہ ازروئے ذلیل ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہو وہ ازروئے دلیل زندہ رہے۔

اس طرح کے شخص کے بارے میں دو طرح کے نظریات ہوتے ہیں:

① ایک تو وہ لوگ ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کا ''سحر'' اس طور پر جاری ہو کہ وہ ہر صورت میں اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہئے۔

② دوسرے وہ لوگ ہیں جو انسانی خون کی حرمت کو ملحوظ رکھنے کے قائل ہیں اور ان کا خیال ہے کہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور چونکہ اس طرح کی بات میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے اس لئے وہ قتل کا فتویٰ نہیں دیتے۔

اِس بابت ائمہ رحمۃ اللہ علیہم میں اختلاف ہے:

ہمارے اماموں نے ایسے شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جسے قرضدار نے غصہ دلا دیا ہو اور ایسی حالت میں اس سے کہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھو اس پر وہ ناراض ہو کر کہہ دے کہ جو ان پر درود شریعت پڑھے اس پر خدا رحمت نہ کرے'' سحنون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ شخص اس کی طرح ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا فرشتوں کو گالی دے جو آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ ''نہیں! کیونکہ اس نے غصے میں ایسا کہا اور وہ گالی کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے نہیں ہے'' ابو اسحاق برقی اور اصبغ بن الفرج نے کہا ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ اپنے اس قول میں اس نے اگر گالی دی ہے تو لوگوں کو گالی دی ہے نہ

Marfat.com

کہ نبی کریم ﷺ کو یہ بات وہی ہے جو سحنون نے کہی ہے سحنون غصہ کی حالت میں نبی ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کو معذور نہیں تصور کرتے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام میں احتمال ہے اور بظاہر کوئی ایسی بات ثابت نہیں جس سے ثابت ہو کہ اس نے نبی کریم ﷺ یا ملائکہ کو گالی دی نہ اس طرح کا کوئی سلسلہ کلام ہے۔ بلکہ اگر کہا جائے تو درست ہے کہ قرینہ اس بات کا زیادہ ہے کہ اس نے لوگوں کو ایسا کہا ہے۔ کیونکہ دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔ لہٰذا ایسی صورت میں وہ گالی اس شخص کے لئے سمجھی جائے گی۔ یہ بات سحنون کے دونوں شاگردوں برقی اور اصبغ کے قول کے مطابق ہے۔

حارث بن مسکین قاضی اور دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرانا چاہئے۔

ابوالحسن قابسی نے ایسے شخص کے قتل کے حکم میں تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے جو یہ کہے کہ ''ہر سرائے کا مالک دیوث ہوتا ہے چاہے وہ نبی مرسل ہی کیوں نہ ہو''۔ ابوالحسن نے اسے قید کرنے اور اس پر سختی کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے الفاظ کی مراد معلوم کی جا سکے کہ آیا اس کی مراد موجودہ دور کے مالکانِ سرائے ہیں یا نہیں ظاہر ہے کہ قابسی کے دور میں تو کوئی نبی نہیں تھا۔ اس صورت میں اس کے قول میں اتنی شدت نہیں ہوگی۔ قابسی کہتے ہیں کہ اس کا ظاہری لفظ تو تمام اگلے پچھلے دیوثوں کے بارے میں ہے اور گزشتہ ادوار میں انبیاء علیہم السلام بھی گزرے ہیں جنہوں نے بھی مال کمایا تھا لیکن مسلمان کی جان لینے میں بغیر کسی واضح ثبوت سبقت نہیں کرنی چاہئے' کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی تاویل کی جائے اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ کرنا چاہئے۔

ابومحمد بن ابی زید رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کہے کہ ''اللہ اہل عرب پر لعنت کرے' بنی اسرائیل پر لعنت کرے اولادِ آدم پر لعنت کرے' پھر اس سے جب دریافت کیا جائے تو وہ جواب دے کہ میری مراد انبیاء علیہم السلام سے نہیں تھی بلکہ یہ بات تو میں نے ظالموں کے لئے کہی تھی'' تو انہوں نے کہا کہ ''بہر حال ایسے شخص کی تنبیہ کرنی چاہئے اور بادشاہ جو مناسب تنبیہ خیال کرے کرے'' اسی طرح انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیا جو یہ کہے کہ ''اللہ نشہ کو حرام کرنے والے پر لعنت کرے'' اور وہ کہے کہ

Marfat.com

مجھے نہیں معلوم کہ کس نے نشہ کو حرام کیا ہے یا ایسا شخص جو یہ کہے کہ ''خدا اس پر لعنت کرے جس نے یہ کہا ہے کہ ''شہری دیہاتی کے ہاتھ کچھ نہ بیچے یا جس نے یہ حدیث بیان کی اس پر اللہ کی لعنت''۔

اگر اس نے جہالت اور احادیث کو نہ جاننے کی وجہ سے ایسا کہا تو اسے معذور مانا جائے گا اس کے باوجود اس کی تنبیہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے بظاہر اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ اس نے زعم باطل میں نشہ آور اشیاء کو حرام کرنے والوں کو گالی دی ہے۔ یہی فتویٰ سحنون اور ان کے شاگردوں کا اس طرح کے مسائل میں ہے۔

اسی طرح جو جاہل لوگ بعض اوقات کہتے ہیں ''اے ایک ہزار خنزیر کی اولاد یا اے ایک سو کتوں کے بیٹے! اگر دیکھا جائے تو اس کے آباؤ اجداد میں انبیاء بھی ہیں اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچ سکتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ایسی باتوں پر کہنے والے کو سخت تنبیہ کی جائے اور اس پر اس کی جہالت واضح کر دی جائے اور اگر پتہ چلے کہ قائل اس کے آباؤ اجداد کو گالی دینے میں قصداً انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل کرنا چاہتا تھا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اس طرح اگر کوئی کسی ہاشمی کو کہے کہ ''اللہ بنو ہاشم پر لعنت کرے اور کہے کہ اس قول سے میری مراد ان سے ہے جو ظالم لوگ ہیں یا کسی ایسے شخص کو جس کا نسبی تعلق نبی کریم ﷺ سے ہو یا کوئی ایسی بری بات کہی جائے جس میں اس کے آباء واجداد یا اولاد شامل ہو جائیں اور وہ شخص یہ جان کر کہے کہ جسے میں کہہ رہا ہوں وہ نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہے تو اس پر سختی کی جائے گی۔ تاہم اس مقام پر چونکہ کوئی واضح قرینہ موجود نہیں ہے اس لئے اس کے آباء واجداد میں سے نبی کریم ﷺ کو نکال لیا جائے گا (اور اس کے قول کی تاویل کی جائے گی)۔

میں نے ابو اسحاق بن مناس کو دیکھا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے کسی سے کہا ''اللہ تیرے اوپر لعنت کرے آدم علیہ السلام تک تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

قاضی نے کہا (اللہ اسے نیک توفیق دے) کہ ہمارے مشائخ نے اس شخص

Marfat.com

بارے میں شدید اختلاف کیا ہے جس نے کسی ایسے گواہ کو جس نے اس کے خلاف گواہی دی پھر اس سے کہا کہ ''کیا تو مجھے تہمت لگاتا ہے اور وہ جواب میں کہے'' نبیوں پر تہمت لگائی گئی تمہاری کیا اوقات ہے شیخ ابو اسحاق بن جعفر کہتے ہیں کہ ایسا شخص قتل کیا جائے کیونکہ بظاہر یہ لفظ بہت برا ہے اور قاضی ابو محمد بن منصور ایسے شخص کے قتل میں توقف کرتے تھے کیونکہ اس لفظ میں یہ احتمال ہے کہ قائل نے اس بات کی خبر دی ہو کہ کفار انبیاءؑ پر تہمتیں لگایا کرتے تھے۔ قاضی قرطبہ ابو عبداللہ بن الحاج نے بھی یہی فتوئی دیا ہے۔ ایسے شخص کو قاضی ابو محمد نے دیر تک قید رکھنے اور سختی کرنے کا حکم دیا پھر اس سے قسم لی کہ جو کچھ اس کے خلاف کہا گیا ہے وہ جھوٹ ہے کیونکہ ان کی گواہی کمزوری ہے پھر اسے رہا کر دیا۔

میں اپنے استاد قاضی ابو عبداللہ بن عیسیٰ کے پاس ان کے دورِ قضا میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص لایا گیا کہ اس نے ایک شخص کو جس کا نام محمد تھا بے ہودہ بات کہی گئی اور اسے کتے سے تشبیہ دی گئی اور ٹھوکر مار کر اُسے کہا گیا کہ ''محمد! کھڑا ہو'' دوسرے شخص نے اِس الزام سے انکار کیا لیکن ایک جماعت نے اس کے خلاف شہادت دی تو قاضی نے اسے قید کرنے کا حکم دیا اور اس شخص کی بابت دریافت کیا کہ کہیں وہ ایسے شخص کی صحبت میں تو نہیں رہتا تھا جس کے عقائد میں کچھ اشتباہ ہو اور اُسے کوڑوں کی سزا دی اور کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا۔

فصل : ٦

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو تشبیہ دینے کا حکم

پانچویں قسم:

وجہ خامس یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص نکالنے کا ارادہ نہ کرے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اوصاف کو ذکر کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے احوال کو بطور دلیل کے پیش کرے جو ضرب المثل کی طرح مشہور ہیں پھر ان سے اپنے اوپر یا کسی دوسرے شخص پر دلیل لائے یا تشبیہ دے یا اس پر کوئی ظلم ہوا یا اسے کوئی

Marfat.com

نقصان پہنچا اور اس نے اپنی یا کسی دوسرے شخص کی شان بڑھانے کے لئے نبی کریم ﷺ کی مثال بیان کردی مقصود اس کا یہ نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کی عزت بڑھائے یا مذاق اڑانے کے لئے عیب لگانے کے لئے ایسی بات کہے (تو ایسے شخص کی بھی گرفت کی جائے گی) مثلاً کوئی شخص کہے کہ ''اگر میری برائی کی جاتی ہے تو نبی ﷺ کی بھی برائی کی گئی ہے یا اگر میری تکذیب کی جاتی ہے تو کیا ہوا انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی ہے یا اگر میں نے گناہ کر دیا ہے تو کیا حرج ہے نبیوں سے بھی گناہ سرزد ہوئے ہیں' یا بھلا میں لوگوں کی زبان سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں جبکہ انبیاء محفوظ نہیں رہے یا کہے کہ میں نے تو اسی طرح صبر کیا جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا یا میں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کیا یا کہے کہ اللہ کے نبی نے اس سے بڑھ کر صبر کیا ہے جتنا کہ میں نے صبر کیا یا جیسا کہ متنبی شاعر نے کہا

اَنَا فِیْ اُمَّةٍ تَدَارَکَھَا اللّٰہُ غَرِیْبٌ کَصَالِحٍ فِیْ ثَمُوْدٍ

''میں اس امت میں اللہ اس سے سمجھے ایسا ہی اجنبی ہوں جس طرح قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام تھے''۔

اسی طرح ان شاعروں کا کلام جو حد سے بڑھ جاتے ہیں اور بے پروائی برتتے ہیں جیسے معری کا یہ شعر

کُنْتُ مُوْسٰی وَافَتْہُ بِنْتُ شُعَیْبٍ
غَیْرَ اَنْ لَّیْسَ فِیْکُمَا مِنْ فَقِیْرٍ

''تو موسیٰ ہے جس کے پاس حضرت شعیب کی لڑکی آئی البتہ یہ بات ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں ہے''۔

اس شعر کا دوسرا مصرع بدتمیزی کا ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کے ایک نبی کی تحقیر ہے اور دوسرے شخص کو ان پر فضیلت دی گئی ہے یا جیسے اس شعر میں

لَوْ لَا انْقِطَاعُ الْوَحْیِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ قُلْنَا مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِیْہِ بَدِیْلٌ
ھُوَ مِثْلُہٗ فِی الْفَضْلِ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَاْتِہٖ بِرِسَالَةٍ جِبْرِیْلٌ

''اگر محمد ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع نہ ہو جاتا تو ہم کہتے کہ محمد (شاعر کا محمود)

Marfat.com

اپنے باپ (حضرت محمد ﷺ کا) بدل ہے وہ ممدوح فضیلت میں (حضرت محمد ﷺ) کے مثل ہے گو کہ اس کے پاس جبریل علیہ السلام رسالت لے کر نہیں آئے''۔

اس کا پہلا شعر سخت بدتمیزی کا ہے اس لئے کہ شاعر نے غیر نبی کو نبی ﷺ کی فضیلت میں شریک کر دیا اور دوسرے شعر میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کا ممدوح نبی کریم ﷺ کے (نعوذ باللہ) برابر ہے صرف ذرا نبوت ملنے کے معاملے میں وہ نبی ﷺ سے پیچھے رہ گیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ نبوت ملنے یا نہ ملنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ شاعر کے ممدوح کو نبوت نہیں ملی یا اس کے باوجود وہ صاحب فضیلت ہے (استغفر اللہ) یہ پہلے مضمون سے زیادہ سخت اور گستاخی کی بات ہے۔ اور اسی قسم کا ایک اور شعر ہے

وَإِذَا مَا رُفِعَتْ رَايَاتُهُ ۔۔۔ صَفَّقَتْ بَيْنَ جَنَاحَيْ جِبْرِئِيلَ

جب اس کے جھنڈے بلند کئے جاتے ہیں تو وہ جبریل علیہ السلام کے دونوں پروں کے درمیان حرکت کرتے ہیں۔

اور ہمارے ہم عصروں میں سے ایک شاعر کا قول ہے

فَرَّ مِنَ الْخُلْدِ وَاسْتَجَا رَبَّنَا ۔۔۔ فَصَبَّرَ اللّٰهُ قَلْبَ رِضْوَانِ

وہ بہشت سے بھاگا اور ہم سے پناہ مانگی تو اللہ رضوان (درواغہ جنت کے دل) کو صبر دے۔

یا جیسے حسان مصیصی کا شعر ہے جو اندلس کے شاعروں میں سے ہے وہ محمد بن عباد المعروف بہ معتمد اور اس کے وزیر ابو بکر بن زیدون کی تعریف میں کہتا ہے:

كَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَبُوبَكْرِ الرِّضَا ۔۔۔ وَحَسَّانُ حَسَّانُ وَأَنْتَ مُحَمَّدُ

گویا کہ تیرا وزیر ابو بکر ابو بکر رضا یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور حسان (یعنی شاعر) حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (مداح رسول ﷺ) ہے اور تو محمد ہے''

یا اس قسم کے اور اشعار ہیں۔ ہم باوجود اس کے کہ اس طرح کے اشعار کو نقل کرنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں لیکن اس جگہ انہیں محض اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ لوگ ایسے

Marfat.com

اشعار کی تعریفیں کرتے اکثر لوگ ایسی باتوں کو اہمیت کو نہیں جانتے اور اس گٹھری کے بوجھ کو ہلکا سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کتنا بڑا گناہ ہے لوگ بے پروائی سے ایسا کلام کہہ جاتے ہیں دراصل انہیں علم نہیں اور ایسی باتوں کو اپنی نادانی کے باعث معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہے خاص طور پر شعراء ان میں سے بعض تو علانیہ سخت باتیں کہتے ہیں' ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان معری کے کلام تو نقص اور تخفیف کی حدوں سے نکل کر صریح کفر کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم نے اس کا جواب دیا ہے اور اس فصل میں اس طرح کی مثالوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کلام سب النبی کی ضمن میں آتا ہے نہ ان میں ملائکہ کی طرف کسی نقص کی نسبت کی گئی ہے اور میری مراد معری کے دو اشعار کے آخری مصرعوں سے نہیں ہیں نہ میں یہ کہتا ہوں کہ قائل نے قصداً تنقیص و توقیر کا ارتکاب کیا ہے تاہم یہ ضرور کہا جائے گا کہ شاعروں نے نبوت کی توقیر نہیں کی' نہ رسالت کی تعظیم کی' نہ اس عظمت و کرامت کو ملحوظ رکھا جو انبیاء کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے شاعروں نے انعام کے لالچ میں اپنے ممدوحوں کو جس سے چاہا تشبیہ دے دی (چاہے وہ انبیاء ہوں یا ملائکہ) انہوں نے تو یہ خیال کیا کہ تمثیل دید و مجلس کے لوگ خوش ہو جائیں گے یا اپنے ممدوح کی تعریف میں مبالغہ کیا تا کہ ان کا کلام بلند ہو جائے مگر ایسے لوگوں کے ساتھ تشبیہ دے دی جن کا مرتبہ اللہ عزوجل نے بلند کیا ہے' انہیں شرف بخشا اور ان کی عزت و احترام کو لازم قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے سامنے اونچی آواز سے کلام کرنے کو منع کیا۔ لہٰذا ایسا شخص تو اس قابل ہے کہ اگر اسے قتل نہ بھی کیا جائے تو کم از کم اس کو سخت تنبیہ کی جائے اور قید میں ڈال دیا جائے۔ پھر دیکھا جائے کہ اس کے کلام میں کس قدر بیہودگی ہے آیا وہ عادۃً اس طرح کی یاوہ گوئی کرتا ہے یا کبھی کبھی اس قسم کی بکواس کرتا ہے؟ اس کے کلام کو قرینہ کیا ہے؟ کیا وہ اپنے کہے پر نادم ہے؟ اس کے بعد جیسی صورتِ حال ہو اسی کے مناسب اس کے لئے سزا تجویز کی جائے۔ جو شخص اس قسم کی باتیں کرتا متقدمین ان پر اعتراض دیا کرتے تھے مثلاً ابونواس نے ہارون رشید کے بارے میں یہ شعر کہا تو ان نے اس کی گرفت کی وہ شعر یہ ہے

Marfat.com

فَاِنْ يَّكُ بَاقِيْ سِحْرُ فِرْعَوْنَ فِيْكُمْ   فَاِنَّ عَصَا مُوْسٰى بِكَفِّ خَصِيْبِ

اگر تم میں فرعون کے جادو کا بقیہ حصہ موجود ہو تو بیشک موسیٰ علیہ السلام کا عصا خصیب

(ہارون رشید کا غلام جسے ہارون نے مصر کا حاکم بنایا ہے) تو ہاتھ میں ہے۔

ہارون نے ابونواس سے کہا "اے گندی عورت کے بیٹے! تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا مذاق اڑتا ہے؟ اور اپنے لشکر سے اسے راتوں رات نکال باہر کرنے کا حکم دیا اور قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ اس کے علاوہ بھی ابونواس کا مواخذہ کیا گیا تھا۔ اسے کافر یا قریب کفر کے کہا گیا تھا جبکہ اس نے محمد امین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے کہا:

تَنَازَعَ الْاَحْمَدَانِ الشِّبْهَ فَاشْتَبَهَا   خُلْقًا وَّخُلُقًا كَمَا قُدَّ الشِّرَا كَانَ

دونوں احمدوں نے مشابہت میں نزاع کی اور دونوں اخلاق کے لحاظ سے مشابہ ہو گئے جس طرح دو تسمے برابر برابر کاٹے جاتے ہیں"۔

اور اس کے اس شعر پر بھی تنقید کی گئی ہے۔

كَيْفَ لَا يُدْنِيْكَ مِنْ اَمَلٍ   مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ نَفَرِهٖ

وہ شخص جس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قرابتی ہے تیری امید کو کیسے نہ پورا کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا یہ حق ہے کہ کسی چیز کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے منسوب نہ کیا جائے۔ اس قسم کی مثالوں کا وہی حکم ہے جو اس بارے میں ہم امام مالک بن انس اور ان کے فتوے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

نوادر میں ابن مریم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک دوسرے آدمی کو فقیری کی بنا پر عار دلائی تو اس نے کہا کہ تو مجھے غربت کی عار دلاتا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریوڑ چرائے" امام مالک نے فرمایا کہ "اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بے موقع کیا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو سزا دی جائے اور فرمایا کہ گناہ گاروں کے لئے یہ روا نہیں کہ گناہ کی بنا پر جب ان پر اظہار ناراضگی کیا جائے تو وہ یوں کہیں کہ ہم سے پہلے انبیاء نے بھی گناہ کیے ہیں"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص سے کہا کہ "میرے لئے ایک ایسا کاتب

Marfat.com

تلاش کرو جس کا باپ عربی ہو"۔ تو ان کے ایک کاتب نے کہا کہ نبی ﷺ کے والد تو غیر مسلم تھے" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے کہا کہ "تو نے اس کی مثال پیش کر دی؟ (تو بڑا بے ادب ہے) یہ کہہ کر اس کو اپنے عہدے سے معزول کر دیا اور کہا کہ آئندہ کبھی میری ملازمت میں نہ آنا۔

سحنون نے اس بات کو مکروہ تصور کیا ہے کہ تعجب کے وقت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے البتہ اگر اجر و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے پڑھے تو ان کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن بہر حال آپ ﷺ کے احترام و توقیر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اس کا حکم دیا ہے۔

قابسی سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے ایک بدصورت آدمی کو دیکھ کر کہا کہ "اس کا چہرہ گویا نکیر کا چہرہ ہے اور ایک ترش رو شخص کی نسبت کہا کہ "اس کا چہرہ گویا نکیر کا اور مالک کا چہرہ ہے تو قابسی نے کہا کہ" کہنے والے کی مراد کیا ہے؟ نکیر تو ان دو فرشتوں میں سے ایک ہے جو قبر میں میت کے ایمان کو آزمانے کے لئے آتے ہیں لہٰذا اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس شخص کو دیکھ کر اسی طرح خوف آتا ہے جس طرح نکیر کو دیکھ کر تو یہ دوسری بات ہے لیکن اگر اس کی مراد بدصورتی ہے تو یہ ایک بہت سخت بات ہے۔ کیونکہ اس طرح اس نے ایک فرشتے کی صورت کو مکروہ سمجھا جو فرشتے کی تحقیر کے مترادف ہے۔ اس پر اسے سزا دینی چاہئے۔ گو کہ اس جملے میں صراحۃً ایک فرشتے کو گالی نہیں دی گئی ہے گالی تو دراصل اس نے اپنے مخاطب کو دی ہے تاہم ایسے کمینہ خصلت اور بے ادب لوگوں کو کوڑے لگانا یا قید کرنا تادیب کے لئے ضروری ہے اسی طرح مالک سے تشبیہ دینے کے بارے میں ہے کہ درحقیقت ایک شخص کی ترش روئی کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مالک سے تشبیہ دینا ظلم ہے البتہ اگر وہ ترش رو شخص حاکم ہے اور قائل اس کی ترش روئی سے ڈرے اور اس کی مذمت کرتے ہوئے یہ کہے کہ "وہ اللہ کے لئے مالک کی طرح غضب کا اظہار کرتا ہے" تو یہ معمولی سی بات ہے اس پر گرفت نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر وہ ترش روئی کا مداح ہے اور اس پر مالک کی ترش روئی سے دلیل لائے تو یہ سخت بات ہے اور اس پر وہ مستوجب

Marfat.com

سزا ہے بشرطیکہ قائل کا مقصود فرشتے کی مذمت اور تحقیر نہ ہو اگر اس کا مقصود فرشتے کی تحقیر ہو تو اسے قتل کیا جائے گا"۔

ابوالحسن نے کہا ایک ایسے جوان صالح کے بارے میں جس سے کسی شخص نے کہا تھا کہ "چپ رہ اس لئے کہ تو اَن پڑھ ہے" اور اس مرد نے غلط بات کہی لوگوں نے اس جوان کی تکفیر کر دی تو وہ ڈر گیا اور اپنی بات پر ندامت کا اظہار کیا۔ ابوالحسن نے فرمایا کہ "بہر حال اس کو کافر قرار دے دینا تو درست نہیں البتہ نبی کریم ﷺ کی صفت (امی ہونا) سے اپنی جہالت پر دلیل لانا خطا ہے۔ کیونکہ اُمّی ہونا تو آپ ﷺ کا معجزہ تھا اور اس جوان کا اَن پڑھ ہونا اس کی جہالت اور اس کا نقص ہے یہ اس کی حماقت اور جہالت ہے کہ اپنے اَن پڑھ ہونے پر نبی کریم ﷺ کی صفت سے دلیل لاتا ہے تاہم چونکہ اس نے توبہ کی اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اللہ عزوجل سے پناہ طلب کی ہے اس لئے اسے چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس کا قول اس حد تک نہیں پہنچتا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اسے سزا بھی نہ دی جائے کیونکہ قائل جب اپنے فعل پر شرمندگی کا اظہار کر دے تو پھر اسے سزا دینا روا نہیں۔

اسی طرح اندلس کے بعض قاضیوں سے جن میں ہمارے استاد ابو محمد بن منصور بھی تھے اس شخص کے بارے میں فتویٰ دریافت کیا گیا جسے کسی نے عیب لگایا تھا اور اس نے اس کے جواب میں کہا کہ "تو مجھے عیب لگاتا ہے میں انسان ہوں اور انسانوں میں تو نقص ہوا ہی کرتا ہے کہ حتیٰ کہ نبی ﷺ بھی اس سے مبرا نہیں تھے (العیاذ باللہ)" تو ہمارے استاد نے فتویٰ دیا کہ ایسے شخص کو طویل قید میں رکھا جائے اور سزا دی جائے۔ اس لئے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا اندلس نے بعض فقہاء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔

Marfat.com

فصل: ۷

کفریہ الفاظ کا نقل کرنا

اگر قائل ایسی توہین آمیز گفتگو کو کسی دوسرے سے منقول کرے۔ اس صورت میں قائل کے انداز بیان اور اس کے کہنے کے قرینے کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے اختلاف کی بناء پر احکام بھی مختلف ہوں گے۔ اس صورت میں چار قسم کے احکام ہوں گے' واجب' مستحب' مکروہ' حرام۔

اگر قائل نے اس کے قول کو شہادت دینے' اس کے قول کو بیان کر کے اس کا انکار کرنے اور لوگوں کو مطلع کر کے اس سے نفرت پیدا کرنے کے لئے اور اس پر جرح کرنے کے لئے کہا تو اس کی بات مانی جائے گی اور اس کے اس اقدام کو قابل تعریف قرار دیا جائے گا۔

نقل گفتگو کا وجوب:

اسی طرح اگر اس نے اس کے قول کو اپنی کسی کتاب میں ذکر کیا یا کسی مجلس میں اس کی تردید کرنے کی غرض سے اس کا قول بیان کیا اور اس کا مقصود ایسے شخص کی تنقیص یا اس پر جو فتویٰ عائد ہوتا ہو اس کا بیان ہو تو ایسا کرنا واجبی ہے۔

استحباب کی ایک شکل:

کئی صورتوں میں تو میں بیان کرنے والے اور قائل کے اعتبار سے اس کا کہنا مستحب ہو گا۔ مثلاً قائل ایسا آدمی ہو کہ لوگ اس سے علم حاصل کرتے ہیں جیسے یہ کہ وہ استاد یا مفتی ہو یا حدیث کی روایتوں کا راوی ہو یا حکومت کی طرف سے وہ کسی عہدے پر مامور ہو یا شرعی مسائل کے بارے میں وہ فتوے صادر کرتا ہو (اور وہ کوئی بے ادبی کی بات کہے تو) اس بات کی اشاعت ضروری ہے تاکہ لوگ ایسے شخص سے پرہیز کریں اور اس صورت میں اس کے اس قول پر شہادت دینی چاہئے اور مسلمان حکام میں سے جس شخص کو ایسی بات معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ اس قول پر انکار کرنے اور اس کے کفر کا اظہار کرے۔ نیز اس

Marfat.com

کی اس بے ادبی کی بات کی خرابی بیان کرے تاکہ ایسے شخص سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے اور سید المرسلین ﷺ کا حق ادا ہو۔

یہی حکم اس شخص کے بارے میں بھی ہے جس سے اس قسم کی باتیں ظاہر ہوں اور وہ عام لوگوں کو وعظ کہتا ہو یا بچوں کو پڑھاتا ہو۔ کیونکہ جس شخص کی ایسی عادت ہو اور اس کے دل میں خباثت بھری ہوئی ہو اس سے ہر وقت اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اسی طرح کی باتیں ڈال دے گا۔ چنانچہ نبی ﷺ کی حرمت اور آپ ﷺ کی شریعت کے تحفظ کا حق ادا کرنے کے لئے ایسے شخص کی خباثت کو مشہور کرنا ضروری ہے۔

اور اگر کہنے والا ایسا نہیں ہے (جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے) تو بھی نبی کریم ﷺ کے حقِ عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد ضروری اور واجب ہے اور ہر مومن پر واجب ہے کہ آپ ﷺ کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور آپ ﷺ کی حیات و وفات ہر صورت میں اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا چاہے تو اس کے مقابلے میں آپ ﷺ کی نصرت کرے۔ البتہ اگر اس امر کی انجام دہی کے لئے ایسا شخص کھڑا ہو جائے جس کے سبب حق ظاہر ہو سکتا ہے وہ جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا اور حاکم ہو تو پھر یہ فرض عام مسلمانوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ تاہم اس وقت بھی یہ مستحب ہوگا کہ ان کے خلاف شہادت دی جائے اور اسے ڈرانے میں حاکم کی مدد کی جائے۔ روایت حدیث میں تہمت زدہ شخص کی حالت کے بیان پر تو علمائے سلف کا اجماع ہے۔ تو بھلا ایسے شخص کی خباثت کے اظہار میں کیا کوئی دو آراء ہو سکتی ہیں۔

ابو محمد بن ابی زید سے ایک ایسے گواہ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے کسی شخص کو ایسی (گستاخانہ) باتیں اللہ عزوجل کی شان میں کہتے ہوئے سنیں کہ کیا اس کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ حاکم کے سامنے جا کر یہ بیان نہ کرے تو انہوں نے جواب دیا کہ "اگر اسے اس بات کی امید ہے کہ حاکم حکم شریعت کو نافذ کرے گا تو ضرور جا کر گواہی دے۔ اسی طرح اگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ حاکم اس مقدمے میں ملزم کے قتل کا حکم نہیں دے گا بلکہ اس سے توبہ کرا کر یا اس کی تنبیہ کر کے چھوڑ دے گا۔ تب بھی اسے جا کر حاکم کے سامنے

Marfat.com

گواہی دینی چاہیے۔

مذکورہ بالا دونوں مقاصد کے تحت تو قائل کے گستاخانہ اور ملحدانہ خیالات کی تشہیر اور ان کی شہادت درست ہے لیکن ان کے علاوہ اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ کہہ دیا تو اسے پھیلانا اور بار بار دہرانا درست نہیں اور میں اس کی گنجائش نہیں پاتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی عزت و آبرو ہنسی اور خوش طبعی کے لئے نہیں لہٰذا آپ ﷺ کی برائی زبان پر لانا (چاہے بطور نقل ہی کے کیوں نہ ہو) یا انہیں بار بار دہرانا بغیر شرعی غرض کے کسی کے لئے جائز نہیں۔

البتہ گزشتہ اوراق میں جن اغراض کا تذکرہ ہوا ان کے تحت ان کا تذکرہ وجوب و استحباب کے درمیان میں ہے۔ اللہ عزوجل نے بھی تو کلام پاک میں ان انعامات کو ذکر کیا ہے جو کفار و مشرکین انبیاء پر بالعموم اور نبی کریم ﷺ پر بالخصوص عائد کیا کرتے تھے پھر ان کے اقوال کی تردید کی ان کے کفر سے انہیں ڈرایا اور پھر ان کی اس بے دینی پر انہیں خوفناک وعیدیں سنائیں اسی طرح کی باتیں صحیح احادیث میں بھی موجود ہیں اور سلف و خلف کے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کفار و ملحدین کے ملحدانہ اقوال کو کتابوں میں ذکر کرنا اور روایت حدیث کی مجلسوں میں انہیں بیان کرنا جائز نہیں اس طرح انہیں بیان کر کے ان کی تردید کی جاتی اور بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

اور اگرچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس قسم کی بعض باتوں کی وجہ سے حارث بن اسد پر اعتراض کیا ہے لیکن آخر انہوں نے بھی فرقہ جہمیہ اور ان لوگوں کی تردید میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جو خلق قرآن کے قائل تھے لہٰذا اس قسم کی باطلانہ تحریکوں کو کچلنے کے لئے معترضین کے اعتراضات کو بیان کرنا جائز ہے۔

لیکن ان صورتوں کے سوا آپ ﷺ پر گالی کو ذکر کرنا یا منصب رسالت پر عیب لگانے والی حکایتوں اور ملحدین کی من گھڑت کہانیوں کا بیان یا خوش کلامی کے طور پر جو لوگ جھوٹی موٹی باتیں کہا کرتے ہیں یا بے ہودہ ہنسا کرتے ہیں یا بے وقوفوں کی طرح عجیب و غریب قیل و قال میں لگے رہنا یا اس طرح کی فضول و لایعنی بکواس کرنا یہ سب سخت منع ہیں

Marfat.com

اور بعض تو انتہائی ناپسندیدہ بلکہ مستوجب سزا ہیں۔

اگر کوئی شخص ان باتوں کو بلا مقصد بیان کرے اور جس چیز کو وہ نقل کر رہا ہے اسے خود معلوم نہیں کہ یہ کس قدر سخت ہے اور وہ کر بیٹھے یا یہ کہ اس طرح کی ہفوات کو بیان کرتے رہنے کی اس کی عادت نہیں یا وہ اپنے خیال میں اس کلام کو اتنا برا نہیں جانتا اور اسے نقل کرنے والے پر اس کی خوبی اور خرابی ظاہر نہیں ہے تو ایسے شخص کو تنبیہ کی جائے گی اور آئندہ بیان کرنے سے منع کر دیا جائے گا۔ بلکہ اگر اسے ہلکی پھلکی سزا دے کر راہِ راست پر لایا جائے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر اس کا لفظ ایسا برا ہے کہ برائی کی حد تک پہنچتا ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام مالکؒ سے اس شخص کی نسبت دریافت کیا جو قرآن کو مخلوق مانتا تھا تو آپؒ نے فرمایا:

''کافر ہے اسے قتل کر ڈالو''۔

اس نے کہا کہ:

''میں نے تو ایک دوسرے شخص کا قول آپ کو سنایا ہے''۔

امامؒ نے فرمایا:

''لیکن سنا تو میں نے تمہاری زبان سے''۔ یہ بات امام مالکؒ نے اس شخص کو تنبیہ کے طور پر کہی اور نقل کرنے والے پر قتل کا حکم جاری نہیں کیا۔

البتہ اس طرح کے اقوال نقل کرنے والا اپنی حکایت میں اگر متہم ہو کہ اس نے اسے خود بنایا ہے اور غیر کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے یا یہ پتہ چلے کہ اس کی یہ عادت ہے یا اس طرح کی باتیں کرنے کا وہ شوقین ہے یا اس بات کو ہلکا سمجھتا ہے یا وہ اس قسم کی باتوں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گالیوں اور ہجو یہ اشعار کو اِدھر اُدھر سناتا پھرتا ہے تو ایسے شخص کا وہی حکم ہے جو گالی دینے والے کا۔ وہ اپنی ہی بات پر پکڑ لیا جائے گا اور اس وقت اگر وہ یہ کہے کہ میں نے تو نہیں کہا ہے میں نے تو فلاں شخص کے قول کو نقل کیا ہے تو اس کا یہ کہنا اس کے حق میں مفید نہ ہوگا۔ اسے جلدی قتل کر دیا جائے گا اور ہاویہ میں جو اس کی

Marfat.com

ماں ہے جلد از جلد اسے بھیج دیا جائے گا۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں چند ہجویہ اشعار یاد کر لئے ہوں۔ کافر کہا ہے اور ایک ایسے عالم نے جس نے اجماع کے بارے میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے اپنے رسالے میں "اس مسئلہ پر علمائے امت کا اجماع لکھا ہے"۔ نبی ﷺ کی ہجو کی روایت کرنا اس کا لکھنا پڑھنا اور اسے مٹائے بغیر چھوڑ دینا حرام ہے۔ اللہ عزوجل ہمارے اسلاف پر جو اعلیٰ درجے کے متقی اور دین کی حفاظت کرنے والے تھے رحم فرمائے کہ انہوں نے لڑائیوں اور تاریخ کی کتابوں میں جو اس قسم کی روایات تھیں انہیں چھوڑ دیا اور ان کی روایت نہیں کی۔ البتہ جو روایتیں اس قسم کی تھیں لیکن زیادہ بری نہیں تھیں انہیں درج کر دیا تاکہ اس کے قائل کی سزا دکھلائیں۔ پھر ان حضرات نے ان روایات کو ذکر کر دیا جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم ﷺ پر افترا پردازی کرنے والوں کو اللہ عزوجل نے ان کے گناہ کے بدولت پکڑ لیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے اہل عرب کے ہجویہ اشعار کو حوالہ کے لئے تلاش کر کے جمع کیا تو اتنی احتیاط برتی کہ ہجو شدہ کا نام لینا پسند نہ کیا بلکہ اپنے انتہائی تقویٰ اور پرہیزگاری کی بناء پر اس کے نام کا کوئی وہم وزن لفظ استعمال کیا تاکہ براہ راست وہ خود کسی شخص کا نام لے کر اس کی ہجو کرنے یا اس کی تشہیر کے عمل میں شریک نہ ہوں پھر بھلا یہ کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ کوئی صاحب ایمان شخص نبی کریم ﷺ کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے گا"۔

فصل : ۸

نبی کریم ﷺ کے اُمورِ مختلف فیہ کا بیان

جو یہ باتیں کہے جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کہی جاسکتی ہیں اور ان کا کہنا جائز ہو یا اس کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہو یا ان بشری امور کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرے جو واقع ہوئے یا ان کی نسبت آپ ﷺ کی جانب ممکن ہو یا ایسے امور ذکر کرے

Marfat.com

جن کے ساتھ آپ ﷺ کی آزمائش ہوئی یا اللہ کے واسطے آپ ﷺ نے دشمنوں کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کیا یا ان تکالیف کو بیان کرے جو آپ ﷺ کے ابتدائی حالات و عادات میں آپ کو پہنچیں یا اپنی زندگی میں آپ ﷺ نے جو جو تکلیفیں برداشت کیں انہیں بیان کرنے اور ان کی حیثیت علمی مذاکرے کی ہو یا انبیاء کی عصمت کے ضمن میں بیان کی ہو۔ یہ قسم مذکورہ بالا چھ قسموں سے خارج ہے کیونکہ اس میں نہ عیب ہے نہ تنقیص نہ توہین ہے نہ تحقیر نہ ظاہر میں نہ بولنے والے کے ارادے میں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کا کلام طالب علموں یا اہل علم کے درمیان کریں جو اس گفتگو کے مقاصد کو سمجھ سکیں اور تحقیق کریں اور اس کلام کو ان لوگوں کے سامنے نہ پیش کیا جائے جو اس کو سمجھ نہ سکیں یا اندیشہ ہو کہ ان مباحث کو نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ سلف صالحین نے تو اتنی احتیاط برتی ہے کہ عورتوں کو سورہ یوسف پڑھانا مکروہ سمجھتے تھے اس لئے کہ اس میں ایسے قصے ہیں جن کے بارے میں ممکن ہے وہ اپنی کم عقلی اور ناکافی ادراک کے باعث فتنے میں پڑ جائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے کہ میں نے ابتدا میں ریوڑ چرایا ہے اور فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے ریوڑ نہ چرایا ہو اور آپ ہی نے یہ بھی بتلایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ کام کیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس انداز میں بیان کرے تو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ تو عرب کی عادات اور معاشرت کا جز ہے۔ انبیاء سے یہ کام جو کرایا گیا اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اس لئے کہ اس طرح ان کو رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ بزرگی کے منازل طے کرائے جاتے ہیں اور ان کو عادت دلائی جاتی ہے کہ وہ اس طرح اپنی امتوں پر حکومت کریں۔

ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی عظمت اور بزرگی تو ازل سے لکھ دی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ پر اللہ عزوجل کا خاص احسان:

اسی طرح اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی یتیمی اور معیشت کی کمی کا تذکرہ کیا ہے اور

Marfat.com

پھر اس نے آپ ﷺ پر جو احسان فرمایا اسے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کی عظمت اور بزرگی کا تذکرہ کیا' اب اگر کوئی بیان کرنے والا آپ ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہوئے اسی انداز میں بیان کرے اور بتلائے کہ ابتدائی اوقات میں کس کس طرح اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر احسانات کئے اور اس کے انداز بیان سے توہین کی بو نہ آئے بلکہ نبوت کے کمالات کا اظہار مقصود ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ پھر اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو عرب کے سرداروں اور بڑے بڑے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ آپ ﷺ کی حکومت کو وسعت دی۔ ان کے خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کے قبضے میں دے دیں اور دوسرے ممالک آپ ﷺ کے قبضے میں آ گئے۔ اللہ کی مدد و نصرت سے آپ ﷺ سب پر غالب آ گئے۔ اللہ نے مؤمنین کو آپ ﷺ کا جاں نثار و مددگار بنا دیا ان کے دلوں کو آپ ﷺ کی محبت سے معمور کر دیا ملائکہ کے ذریعہ آپ ﷺ کی مدد کی اور کس طرح آپ ﷺ کی عظمت کا سکہ قائم ہو گیا۔ اگر آپ کسی بادشاہ کے لڑکے ہوتے یا آپ ﷺ کے پاس لشکر و سپاہ ہوتی تو ممکن تھا کہ کم علم لوگ یہ خیال کرتے کہ آپ انہیں کی بدولت غلبہ حاصل کر سکے۔

روم کے بادشاہ کا ابوسفیان سے مکالمہ:

یہی وجہ ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم نے ابوسفیان سے آپ ﷺ کی نسبت دریافت کیا تو یہ بھی ایک سوال کیا کہ ''کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟'' کیونکہ اگر کوئی بادشاہ گزرا ہے تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ ایک شخص ہے جو دعوائے نبوت کے پردے میں اپنے باپ دادا کی حکومت چاہتا ہے۔ مگر ابوسفیان نے جب نفی میں جواب دیا تو ہرقل کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ برحق نبی اور خاتم الانبیاء ہیں) یتیم ہونا تو آپ ﷺ کی صفات اور فضیلتوں میں سے ایک فضیلت ہے اگلی آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی جو علامات بتلائی گئی تھیں ان میں ایک علامت ''یتیمی'' بھی تھی' چنانچہ ارمیانی کی کتاب میں یہ مذکور ہے اور ابن ذی یزن نے عبدالمطلب سے اور بحیراء راہب نے ابوطالب سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔

Marfat.com

بطورِ تعریف اُمّی ہونے کا ذکر کرنا:

اسی طرح کوئی بیان کرنے والا اگر بطور توصیف و تعریف کے آپ ﷺ کے اُمّی ہونے کا تذکرہ کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے تو یہ آپ ﷺ کی مدح و ثنا ہے اور آپ ﷺ کی ایسی فضیلت کا بیان ہے جو آپ ﷺ میں موجود تھی بلکہ اسی فضیلت کی بنا پر قرآن کریم کا آپ کا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم علوم و معارف کا بے بہا گنجینہ ہے اور یہ دولت آپ ﷺ کو بخشی گئی اس کے علاوہ وہ علوم ہیں جو آپ ﷺ کو دیئے گئے اور خوب خوب دیئے گئے۔ ان کا بیان ہم پہلے کر آئے ہیں ایسے علوم کا کسی ایسے شخص میں پایا جانا جس نے (بظاہر) علم نہ حاصل کیا ہو جس نے نہ لکھا ہوا نہ کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو تعجب انگیز نہیں تو اور کیا ہے اسی کو تو معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس انداز میں یہ بات بیان کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ نوشت و خواند سے مقصود تو یہی ہے کہ علم و معرفت حاصل کی جائے۔ لکھنا پڑھنا تو ایک وسیلہ ہے سو جسے اس دولت تک خود بخود رسائی حاصل ہو جائے ایسا شخص لامحالہ معروف ذرائع علم سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ دوسروں کا اَن پڑھ ہونا ان کا نقص ہے کیونکہ یہ ان کی جہالت اور کند ذہنی کی دلیل ہے۔ اللہ تبارک وعزوجل نے آپ ﷺ کے معاملے کو دوسروں سے الگ کر دیا ہے اور جو چیز آپ ﷺ کے لئے باعث شرف ہے (یعنی اُمّی ہونا) وہ دوسروں کے لئے سامان نقص ہے۔

اسی طرح بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ کی تو حیات ہے لیکن دوسروں کے لئے ذریعہ موت۔ مثلاً سینہ کا چاک کر کے اس میں سے خون کے لوتھڑے کا نکال لیا جانا اس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو حیات و قوت بخشی گئی اور آپ ﷺ میں اس طرح استقامت اور طاقت برداشت رکھی گئی لیکن یہی بات دوسروں کے لئے باعث ہلاکت ہے اور اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا جائے تو اس کی موت یقینی ہے۔ اسی پر دیگر امور کو قیاس کر لو مثلاً آپ ﷺ کے حالات میں ہے کہ آپ ﷺ دنیوی نعمتوں میں سے کم سے کم حصہ لیتے۔ آپ کے لباس میں سادگی' کھانے میں سادگی' سواری میں سادگی آپ ﷺ کی طبعی تواضع۔

Marfat.com

اپنے ہاتھوں سے اپنے کام کو انجام دینا گھر کے کام کاج میں آپ ﷺ کا ہاتھ بٹانا۔ دنیا سے بے رغبتی آپ ﷺ کا زہد اختیار کرنا۔ دنیا کی چھوٹی بڑی چیزوں کو برابر سمجھنا اور یہ خیال فرمانا کہ یہ ساری چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں اور ان میں ہر آن تغیر وانقلاب ہوتا رہتا ہے یہ ساری باتیں آپ کے فضائل اور شرافت میں سے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان باتوں کو بیان کرے اور اس کا مقصد آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کو بیان کرنا ہو تو سبحان اللہ۔ ضرور بیان کرے لیکن اگر ان باتوں کے بیان سے اس کا مقصد برا ہو اور مقصود آپ ﷺ کی اہانت ہو تو پھر وہ انہیں لوگوں میں شمار کیا جائے گا جن کا ذکر ہم پہلی فصلوں میں کر آئے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ کے اور دیگر انبیاء کے بعض احوال جو احادیث میں مذکور ہیں جن کے ظاہری الفاظ میں اشکال ہے اور بظاہر ان سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ حضرات انبیاء کے شایانِ شان نہیں اور ضرورت ان کی تاویل وتوجیہ کی ہو تو اس باب میں صحیح احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو نہیں بیان کرنا چاہئے" اس بات میں صرف وہی روایتیں بیان کی جاسکتی ہیں جو ثابت ہوں۔ اللہ عزوجل امام مالکؒ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس قسم کی احادیث کو جو شبہے میں ڈالنے والی ہو اور وہم ووسوسہ پیدا کرنے والی ہوں بیان کرنے کو مکروہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ "آخر وہ کون سا جذبہ ہے جو اس طرح کی احادیث بیان کرنے پر لوگوں کو مائل کرتا ہے"۔

ان سے کہا گیا کہ ابن عجلان اس قسم کی حدیثیں بیان کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ فقہاء میں سے نہ تھے۔ کاش لوگ ایسی احادیث کے ترک میں وہی رویہ اختیار کرتے جو امام مالکؒ کا تھا اور ان کے ساتھ تعاون کرتے' کیونکہ اس قسم کی احادیث عملی نہیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کی حدیث نبی کریم ﷺ نے اہل عرب کے سامنے بیان فرمائیں عرب ان عبارتوں کا مفہوم سمجھتے تھے وہ لوگ کلام کی حقیقت' مجاز' استعارہ' بلاغت اور ایجاز کے تصرفات سے واقف تھے۔ اس لئے وہ بہ آسانی آپ ﷺ کے کلام کو

Marfat.com

سمجھ لیتے تھے پھر وہ لوگ آ گئے جن پر عجمیت غالب تھی ان میں سے اکثر جاہل لوگ تھے جو اہل عرب کے مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے وہ ان احادیث کی تاویل کرنے یا ان کو ظاہری معنوں پر محمول کرنے میں اختلاف کرنے لگے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو آنکھیں بند کر کے ان پر ایمان لائے اور بعض منکر ہو گئے۔ لیکن (میرا خیال ہے کہ) ان میں سے جو احادیث صحیح نہیں ان کا ذکر ہی نہیں کرنا چاہئے ایسی حدیثیں نہ تو اللہ عزوجل کے بارے میں انبیاء کی بابت ذکر کرنی چاہئے۔ نہ یہ کوشش کی جائے کہ ان کے معنی بہ تکلف بیان کئے جائیں بہتر ہے کہ ایسی احادیث کو چھوڑ دیا جائے اور ان میں آدمی مشغول نہ ہو' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے راوی ضعیف ہیں یا ان کی اسناد لغو ہیں۔

مشائخ حدیث نے ابن فورک پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اسی طرح کی مشکل مفہوم والی حدیث کو جو ضعیف موضوع اور بے اصل ہیں یا ان اہل کتاب سے مروی ہیں جن کی عادت ہی یہ ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملا دیتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ابن فورک کو وہ احادیث چھوڑ دینی چاہئے تھیں۔ اس سلسلے میں تو اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ یہ ضعیف احادیث ہیں۔ کیونکہ مشکل احادیث پر کلام کرنے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے جو شبہ پیدا ہو رہا ہے وہ جاتا رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی احادیث کو بے اصل قرار دے دینا یا انکار کر دینا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ خواہ مخواہ کے لئے انہیں بیان کیا جائے پھر ان کی تاویل و توجیہ کی جائے۔

فصل : ۹

نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ذکر کرتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دینا

متکلمین حضرات کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ:

ایسے لوگ جو نبی کریم ﷺ کی سیرتِ پاک کی بابت بات چیت کریں یا ان باتوں کو بیان کرنا چاہے اور آپ ﷺ کے بارے میں کہی جا سکتی ہیں اور جو نہیں کہی جا سکتیں یا

Marfat.com

آپ ﷺ کے حالات بیان کرے یہ واجب ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کرے تو آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو ہر لمحہ ملحوظ رکھے اپنی زبان پر کنٹرول رکھے اور اسے کھلا نہ چھوڑ دے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت اس پر ادب کی علامات ظاہر ہوں جب ان مصائب کا ذکر کرے جو راہِ حق میں نبی اکرم ﷺ نے برداشت کیں تو ضروری ہے کہ اس پر محبت وشفقت کی کیفیات اور آپ ﷺ کے دشمنوں پر غصہ کا ظہور ہو اور ایسا انداز اختیار کرے کہ اگر اسے قدرت حاصل ہو جاتی تو آپ پر قربان ہو جاتا اور آپ ﷺ کی مدد کرتا اور جب آپ ﷺ کے معصوم ہونے کا تذکرہ کرے اور آپ ﷺ کے اعمال واقوال بیان کرے تو اچھے الفاظ میں نہایت ادب سے گفتگو کرے جہاں تک ہو سکے برے الفاظ اور بدنما عبارت سے پرہیز کرے مثلاً جہل، کذب ومعصیت جیسے الفاظ۔

اور جب آپ ﷺ کے اقوال کے بارے میں کلام کرے تو یوں کہے کہ "کیا آپ ﷺ کے اقوال اور ان خبروں میں جو آپ ﷺ نے دیں اس بات پر امکان ہے کہ اس کے خلاف واقع ہو جائے یا سہو یا لغزش ہو جائے اس مقام پر "کذب" کا لفظ ہرگز نہ استعمال کرے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ کے علم کے بارے میں گفتگو کرے تو یوں کہے اور "کیا یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ وہی باتیں جانتے تھے جو اللہ عزوجل کی طرف سے آپ ﷺ کو بتلائی گئی تھیں اور ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو بعض چیزوں کا اس وقت علم نہ ہو جب تک آپ ﷺ کو وحی نہیں کی گئی"۔ اس مقام پر "جہل" کا لفظ نہ استعمال کرے، کیونکہ یہ لفظ قبیح ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ کے افعال کے بارے میں کلام کرے تو کہے کہ "کیا یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ بعض اوامر ونواہی کے خلاف عمل فرمائیں یا صغیرہ آپ ﷺ سے صادر ہو؟" یہ اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ یوں کہے "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی نافرمانی کریں یا گناہ کا ارتکاب کریں یا ایسا ویسا کریں اور مراد معاصی ہوں" کیونکہ یہ آپ ﷺ کی عظمت وتوقیر کا تقاضا ہے آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے وقت کمال ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔ میں نے بعض علماء کو دیکھا ہے کہ وہ ان باتوں کی احتیاط نہیں کرتے

Marfat.com

اور بعض اوقات قبیح الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جسے برا سمجھا جاتا ہے اور میں بھی اس چیز کو درست نہیں سمجھتا۔

میں نے بعض ظالموں کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے عالموں پر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تہمت لگاتے ہیں جو اس نے نہیں کی اس لئے کہ اس نے اپنی عبارت میں حفظ مراتب کا خیال نہیں کیا اور اس پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اس گستاخی کرنے کا انکار کرتے ہیں۔ پھر وہ ظالم اس عالم کو کافر کہہ ڈالتے ہیں۔ عبارت میں ہمیشہ ادب کا خیال کرنا چاہئے حفظ مراتب کا خیال تو عام معاشرت میں رکھا جاتا ہے تو بھلا نبی کریم ﷺ کے بارے میں کلام کرتے ہوئے کیوں نہیں رکھا جائے گا اس کی بڑی تاکید ہے۔ عبارت تو ایسی چیز ہے کہ اس کی خوبی و خرابی سے کوئی شے بھلی یا بری بن جاتی ہے اس کا لکھنا اور درست کرنا کسی بات کو بڑا بناتا یا پھر ذلیل کر دیتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''بے شک بعض بیان تو جادو ہوتا ہے'' البتہ اگر عبارت میں کوئی چیز نفی کرنے یا اس سے آپ ﷺ کی پاکی بیان کرنے کے لئے لائی جائے تو میں کوئی مضائقہ نہیں' مثلاً یہ کہنا کہ ''آپ ﷺ سے جھوٹ صادر ہونا یا گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا آپ ﷺ سے ظلم ہونا درست نہیں' تاہم جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے۔ ہر لحہ آپ ﷺ کی عظمت و توقیر کو ملحوظ رکھنا چاہئے اس طرح کے مواقع پر تو بدرجہ اولیٰ اس کا خیال کرنا چاہئے۔

سلف صالحین کا تو یہ حال تھا کہ جب آپ ﷺ کا ذکر کرنے لگتے تو مارے ادب کے ان پر عجیب حالات طاری ہو جاتے جیسا کہ ہم نے دوسری قسم میں بیان کیا ہے۔ بعض سلف کے لوگ تو قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کے وقت جن میں اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے دشمنوں اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ عزوجل کی آیات کے منکر ہیں اور اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اس بات کا التزام کرتے تھے کہ ان آیات کو آہستہ پڑھتے جس سے اللہ عزوجل کی عظمت و جلال کا اظہار اور کافروں سے مشابہ ہونے کا خوف ظاہر ہوتا تھا۔

Marfat.com

باب دوم

نبی کریم ﷺ پر سب و شتم، تنقیص اور اذیت و عقوبت کا بیان

فصل : ۱

شاتم رسول (ﷺ) کی سزا

اِس سے قبل ہم تحریر کر چکے کہ جو نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچائے اس کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے امام کو اختیار ہے کہ اسے قتل کرا دے یا سولی پر چڑھا دے اور اس کے دلائل بھی بیان کر دیئے ہیں۔ امام مالکؒ ان کے شاگردوں، سلف صالحین اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ ایسے شخص کو بطور حد کے قتل کیا جائے نہ بطور کفر کے چاہے اس سے توبہ کا اظہار ہی کیوں نہ ہوا ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ نہ اپنے قول سے رجوع اس کے حق میں مفید ہوگا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں، ایسے شخص کا حکم زندیق کے حکم کی طرح ہے اور اس شخص کے حکم کی طرح جو اپنے دل میں کفر کو چھپائے۔ ایسا شخص چاہے پکڑے جانے کے بعد یا اس پر شہادت گزر جانے کے بعد توبہ کرے یا خود بخود توبہ کرتا ہوا آئے حد تو بہر حال اس پر نافذ ہوگی کیونکہ توبہ کرنے سے حدود ساقط نہیں ہوتیں۔

ایسے شخص کے قتل کی وجہ؟

شیخ ابوالحسن قابسیؒ کہتے ہیں کہ اگر شاتم النبی سب و شتم کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کرے اور توبہ کے اثرات کا ظہور بھی ہو تب بھی بوجہ سب و شتم کے اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ حد شرعی ہے۔ ابو محمد بن ابی زید کا قول بھی یہی ہے۔ البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان معاملات کے سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

ابن سحنون کا قول ہے کہ موحدین میں سے جس نے نبی کریم ﷺ کو سب و شتم کیا پھر توبہ کر لی تو توبہ سے اس کے قتل کا حکم ساقط نہیں ہوگا۔

Marfat.com

زندیق کے بارے میں حکم:

زندیق کے بارے میں جبکہ وہ توبہ کر لے اختلاف ہے قاضی ابوالحسن بن قصار کے اس کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اقرار کر لے تو اسے قتل کر دیں گے کیونکہ وہ چاہتا تو اپنے زندقہ اور گمراہی کو چھپاتا لیکن جب اس نے اقرار کر لیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی گمراہی کے ظاہر ہونے سے ڈر گیا اور اقرار کرنے کی طرف سبقت کی اور بعض اساتذہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی توبہ کو قبول کریں گے۔ اس لئے کہ اس کا حاضر ہو کر اقرار کر لینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے باطن میں جو کجی پیدا ہوئی تھی اس نے اسے درست کر لیا ہے۔ اس طرح گویا ہم اس کے باطن سے آگاہ ہو گئے۔ برخلاف اس شخص کے جس پر شواہد کے ذریعہ جرم ثابت ہو جائے۔ قاضی ابوالفضل کہتے ہیں کہ یہ قول اصبغ کا ہے۔

نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کا معاملہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ اس میں اختلاف کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ حق ہے اور آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کا بھی حق ہے اور حقوق تو توبہ سے ساقط نہیں ہوتے جس طرح دوسرے حقوق کا حکم ہے۔ البتہ اگر زندیق پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے تو امام مالکؒ لیث، اسحاق اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے امام شافعیؒ کے نزدیک توبہ قبول کی جائے گی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن المنذر نے حضرت علیؓ سے روایت بیان کی ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے گی ابن سحنون کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کو گالی دے اس کے بعد توبہ کرے تو اس سے قتل کا حکم ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ ارتداد نہیں ہے بلکہ اس نے تو ایسا کلام کیا ہے جس کی سزا صرف یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس میں کسی کے لئے معافی نہیں ہے۔ جیسے کہ زندیق، کیونکہ وہ ایک ظاہری حال سے دوسرے ظاہری حال کی طرف تو منتقل نہیں ہوا ہے۔

قاضی ابومحمد بن نصر، سبکی توبہ نہ قبول کئے جانے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اس میں اور اس شخص میں جو اللہ عزوجل کو گالی بکتا ہے جس کی توبہ مشہور قول کے مطابق قبول کی جاتی

Marfat.com

ہے۔ یہ فرق ہے کہ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بشر ہیں اور بشر ایسی جنس ہے کہ اسے نقصان لاحق ہو سکتا ہے مگر وہ جسے اللہ عزوجل نبوت و رسالت کے ذریعہ فضیلت بخشے۔ لیکن اللہ عزوجل ہر قسم کے نقصان سے بلند و بالا ہے اور انسان کی طرح ایسا نہیں کہ اسے کسی سے نقصان پہنچے اور واضح رہے کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دینا کسی سے ارتداد کی طرح نہیں ہے جس میں کہ توبہ قبول کی جاتی ہے' کیونکہ ارتداد تو ایک ایسا گناہ ہے جس کا تعلق ایک آدمی کی ذات (مرتد) سے ہے۔ اس میں کسی دوسرے آدمی کا حق شامل نہیں ہے اس لئے اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے اور جس شخص نے نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دی۔ اس نے تو ایسا گناہ کیا جس میں ایک آدمی کا حق متعلق ہو گیا اور وہ اس مرتد کی طرح ہو گیا جو مرتد ہونے کے وقت کسی کو قتل کر ڈالے یا کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگا دے اب اگر ایسا مرتد توبہ کر لے تو کیا اس کی وجہ سے اس کے ذمہ جو قصاص عائد ہوا تھا یا جو قذف (زنا کی تہمت لگانا) کی حد عائد ہوئی تھی وہ ساقط ہو جائے گی؟ اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ مرتد اگر توبہ کر لے تو اس سے چوری اور زنا کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دینے والا کفر کی وجہ سے تھوڑا ہی قتل کیا جاتا ہے وہ تو اس لئے قتل کیا جاتا ہے کہ اس نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی حرمت کو نقصان پہنچایا اس لئے اس نقصان کو دور کرنا ضروری ہوا اور توبہ اس سزا کو ساقط نہیں کر سکتی۔

قاضی ابوالفضل کا خیال ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دینا صرف کفر ہی نہیں ہے بلکہ گالی دینے والے کا مقصد آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو عیب لگانا اور آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وقار کو ٹھیس پہنچانا ہے اب جبکہ اس نے توبہ کر لی اور اپنے گناہ پر ندامت کا اظہار کر دیا تو اس سے کفر ساقط ہو گیا اور ہم اس کے ظاہری حال کی روشنی میں کافر نہیں کہہ سکتے باطن میں اس کے لئے کیا ہے وہ اللہ بہتر جانتا ہے تاہم گالی دینے کا حکم تو اس پر لاگو ہو گیا۔

ابوعمران عابسی کا قول ہے کہ جو شخص نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دے پھر مرتد ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی کیونکہ گالی دینا آدمیوں کے حقوق سے ہے جو مرتد سے بہر حال ساقط نہیں ہوتے خلاصہ یہ کہ ہمارے مشائخ کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالی دینے والے کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا نہ کہ بوجہ کفر کے اور یہ

Marfat.com

تفصیل چاہتا ہے۔

ولید بن مسلم نے امام مالکؒ اور دیگر اہل علم حضرات سے جو روایت نقل کی ہے اس کے مطابق ان علماء کی تصریح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینا ارتداد ہے لہٰذا اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو اسے سزا دی جائے گی اور اگر توبہ سے انکار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس قول کے مطابق ایسے شخص کا حکم مرتد کا ہوگا لیکن پہلا قول جو ہم نے ذکر کیا زیادہ مشہور ہے۔

اب ہم اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں وہ یہ کہ جو لوگ اس امر کو ارتداد نہیں مانتے وہ اس میں بطور حد شرعی کے قتل کو واجب کہتے ہیں اسے ہم دو صورتوں میں بیان کرتے ہیں' اس طرح کہ یا تو وہ اس امر کا انکار کرتا ہے۔ جس کے بارے میں لوگوں نے اس کے خلاف گواہی دی یا اپنے قول سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے کا اظہار کرتا ہے۔ دوسری صورت میں بھی ہم اسے بطور حد شرعی قتل کرائیں گے کیونکہ اس پر آنحضرت ﷺ کے حق میں کلمہ کفر کہنے اور آپ ﷺ کی توہین کرنے کا جرم ثابت ہو چکا ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے ہم نے ایسے شخص کی میراث کے بارے میں وہی حکم جاری کیا ہے جو زندیق کا اس صورت میں ہے جبکہ اس کا زندقہ ظاہر ہو جائے اور وہ انکار کرتا رہے یا توبہ کر لے۔

اگر اس موقع پر اعتراض کیا جائے کہ تم اس پر کفر کس طرح ثابت کرتے ہو حالانکہ اس پر کفر کی شہادت دی جا چکی ہے تو جب اس پر کفر کی شہادت گزر گئی پھر اس پر احکام ارتداد یا احکام کفر کیوں نہیں جاری کرتے۔ یعنی اس سے توبہ کرائی جائے؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگرچہ ہم قتل کرنے میں اس پر کافر کا حکم لگاتے ہیں لیکن یہ حکم اس پر قطعیت کے ساتھ نہیں لگا سکتے۔ اس لئے کہ بہر صورت وہ توحید اور نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ نیز گواہوں نے جس جرم کی اس کے خلاف شہادت دی ہے وہ ان کا انکاری ہے۔ یا اس کا گمان یہ ہے کہ اس سے خطا ہوئی اور گناہ سرزد ہوا جس پر وہ نادم ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بعض اشخاص پر کفر کے بعض احکام ثابت کئے جائیں اگرچہ کفر کی تمام

Marfat.com

خصوصیات ثابت نہ ہوں جیسے تارک نماز کا قتل (کہ اس پر کفر ثابت ہو جاتا ہے اس کے باوجود اسلام کی بہت سی خصوصیات اس میں پائی جاتی ہیں) البتہ اگر کسی کے بارے میں یہ علم ہو جائے کہ اس نے اعتقاداً حلال جان کر آپ ﷺ کو گالی دی ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں گالی دینے کی بھی متعدد صورتیں ہیں مثلاً نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کرنا یا (العیاذ باللہ) آپ ﷺ کی تکفیر یا اس طرح کی باتیں کہ ان میں سے کوئی پیچیدگی ہی نہیں ہے۔ ایسا شخص اگر توبہ بھی کر لے تو ہم اسے قتل کریں گے کیونکہ ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور توبہ کے بعد بطورِ حد شرعی کے ہم اسے قتل کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے ایسی بات کہی ہے کہ اس کی سزا سوائے قتل کے اور کچھ نہیں۔ اس کے بعد اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے جو صحیح معنوں میں جانتا ہے کہ اس کی توبہ درست ہوئی ہے یا نہیں دلوں کے احوال تو وہی جانتا ہے۔

یہی حکم اس شخص کا ہے جو بظاہر توبہ بھی نہیں کرتا اور اس کے خلاف (کلمہ کفر بکنے کی) جو گواہی دی گئی ہے وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہے اور اس پر پختہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص تو اپنے ہی قول کے مطابق کافر ہے مزید برآں یہ کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی ہتک حرمت کا مرتکب ہے لہٰذا اسے تو بغیر کسی اختلاف کے کافر جان کر قتل کیا جائے گا۔

اسی تفصیل کے مطابق علماء کے کلام کو سمجھنے اور ان کی مختلف عبارتوں کو اسی بنیادوں پر حجت لانے میں محمول کیا جائے گا اور اسی کے مطابق وراثت کے معاملے میں راویوں کا اختلاف ہوگا اگر تم نے اس اصول کو مدنظر رکھا تو علماء کے کلام کے مطالب واضح ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

فصل : ۲

مرتد (مرد و عورت) کی توبہ (اور اس کی مدت)

جس وقت ہم توبہ کرانے کی بابت کہتے ہیں تو پھر اس میں وہی اختلاف ہے جو مرتد کی توبہ میں ہے۔ سلف کے علماء نے اس کے واجب ہونے 'مدت اور کیفیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ مرتد سے توبہ کرائی جائے۔ ابن قصار نے کہا

Marfat.com

ہے کہ توبہ لینے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توبہ لی اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اریہی قول حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' عطاء بن رباح نخعی' ثوری' مالک اور ان کے شاگردوں کا اور اوزاعی' شافعی' احمد' اسحاق' اصحاب الرائے حضرت کا ہے اور طاؤس عبید بن عمیر حضرت حسنؒ بصری سے ایک روایت میں کہتے ہیں کہ ''مرتد سے توبہ نہ لی جائے''۔ یہی عبدالعزیز بن ابی سلمہ کا قول ہے۔ سحنون نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اس قول کا انکار نقل کیا ہے' طحاوی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے اور یہی اہل ظاہر کا قول ہے کہ ''مرتد کی توبہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں نفع بخش ہو سکتی ہے لیکن توبہ کی وجہ سے ہم اس کے قتل کو ساقط نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص اپنے دین کو تبدیل کردے اسے قتل کردو''۔ عطاء سے یہ بھی قول منقول ہے کہ اگر (مرتد) مسلمان پیدا ہوا تھا تو اس سے توبہ نہ لی جائے بلکہ قتل کر دیا جائے اور اگر پہلے وہ کافر تھا پھر مسلمان ہوا اور پھر مرتد ہو گیا تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور جمہور علماء کا یہ خیال ہے کہ اس حکم میں مرتد مرد اور مرتد عورت دنوں برابر ہیں۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ اسے لونڈی بنا لیا جائے۔ یہی عطاء اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے''۔ امام ابو حنیفہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اس معاملے میں آزاد' غلام' مرد اور عورت سب مساوی ہیں۔

اب رہا سوال مرتد کو مہلت دینے کی مدت کا۔ تو اس مسئلہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اسے تین دنوں تک قید رکھا جائے یہی امام شافعیؒ کے ایک قول میں ہے۔ یہی احمدؒ و اسحاقؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اسی رائے کو پسند کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''انتظار اور تاخیر کرنی چاہیے''۔ شیخ ابو محمد بن ابی یزید کا قول ہے کہ تاخیر سے مراد امام مالکؒ کی یہی ہے کہ تین دنوں تک انتظار کیا جائے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مرتد کے بارے میں مَیں تو اسی قول پر عمل کرتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے

Marfat.com

کہ اس کو تین دنوں تک قید رکھا جائے اور ہر دن اس پر توبہ پیش کی جائے اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ ابوالحسن قصار کہتے ہیں کہ تین دن کی تاخیر کے بارے میں امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں یعنی کیا یہ واجب ہے یا مستحب؟ اصحاب الرائے کے نزدیک تین دن تک تاخیر کرنے اور اسے مہلت دینے کو اچھا اور مستحب کہا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتد عورت سے توبہ کا مطالبہ کیا اس نے توبہ نہیں کی آپ نے اسے قتل کر دیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''مرتد سے ایک مرتبہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ نہ کرے تو اسے اسی جگہ قتل کر دینا چاہئے''۔ امام شافعیؒ کے اس قول کو مزنی نے درست خیال کیا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ مرتد کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دی جائے اس کے باوجود اگر وہ انکار کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''دو ماہ تک اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے''۔ اور نخعیؒ کہتے ہیں کہ ''ہمیشہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا رہے۔ سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے توبہ کا اس وقت تک مطالبہ کرتے رہنا چاہئے جب تک امید ہو۔ ابن قصار نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ مرتد سے تین دنوں تک توبہ کرائی جائے یا تین جمعہ تک یعنی ہر جمعہ کو اس ایک دفعہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور امام محمدؒ کی کتاب میں ابوالقاسم سے مروی ہے کہ ''مرتد کو تین مرتبہ اسلام کی طرف دعوت دی جائے اگر اس پر بھی وہ انکار کرے تو اس کی گردن ماردی جائے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ''آیا توبہ کے دنوں میں اس کو زجر و توبیخ کی جائے یا توبہ کرانے کے لئے اس پر سختی کی جائے یا نہیں؟ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نہیں سمجھتا کہ اس سے توبہ کرانے کے لئے اسے بھوکا پیاسا رکھنا چاہئے۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ اسے غیر مضر کھانا دینا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ کرانے کے ایام میں اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دینی چاہئے۔ نیز اس پر اسلام پیش کرنا چاہئے اور ابوالحسن طابثی کی کتاب میں ہے کہ ان دنوں میں اس کو وعظ سنایا جائے' جنت کا ذکر کیا جائے اور دوزخ کے عذاب سے

Marfat.com

ڈرایا جائے۔

مدتِ توبہ کے درمیان حاکم کا طرزِ عمل کیسا ہو؟

اصبغ کہتے ہیں کہ جس قید خانے میں اسے قید کیا جائے اسے مضبوطی سے باندھا جائے۔ چاہے وہ اکیلا ہو یا دوسرے قیدیوں کے ساتھ اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ اپنا مال ضائع کردے گا تو خرچ کو موقوف رکھا جائے اور اسی مال کو اسے کھلایا پلایا جائے۔ اس سے توبہ کرانے اور ارتداد کے بعد اس سے رجوع کرانے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے نبہان سے جو چار مرتبہ مرتد ہوا تھا ہر مرتبہ توبہ کرائی۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے۔ یہی قول ابن القاسم کا ہے۔

اسحاقؒ کہتے ہیں کہ مرتد کو چوتھی دفعہ قتل کرا دیا جائے اور اصحاب الرائے کہتے ہیں کہ اگر مرتد چوتھی دفعہ توبہ نہ کرے تو اسے بغیر توبہ کرائے قتل کر دیا جائے اور اگر وہ توبہ کر بھی لے تو اسے سخت ضرب لگانی چاہیے۔ اور اسے اس وقت تک جیل سے باہر نہیں نکالنا چاہیے جب تک اس پر توبہ کی عاجزی نہ ظاہر ہو جائے۔

ابن منذرؒ کہتے ہیں کہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے کہ جس نے مرتد کو پہلی ہی مرتبہ جبکہ وہ مرتد ہوا ہو سزا دی یہی مذہب امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ کوفیؒ کا ہے۔

فصل : ۳

شہادت یا عدمِ شہادت کی بابت حکم

اِس سے قبل والی فصل میں اُس شخص کا ذکر ہوا ہے جس کا مرتد ہونا اس کے اقرار سے یا ایسے گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو چکا ہو جو عادل ہوں اس فصل میں ایسے شخص کے بارے میں گفتگو ہوگی جس کے مرتد ہونے کی ایک شخص گواہی دے یا غیر معتبر لوگوں نے گواہی دی ہو یا اس کا ارتداد آمیز قول مشتبہ ہو یعنی اس قول سے صراحتاً ارتداد ثابت نہ ہوتا ہو یا اس نے اپنے ارتداد آمیز قول سے توبہ کر لی ہو تو ان حضرات کے قول کے مطابق جو مرتد کی توبہ کو قبول کرنے کے قائل ہیں ایسے شخص سے قتل کو موقوف کر دیا جائے گا اور اس پر

Marfat.com

حاکم کا اجتہاد جاری کیا جائے گا جو اس بات پر مبنی ہوگا کہ س کی شہرت کیسی ہے' اس کے خلاف گزرنے والی شہادتوں کا معیار کیا ہے یعنی مضبوط شہادتیں ہیں یا کمزور' وہ اکثر اس طرح کی (ارتداد آمیز) گفتگو کرتا ہے یا نہیں' اس کی ظاہری حالت کیسی ہے یعنی دینی اعتبار سے وہ متہم ہے یا نہیں' کہیں وہ بے وقوف اور مسخرہ تو مشہور نہیں ہے' اب جس کا معاملہ سنگین ہوگا حاکم اس کو سخت سزا دے گا۔ مثلاً ایسے قید خانے میں اسے قید کرے گا جہاں مجرموں کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جاتا اور اسے اس کی طاقت برداشت کے مطابق سزا دے گا اسے ضرورت کے لئے کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اسی طرح نماز ادا کرنے سے اسے باز نہیں رکھا جائے گا۔ یہی حکم ہر اس مجرم کا ہے جس کے لئے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ مگر اس مجرم کے قتل کو ملتوی رکھا جائے گا اور اس کے معاملے میں تاخیر کی جائے گی کیونکہ اس میں ایک مشکل اور مانع ہے۔ سزا میں سختی اور نرمی حالات کے مطابق مختلف ہوتی ہے ولید نے امام مالکؒ اور اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ "یہ ارتداد ہے لہٰذا ایسا شخص توبہ بھی کرے تو اس کو سزا دی جائے گی"۔

عتبیہ میں اشہب کی اس روایت کے مطابق جو انہوں نے امام مالکؒ سے نقل کی ہے کہ "اگر مرتد نے اپنے ارتداد سے توبہ کر لے تو اسے کوئی سزا نہ دی جائے یہ بات سحنون نے کہی ہے۔

ابوعبداللہ بن عتاب نے اس شخص کے بارے میں جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی ہو' اس پر دو گواہوں نے گواہی دی اور ان میں سے ایک عادل ہو۔ یہ فتویٰ دیا تھا کہ اسے دردناک سزا دی جائے اور طویل مدت کے لئے اسے قید میں ڈالا جائے۔ یہاں تک کہ اس کی توبہ کے اثرات ظاہر ہو جائیں۔

قابسی نے بھی اسی طرح کی باتیں کہی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کا معاملہ ہو جو واجب القتل ہو پھر کوئی مانع پیش آ جائے جو اس کے قتل میں اشکال پیدا کر دے تو اسے قید میں رکھنا چاہئے اور اس پر اتنی ہی زنجیریں لادنی چاہئیں کہ وہ اٹھ سکے"۔ اسی طرح انہوں نے اس شخص کے بارے میں جس کے قتل کا معاملہ مشکل ہو جائے

Marfat.com

یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جائے اور قید خانے میں سنگین سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ اس کا حال معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا واجب ہے (تعزیر یا قتل) اس طرح کے دیگر مسائل میں انہوں نے کہا ہے کہ ''سوائے صریح ارتداد کے قتل کا حکم نہیں دینا چاہئے البتہ بے وقوفوں کے لئے کوڑے اور قید کی سزا ہوتی ہے اور بعض حالات میں ایسے لوگوں کو سخت سزا بھی دی جاسکتی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جس کے خلاف دو گواہوں کے سوا کوئی دوسرا گواہ نہ ہو اور مجرم نے ان دونوں کی (اپنی ذات کے ساتھ عداوت) ثابت کر دی ہو یا ایسی جرح کی ہو جس سے ان دونوں گواہوں کی گواہی ناقابل اعتبار ٹھہر جائے اور صورتِ حال یہ ہو کہ سوائے ان دو گواہوں کے کسی دوسرے شخص نے ملزم سے کوئی قابل اعتراض بات نہ سنی ہو تو ایسے شخص کا معاملہ خفیف ہو جائے گا کیونکہ اس سے ارتداد کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اس شخص کے مانند ہو جائے گا جس کے خلاف گواہی نہ دی گئی ہو۔ البتہ اگر صورت حال یہ ہو کہ گواہ تو مشہور ہوں اور شہادت دینے کے قابل بھی ہوں لیکن ان کی شہادت ملزم سے عداوت ہونے کی بنا پر ناقابل فہم قرار پا جائے تو اس صورت میں اگرچہ ارتداد کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا تاہم (عداوت کی بنا پر جو بدگمانی ہے وہ) گواہوں کی سچائی کو مجروح نہیں کرے گی۔ اس مقام پر حاکم کو اجازت ہے کہ وہ اپنے اجتہاد سے اس طرح کے مجرم کے لئے کوئی سزا تجویز کر دے اور اللہ ہی سیدھا راستہ دکھلانے والا ہے۔

فصل : ٤

ذمی کو سب وشتم کی گستاخی کی سزا

اس سے پہلی والی فصل میں مسلمانوں کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ذمی صراحتہً یا اشارۃً نبی کریم ﷺ کی توہین کرے یا آپ ﷺ کی بے توقیری کا ارتکاب کرے یا ان اسباب کے سوا جن کا اس نے کفر کی وجہ سے انکار کیا ہے نبی کریم ﷺ پر کوئی دوسرا الزام لگائے تو ہمارے نزدیک اس کے قتل میں کوئی اختلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ توبہ کر کے مسلمان ہونے کے لئے تیار نہ ہو۔ کیونکہ مسلمانوں نے جو اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس کا یہ

Marfat.com

مطلب نہیں ہے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا رہا۔ یہی قول جمہور علماء کا ہے البتہ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوریؒ اور ان دونوں حضرات کے مقلدین کی رائے ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے مشرک ہے۔ جو بذاتِ خود بہت بڑا گناہ ہے ان کا خیال ہے کہ اسے تعزیر دی جائے۔

ہمارے بعض اساتذہ اس کے قتل پر اس آیت سے دلیل لائے ہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾

[التوبہ:۱۲]

''اگر وہ عہد و پیمان کرنے اور قسم کھانے کے بعد اسے توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنہ دینے لگیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو''۔

ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور اس لئے بھی کہ ہم نے ان سے نہ یہ معاہدہ کیا ہے اور نہ اس بات پر ان کا ذمہ لیا ہے کہ یہ اس قسم کی قبیح حرکت کرتے رہیں اور ہمارے لئے ایسا کرنا جائز بھی نہیں ہے تو جب انہوں نے کسی ایسی حرکت کا ارتکاب کیا جس پر ہم نے ان سے معاہدہ نہیں کیا تھا تو گویا کہ انہوں نے بدعہدی کر دی اور وہ حربی کافروں کی طرح ہو گئے جنہیں ان کے کفر کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔

اس مقام پر ایک اور بات بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ ذمی ہونے کی وجہ سے چوری کرنے کے بعد اس سے قطع ید (ہاتھ کاٹنے کی سزا) کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ نہ قتل کرنے کے بعد قصاص ان سے ساقط ہوتا ہے۔ چاہے ان کے نزدیک وہ قتل (ان کے مذہب کی رو سے) حلال ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کریں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔

ہمارے بعض اصحاب ظواہر علماء سے اس صورت میں جبکہ ذمی اسباب کو بیان کرے جن کے باعث اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اختلاف منقول ہے۔ ابن قاسم اور ابن

Marfat.com

سحنون کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد تمہیں اس اختلاف سے آگاہی ہوگی۔ ابوالمصعب نے اس مسئلہ میں اپنے مدینہ کے ساتھیوں کا اختلاف ذکر کیا ہے جبکہ ایک شخص حالت کفر میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اور پھر اسلام قبول کر لے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسلام قبل اسلام کی تمام کفریات کو باطل کر دیتا ہے البتہ اگر کوئی مسلمان گستاخی کرے اور پھر توبہ کر لے تو اس کا قتل توبہ سے ساقط نہیں ہوگا کیونکہ کافر کے بارے میں تو ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ سے بغض رکھتا ہے اور دل سے آپ ﷺ کے بارے میں اس کے بیہودہ نظریات ہیں اور ہم نے نظریات کو برملا ظاہر کرنے سے اسے منع کر رکھا ہے۔ تو اس سے صرف اتنی زیادتی ہوئی کہ اس نے حکم کے خلاف کیا اور عہد کو توڑ دیا۔ جب وہ اپنے دین سے رجوع کر کے اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا تو اس کی تمام پہلے زمانے کی باتیں خود بخود باطل اور ساقط ہو گئیں اللہ تبارک وعزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا سَلَفَ﴾[الانفال: ۳۸]

''آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں کہ اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو ان کے لئے کفر کو بخش دیا جائے گا''۔

برخلاف اس کے کہ اگر کوئی مسلمان ہے تو ہم نے اس کے باطنی حالات (ایمان) کی بنا پر اس کے ظاہر کے متعلق فیصلہ کیا تھا لہٰذا اگر اس کے برخلاف ظاہر ہو تو اس کے رجوع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں اب ہم اس کے باطن پر اعتماد بھی نہیں کریں گے کیونکہ اس کی باطنی حالت تو ظاہر ہو چکی۔ مزید برآں یہ کہ اس پر جو احکام تھے وہ ہنوز باقی ہیں اور کوئی ساقط کرنے والی چیز (از قسم اسلام قبول کرنا) بھی نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی ذمی نبی کریم ﷺ کی شان میں بدزبانی کرے اور اس کے بعد اسلام قبول کر لے تو اس کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرے گا (اور وہ واجب القتل ہے) اس لئے کہ نبی ﷺ کا حق اس پر واجب ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی حرمت کو توڑا اور آپ ﷺ پر عیب لگانے کا ارادہ کیا لہٰذا اگرچہ اس نے اسلام کی طرف رجوع کر

Marfat.com

لیا لیکن اس کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرے گا۔ اس مسئلہ کو اس طرح دیکھنا چاہئے کہ مثلاً اگر زمانہ کفر میں اس نے کسی کو قتل کیا تھا یا کسی عفت مآب پر زنا کی تہمت لگائی تھی تو کیا اسلام قبول کرنے سے وہ قتل اور تہمت معاف ہو جائے گی؟ نہیں ایسا نہیں ہو گا اس لئے کہ اس پر ایک مسلمان کا حق تھا جو اسلام قبول کرنے سے ساقط نہیں ہوتا تو بھلا نبی کریم ﷺ کا حق کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے۔

مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ کے حقوق کے معاملے میں جب ہم مسلمانوں کی توبہ قبول نہیں کرتے تو کافر کی توبہ بدرجہ اولیٰ قبول نہیں کریں گے۔

امام مالکؒ نے ابن حبیب کی کتاب مبسوط میں اور ابن قاسم ابن الماجشون، ابن عبدالحکم اور اصبغ نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص خواہ مسلمان ہو یا ذمی نبی کریم ﷺ اور انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی شان میں بے ادبی کرے اسے قتل کیا جائے گا البتہ اگر ذمی اسلام قبول کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہی قتل عتبیہ میں بھی ابن القاسم سے منقول ہے اور یہی محمد اور ابن سحنون کی رائے ہے۔ سحنون اور اصبغ نے کہا ہے کہ ”اس ذمی سے نہ توبہ کو کہا جائے گا کہ تو اسلام قبول کر لے نہ اسلام قبول کرنے سے اسے روکا جائے گا لیکن اگر وہ اسلام قبول کرے تو اس کا اسلام ہی بمنزلہ توبہ کے ہو گا۔

امام محمدؒ کی کتاب میں ہے کہ ہم نے امام مالکؒ کے شاگردوں سے سنا ہے کہ ”جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی شان میں چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی“۔ لیکن امام مالکؒ سے جو روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں ہے کہ ”اگر کافر اسلام قبول کر لے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا“۔ ابن وہب نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ”ایک راہب نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا“ تو انہوں نے (جواباً) فرمایا کہ ”تم نے اسے قتل کیوں نہیں کر دیا“۔

عیسیٰ ابن القاسم نے اس ذمی کے بارے میں جس نے یہ کہا تھا کہ محمد ﷺ ہماری طرف رسول بن کر نہیں آئے تھے وہ تو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے ہمارے نبی تو موسیٰ و عیسیٰ

Marfat.com

ہیں'' کہا تھا کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کو اس طرح کے کفر پر ثابت رکھا ہے۔ لیکن اگر اس نے العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ کو گالی دی پھر کہا کہ وہ نبی یا رسول نہیں یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا بلکہ یہ تو ان کی من گھڑت باتیں ہیں یا اس قسم کی اور بے ہودہ باتیں کہے (العیاذ باللہ) تو اسے قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم نے کہا ہے کہ ''اگر کوئی نصرانی کہے کہ ''ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تمہارا دین تو گدھوں کا دین ہے یا اسی قسم کی بے ہودہ باتیں کہے یا مؤذن کو جب اشھد ان محمدا رسول الله کہتے ہوئے سنے تو کہے کہ ''تم لوگوں کو اللہ عزوجل نے ایسا ہی رسول دیا ہے تو ایسے شخص کو دردناک سزا دی جائے گی اور طویل عرصے تک اسے قید و بند میں رکھا جائے گا۔ لیکن اگر وہ نبی کریم ﷺ کو واضح طور پر گالی دے تو اسے قتل کیا جائے گا الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ یہ بات امام مالکؒ نے ایک سے زیادہ مرتبہ فرمائی ہے اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے توبہ کرائی جائے گی''۔ ابن القاسم نے کہا ہے کہ ''میرے نزدیک امام مالکؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لے۔

سلیمان بن سالم نے ایک ایسے یہودی کے بارے میں حضرت ابن سحنون سے سوال کیا تھا جس نے اذان میں تشہد پڑھتے وقت مؤذن کو کہا تھا کہ ''تو جھوٹا ہے'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ''اسے طویل قید و بند اور اذیت ناک سزا دی جائے گی'' نوادر میں سحنون سے ان یہودیوں اور عیسائیوں کی بابت جو انبیاء کو گالی دیں اور وہ گالی ان کے کافرانہ عقائد کی بنیاد پر نہ ہو روایت منقول ہے کہ ان کی گردنیں ماردی جائیں الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ ''اگر یہ سوال کیا جائے کہ تم نے نبی کریم ﷺ کو گالی بکنے پر یہودی کو کیوں قتل کر دیا آپ ﷺ کو گالی بکنا اور آپ ﷺ کی تکذیب کرنا تو ان کا دین ہی ہے تو اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ ایک غیر مسلم سے ہم نے جو معاہدہ (ذمی بنانے کا) کیا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو گالی بکتا پھرے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہیں یا وہ ہمیں قتل کرے یا ہمارا مال لوٹ لے اور ہم معاہدے کی وجہ سے خاموش رہیں ایسا

Marfat.com

نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ قتل کرتا ہے تو قصاص میں ہم بھی اسے قتل کرتے ہیں یا اگر وہ ہمارے مال پر غاصبانہ قبضہ کر لے تو ہم اس سے اپنا مال حاصل کرتے ہیں۔ چاہے وہ کہے کہ تمہارا قتل اور تمہارا مال لوٹنا ہمارے مذہب کی رو سے جائز ہے تو بھلا اگر کوئی شخص علانیہ ہمارے آقا ومولا کی بے حرمتی کرے چاہے وہ اپنے عقیدے کے مطابق ہی ایسا کرے تو ہم اسے کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟'' سحنون نے مزید فرمایا کہ اگر کوئی حربی کافر ہمیں اس شرط پر جزیہ ادا کرے کہ ہم نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہیں گے تو کیا وہ جزیہ لینا ہمارے لئے جائز ہو سکتا ہے؟ (ہرگز نہیں) اسی طرح جس نے بھی نبی کریم ﷺ کو گالی بکی اس نے گویا معاہدے کو خود ہی باطل کر دیا اس صورت میں اس کا قتل حلال ہو جائے گا پھر ایک بات اور پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ''جس طرح اسلام قبول کر لینے سے کسی شخص کے لئے یہ روا نہیں ہو جاتا کہ وہ سرکار ﷺ کو گالی بکتا پھرے۔ (اور اس کی سزا قتل ہے) اسی طرح جزیہ دے دینے کے بعد اس کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

قاضی ابوالفضل (مصنفؒ) نے کہا کہ جو کچھ ابن سحنون نے اپنی اور اپنے والد کی طرف سے ذکر کیا ہے ابن القاسم کے قول کے برخلاف ہے کیونکہ ابن سحنون کے قول کے مطابق ذمی کی سزا میں اس کے کافر ہونے کی وجہ سے تخفیف ہونی چاہئے۔ یہ قول اس بات کے بھی خلاف ہے جو اہل مدینہ سے مروی ہے۔

ابو مصعب زہری نے کہا ہے کہ میرے پاس ایک نصرانی لایا گیا۔

اس نے کہا کہ ''اس خدا کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محمد ﷺ پر فضیلت دی۔ ہمارے یہاں جو علماء موجود تھے انہوں نے اس کو سزا دینے کے بارے میں اختلاف کیا مگر میں نے اٹھ کر اس کو اتنا مارا کہ وہ ایک دن رات زندہ رہا پھر مر گیا میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کا پیر پکڑ کر گھسیٹو اور لے جا کر کوڑے خانے پر پھینک دو اس نے ایسا ہی کیا پھر کتے اس کی لاش کو کھا گئے۔

ابو مصعب سے ایک نصرانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد (ﷺ) کو پیدا کیا''۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے قتل کیا جائے۔

Marfat.com

ابن القاسم سے روایت ہے کہ ہم نے امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ ''مصر کے ایک نصرانی کے بارے میں گواہی دی گئی ہے وہ کہتا ہے کہ ''محمد مسکین تم کو خبر دیتا ہے کہ وہ جنت میں ہوگا بھلا ان کا کیا حال ہے کہ وہ تو اپنے آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ (العیاذ باللہ) کتے ان کی پنڈلیوں کو کھاتے تھے'' اگر لوگ اس کو قتل کر ڈالتے تو انہیں راحت حاصل ہوتی۔ یہ سن کر امام نے فرمایا کہ ''اس کی گردن اڑا دی جائے۔ امام مالکؒ نے مزید فرمایا ''میں نے سوچا تھا کہ خاموش رہوں لیکن میں چپ نہیں رہ سکتا۔ مبسوط میں ابن کنانہ نے فرمایا ہے ''جو شخص یہودی یا نصرانی ہو اور نبی کریم ﷺ کو گالی دے میں حاکم کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ''اسے آگ میں جلا دے اگر چاہے تو پہلے قتل کرے پھر اس کی لاش کو جلا دے یا اگر چاہے تو زندہ آگ میں جلا دے جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں برملا گستاخانہ کلمات کہے۔

اس مسئلہ اور ابن القاسم کی رائے کے بارے میں مصر سے امام مالکؒ کے پاس لوگوں نے خط لکھا تو انہوں نے امام محمدؒ سے جواب لکھنے کو کہا اور فرمایا لکھ دو کہ ''اسے قتل کر دیا جائے اور اس کی گردن ماردی جائے۔

امام محمدؒ کا بیان ہے کہ ''میں نے لکھ دیا اور ان سے کہا کہ ''اے ابو محمد عبداللہ یہ لکھوایئے کہ ''اس کے بعد اس کی لاش جلا دی جائے امام مالکؒ نے فرمایا کہ ''یقیناً وہ اسی لائق ہے''۔ چنانچہ میں نے یہ بھی لکھ دیا اور امام مالکؒ نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور خط مکمل ہو گیا۔ اسی کے مطابق اس نصرانی کو قتل کر کے اس کی لاش جلا دی گئی۔

عبداللہ بن یحییٰ، ابن لبابہ اور ہمارے بہت سے اندلسی علماء نے اس نصرانی عورت کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا جس نے علی الاعلان اللہ عزوجل کی ربوبیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور نبی ﷺ کی نبوت کی تکذیب کی تھی البتہ یہ کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کے قتل کو ساقط کر دیا جائے۔

اکثر متاخرین علماء جن میں قابسی اور ابن الکاتب بھی ہیں اور ابو القاسم بن الجلاب نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دے چاہے وہ

Marfat.com

مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے''۔

قاضی ابو محمدؒ نے اس ذمی کے بارے میں جو پہلے گالی بکے پھر اسلام قبول کر لے دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کے قتل کو ساقط کر دیا جائے۔

البتہ ابن سحنون نے کہا ہے کہ ''حد قذف اور اس طرح کے حقوق العباد اسلام قبول کرنے کی وجہ سے...... ساقط نہیں ہوتے حدود اللہ اسلام سے ساقط ہو سکتی ہیں۔ حد قذف حق العباد ہے اور جس طرح کسی اور شخص پر تہمت لگانے کے بعد حد قذف واجب ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ پر تہمت لگانے کے بعد اسلام قبول کر لے تو وہ کیسے ساقط ہو گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ پر تہمت لگانے کے بعد وہی حد لگائی جائے گی جو عام لوگوں کی تہمت پر عائد ہوتی ہے یا اس سے زیادہ تو چونکہ آپ ﷺ کی حرمت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس کی حد قتل ہو گی یا یہ کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے قتل ساقط ہو جائے اور اسے اسّی کوڑے مارے جائیں۔ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔

فصل : ۵

ایسے شخص کی میراث کا بیان جو سب النبی کا مرتکب ہو اور اُس کے غسل اور نمازِ جنازہ وغیرہ کا بیان

جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے قتل کیا جائے اس کی میراث کے معاملے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

سحنون کا خیال ہے کہ اس کی میراث مسلمانوں کو دی جائے اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا کفر ہے اور یہ کفر زندیق کے کفر کے مشابہ ہے۔ اصبغ نے کہا ہے کہ اس کی میراث اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گی بشرطیکہ وہ اپنی اس بدعقیدگی کو چھپاتا تھا اور اگر وہ علی الاعلان آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو اس کی میراث مسلمانوں کو دے

Marfat.com

دی جائے گی قتل بہر حال اس کو کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائے جائے گی۔

ابوالحسن قابسیؒ نے کہا ہے کہ "اگر وہ اس شہادت کا انکار کرنے والا ہو جو اس کے ارتداد کے سلسلے میں دی گئی تھی تو اس کی میراث کا حکم اس کے ظاہری اقرار پر مبنی ہوگا یعنی اس کے وارثوں کو دی جائے گی اور جو شخص کسی حد کے تحت قتل کیا جائے اس کی میراث سے شریعت کوئی تعرض نہیں کرتی۔

اسی طرح اگر وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کا اقرار کرے اور پھر توبہ کر لے تو اگر چہ وہ حد شرعی کے تحت قتل کیا جائے گا اس لئے کہ قتل ہی اس کی حد ہے تاہم اس کی میراث کا حکم اور تمام احکام اسلام کے مطابق جاری ہوں گے۔

اور اگر وہ سب النبی کا اقرار کرے اور اسی پر اڑا رہے اور توبہ کرنے سے انکار کر دے پھر اس بناء پر قتل کر دیا جائے تو وہ کافر شمار کیا جائے گا۔ اس کی میراث مسلمانوں کو (بیت المال) ملے گی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی نہ کفن دیا جائے گا نہ اس کی ستر کو چھپایا جائے گا اسے اسی طرح مٹی میں ڈال کر دفن کر دیا جائے گا جس طرح کافروں کو دفن کیا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن کا قول علی الاعلان کفر کرنے والے اور اس کفر پر اصرار کرنے والے کے بارے میں واضح ہے اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ کافر مرتد ہے نہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ کافر مرتد ہے نہ اس نے توبہ نہ کی اپنے قول سے رجوع کیا۔ اسی طرح کا قول اصبغ کا بھی ہے ابن سحنون نے اس زندیق کے بارے میں یہی حکم اپنی کتاب میں لکھا ہے جو اپنے کافرانہ قول پر اصرار کرے۔ اسی طرح کا حکم ابن القاسم نے عتبیہ میں اور امام مالکؒ کے شاگردوں نے ابن حبیب کی کتاب میں اس شخص کے بارے میں لکھا ہے جو اپنے کفر کا اعلان کرے۔ ابن القاسم نے کہا ہے کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے کہ اس کی میراث نہ تو مسلمانوں کو ملے گی نہ ان لوگوں کو جن کا مذہب اس نے اسلام ترک کر کے اختیار کیا نہ تو اس کی وصیت نافذ ہوگی نہ اگر وہ اپنے غلاموں کو آزاد کرے تو اس کے غلام آزاد ہوں گے۔ یہی قول اصبغ کا ہے جبکہ وہ بر بنائے ارتداد قتل کیا جائے یا حالت ارتداد میں طبعی موت

Marfat.com

مرے۔

ابو محمدؒ بن ابی زید نے فرمایا ہے کہ اس زندیق کی میراث کے بارے میں اختلاف ہے جو بظاہر توبہ کرے لیکن اس کی توبہ نہ قبول کی جائے (اور اسے قتل کر دیا جائے) کہ اس کی میراث کس کو ملے گی لیکن وہ زندیق جو اپنے کفر پر اصرار کرے اور قتل کیا جائے اس کی میراث کے بارے میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں ہے اس کی میراث کسی کو نہیں ملے گی (بلکہ بیت المال میں جمع کر دی جائے گی)۔

ابو محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص اللہ عزوجل کو گالی دے اس کے بعد طبعی موت سے مر جائے اس پر شہادت تو گزر جائے گی لیکن ان گواہوں کے بارے میں تحقیق نہ کی گئی ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

کتاب ابن حبیب میں اصبغ نے ابن القاسم سے روایت بیان کی ہے کہ ''جو شخص نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرے یا علانیہ اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے اس کی میراث مسلمانوں کو دی جائے گی'' اور انہوں نے اس سلسلے میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ''مرتد کی میراث مسلمانوں کو دی جائے گی (بیت المال میں جمع کر دی جائے گی) اس کے وارثوں کو نہیں دی جائے گی۔

یہی قول ربیعہ، شافعی، ابو ثور اور ابن ابی لیلیٰ کا ہے۔ امام احمدؒ ایک روایت کے مطابق اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب، ابن مسعودؓ، ابن المسیبؒ، حسن بصریؒ، شعبیؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، حکم، اوزاعی، لیث، اسحاقؒ اور ابو حنیفہؒ کا خیال ہے کہ اس کے مسلمان ورثا اس کے وارث ہوں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حکم اس مال کے بارے میں ہے جو اس نے ارتداد سے پہلے کمایا تھا۔ وہ مال جو حالت ارتداد میں اس نے کمایا وہ وارثوں کو نہیں ملے گا بلکہ مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا اور ابوالحسن نے اس مسئلے کے جواب میں جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ درست ہیں اور یہ اصبغ کی رائے کے مطابق ہے اور سحنون کے قول کے خلاف اور ان دونوں حضرات کا اختلاف امام مالکؒ کے دونوں اقوال کے

Marfat.com

مطابق زندیق کی میراث کے بارے میں ہے۔ امام مالکؒ کبھی تو اس کے مسلمان وارثوں کو اس مرتد کا وارث قرار دیتے ہیں چاہے اس کے خلاف گواہی کیوں نہ قائم ہوئی ہو چاہے اس نے اس کا اقرار یا انکار کیا ہو اور توبہ کی ہو۔ اس قول کو اصبغ' محمد بن مسلمہ' اور ان کے بہت سے شاگردوں نے تسلیم کیا ہے اور ان کے پیش نظر یہ بات ہے کہ چونکہ وہ اسلام ظاہر کرتا ہے اور ان کے پیش نظر یہ بات ہے کہ چونکہ وہ اسلام ظاہر کرتا اور گالی سے انکار کرتا ہے یا اس سے توبہ کرتا ہے اس لئے اس کا حکم منافقوں کا سا ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے۔

اور ابن نافع نے امام مالکؒ سے کتاب عتبیہ اور کتاب محمد میں روایت نقل کی ہے کہ اس زندیق کی میراث مسلمانوں کو ملے گی کیونکہ اس کا مال اس کے خون کے تابع ہے اور امام صاحب کے شاگردوں کی ایک جماعت نے اس قول کو تسلیم کیا ہے اشہب' عبدالملک' محمد سحنون کی اسی رائے کو ابن القاسم نے عتبیہ میں تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ ''اگر وہ اس گواہی کو جو اس کے خلاف دی جائے تسلیم کرتے ہوئے توبہ کرے (اور اس کی توبہ قبول نہ ہونے کے باعث) وہ قتل کیا جائے تو اس کی میراث وارثوں کو نہیں ملے گی اور اگر اس نے اقرار نہ کیا ہو یہاں تک کہ وہ طبعی موت سے مر گیا تو قتل کر دیا گیا تو اس کا ورثہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو اپنے کفر کو چھپائے اور ایسی صورت میں اسلام کے قانون وراثت کے مطابق میراث تقسیم ہوگی۔ ابوالقاسم بن کاتب سے ایسے نصرانی کی بابت دریافت کیا گیا جو نبی ﷺ کو گالی دے اور اس کی وجہ سے قتل کیا جائے کہ اس کی میراث اس کے اہل مذہب کو ملے گی یا مسلمانوں کو تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا ورثہ مسلمانوں کو دیا جائے گا اور یہ بطور میراث کے نہیں کیونکہ میراث دو مختلف مذہب والوں کے درمیان نہیں تقسیم ہوتی بلکہ یہ مال مسلمانوں کو مال غنیمت کے طور پر دیا جائے گا کیونکہ نصرانی نے عہد کو توڑ ڈالا۔ یہ ابن قاسم کے قول کا خلاصہ ہے۔

Marfat.com

باب سوم

اللہ عزوجل، ملائکہ، انبیاء علیہم السلام اور آلِ نبی و ازواج رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے والے کا بیان

مسلمانوں میں تو اس بارے میں کوئی اختلاف مروی نہیں جو (نام نہاد) مسلمان اللہ عزوجل کو گالی دے وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کا خون حلال ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ کرائی جائے گی یا نہیں؟ ابن القاسم نے مبسوط میں کہا ہے اور کتاب ابن سحنون ومحمد میں ہے اور کتاب اسحاق بن یحییٰ ابن القاسم نے امام مالکؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ''جس مسلمان نے اللہ عزوجل کو گالی دی ہو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی البتہ اگر وہ اللہ عزوجل پر بہتان باندھتے ہوئے اسلام سے پھر کر کسی دوسرے دین کو قبول کر لے تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور اگر وہ اپنے کفر کو چھپائے رکھے تو توبہ نہیں کرائی جائے گی۔

مبسوط میں مطرف اور عبدالملک سے بھی یہی قول منقول ہے۔ مخزومی، محمد بن مسلمہ اور ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ اگر مسلمان اللہ عزوجل کو گالی بک دے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا بغیر توبہ کا مطالبہ کئے اسے قتل نہ کیا جائے، اسی طرح یہودی اور نصرانی ہیں کہ اگر وہ گالی دیں تو ان سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا توبہ کرانا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ارتداد کی طرح ہے، یہی بات قاضی ابن نصر نے امام مالکؒ کی طرف منسوب کی ہے۔

ابو محمدؒ بن زید سے ایک فتویٰ اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا جس نے ایک شخص پر لعنت بھیجی اور اس کے ساتھ ساتھ (العیاذ باللہ) اللہ عزوجل پر لعنت کی پھر کہا کہ میرا ارادہ شیطان پر لعنت کرنے کا تھا مگر میری زبان پھسل گئی۔ ابو محمدؒ نے جواب دیا کہ ''اس کے ظاہری الفاظ کی بنا پر اسے قتل کیا جائے اور اس کا عذر نہ سنا جائے۔ البتہ جو اس کے اور

Marfat.com

اللہ عزوجل کے درمیان معاملات ہیں ان میں وہ معذور ہے۔

قرطبہ کے فقہاء نے ہارون بن حبیب کے معاملے میں اختلاف کیا تھا وہ عبدالملک فقیہ کا بھائی تھا بڑا بدخلق تنگدل اور بے صبر اس کے خلاف اس قسم کی بہت سی شہادتیں گزری تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ایک مرتبہ وہ ایک مرض سے صحت یاب ہوا تو کہا کہ میں نے اس بیماری میں اتنی تکلیف اٹھائی کہ اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی قتل کر ڈالتا تو بھی اتنی تکلیف اٹھانے کا مستحق نہیں تھا۔ ابراہیم بن حسین بن خالد نے اس کے قتل کا حکم دے دیا کیونکہ اس بات کے ضمن میں اس نے اللہ عزوجل کی طرف ظلم و جور کی نسبت کی تھی حالانکہ اس قسم کا اشارہ بھی اس بات میں صراحت کی طرح ہے اس کے بھائی عبدالملک بن حبیب' ابراہیم بن حسین بن عاصم اور قاضی سعید بن سلیمان نے قتل سے معافی کا فتویٰ دیا۔ اس کے باوجود قاضی نے یہ مناسب خیال کیا کہ اسے قید با مشقت کی سزا دی جائے۔ کیونکہ جو بھی اس کی گفتگو میں احتمال تھا اور اسے شکایت پر محمول کیا جا سکتا تھا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کو گالی دینے والے سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا ان کا کہنا یہ ہے کہ ایسا فعل کفر و ارتداد ہے اور اس میں حق العباد متعلق نہیں ہے لہٰذا یہ فعل اس کے مشابہ ہے کہ کوئی بغیر قصد و ارادہ بے ساختہ اللہ عزوجل کو گالی بک دے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شخص اسلام کے مخالف کسی دین کو قبول کرنا چاہتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی بلکہ قتل کرا دیا جائے گا ان کا کہنا ہے کہ جب ایک مرتبہ وہ اسلام کا اظہار کر چکا اور اسلام کے اظہار میں ہم نے اس پر کسی قسم کی نفاق کی تہمت بھی نہیں لگائی تو ہمارا یہ گمان ہو گیا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اپنے عقیدے کے مطابق کہتا ہے کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں کوئی معمولی سا تساہل نہیں کر سکتا پھر اگر اس نے اللہ عزوجل کو گالی بک کر اسلام کی سراسر مخالفت کر دی تو ہم اس پر وہی حکم لگائیں گے جو زندیق پر لگاتے ہیں اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں کریں گے پھر جب وہ دین اسلام سے پھر گیا اور گالی کو بوطر ارتداد کے ظاہر کیا تو گویا اس نے اس بات کو جتلا دیا کہ اس نے اپنی گردن سے اسلام کا جوا اتار پھینکا ہے (لہٰذا اس کی سزا قتل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی)۔

Marfat.com

البتہ اگر کوئی شخص اسلام کے احکام کا پابند ہو اور کوئی کلمہ کفر بک دے تو اس کا حکم مرتد کا ہے جس سے اکثر علماء کے مشہور مذاہب کے مطابق توبہ کرائی جائے گی یہی مسلک امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور اس کی فصلوں میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

فصل : ۱

اللہ عزوجل کی طرف ایسے الفاظ کی نسبت کرنا جو اُس کے شایانِ شان نہیں

جو شخص اللہ عزوجل کی طرف ایسی صفات کی نسبت کرے جو اس کی ذات کے شایانِ شان نہ ہو لیکن یہ نسبت نہ تو وہ گالی دینے کے انداز میں کرے جس سے ارتداد ثابت ہوتا ہے نہ یہ ظاہر ہو کہ اس کا قصد کفر کا ہے' بلکہ بطور تاویل' اجتہاد یا غلطی سے ایسا کرے اور یہ بات نمایاں ہو کہ ہوائے نفس اور بدعت کے تحت اس نے ایسا نہیں کیا ہے مثلاً اللہ عزوجل کو کسی کے ساتھ تشبیہ دینا یا یہ کہنا کہ اس کا کوئی عضو ہے یا اللہ کی کسی صفت کمال کی نفی کرنا وغیرہ وغیرہ تو ایسے عقائد رکھنے والے کی تکفیر کرنے میں سلف وخلف کے علماء کا اختلاف ہے' یہ اختلاف خود امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں کے درمیان ہے' البتہ اگر اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے اپنی کوئی الگ جماعت بنالیں تو ان کے قتل کے معاملے میں سب متفق ہیں اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ان سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ کرنے سے انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ البتہ اختلاف ایسا عقیدہ رکھنے والے تنہا شخص کے بارے میں ہے' امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کی اکثریت کا خیال ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ نہ اسے قتل کیا جائے گا بلکہ اسے سخت تعزیر اور طویل قید کی سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس طرح کے عقائد رکھنے والوں کی توبہ ظاہر ہو جائے اور ان کا قلع قمع ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ کے ساتھ کیا تھا۔ یہی قول محمد بن مواز کا خارجیوں کے بارے میں ہے اور یہی رائے عبدالملک بن ماجشون اور سحنون کی تمام اہل اہواء کے بارے میں

Marfat.com

ہے۔

اور وہ روایت جو امام مالکؒ نے موطاء میں عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے ان کے دادا اور چچا سے نقل کی ہے اور جو قدریہ کے بارے میں ہے یہ ہے کہ ان سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کرلیں تو خیر ورنہ انہیں قتل کرادیا جائے۔

عیسیٰ بن القاسم نے کہا ہے کہ اہل اہواء کے فرقے اباعیہ اور قدریہ سے جو اہلسنت والجماعت کے مخالف ہیں اور کتاب اللہ میں تاویل کر کے تحریف کرتے ہیں توبہ کرائی جائے خواہ وہ اپنے عقائد کو چھپائیں یا ظاہر کریں اگر وہ توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کردیا جائے۔ ان کی میراث ان کے وارثوں کو دی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہی عمل تھا۔ یہی بات ابن القاسم نے بھی کتاب محمد میں قدریہ کے بارے میں لکھی ہے انہوں نے فرمایا کہ ان سے اس طرح توبہ لی جائے کہ "تم اپنے عقائد سے باز آجاؤ مبسوط میں اضابیہ، قدریہ اور تمام بدعتی فرقوں کے بارے میں اسی طرح توبہ کرانے کی بات لکھی ہے کیونکہ بہرحال وہ مسلمان ہیں، انہیں تو ان کے بے ہودہ عقائد کی بنا پر قتل کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا اسی پر عمل رہا ہے۔

ابن القاسم نے فرمایا کہ "جو یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے کلام نہیں کیا اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کرلے تو خیر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔

ابن حبیب اور ان کی طرح کے علماء نیز ہمارے بہت سے علماء خارجیوں قدریہ اور مرجیہ کو کافر کہتے ہیں۔

سحون سے بھی یہی بات منقول ہے جو شخص کہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے وہ کافر ہے۔ اس مسئلے میں امام مالکؒ سے مختلف روایات مروی ہیں شامیوں، ابومسہر اور مروان بن محمد طاہری کی روایت میں ہے کہ انہوں نے انہیں کافر کہا ہے۔ ان سے قدری کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں مشورہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "اس سے شادی نہ کرو" اس لئے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ:

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ﴾ [البقرہ ۲۲۱]

Marfat.com

''مومن غلام مشرک غلام سے بہتر ہوتا ہے''۔

امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ تمام اہل اہواء کافر ہیں امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کی صفات بیان کرتے ہوئے اس کے لئے ہاتھ یا کان یا آنکھ ثابت کرے اس کا وہی عضو کاٹ دینا چاہئے جو عضو وہ اللہ عزوجل کے لئے ثابت کرے کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کو اپنے نفس سے تشبیہ دی۔ امام مالکؒ کے نزدیک وہ شخص جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے اور اسے قتل کر ڈالنا چاہئے اور ابن نافع کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسے درے لگائے جائیں قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔

اور بشر بن بکر تیسی نے جو روایت امام مالکؒ سے نقل کی ہے اس میں ہے کہ ''اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے''۔

قاضی ابو عبداللہ برنکانی، قاضی ابو عبداللہ تستری جو عراق کے ائمہ فقہ میں سے تھے ان کا جواب اس مسئلہ کے بارے میں مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص عالم ہو اور لوگوں کو اس عقیدے کی طرف دعوت دے اسے قتل کر دیا جائے اسی اختلاف کی بنا پر ان کا یہ قول ہے کہ اگر ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔

ابن المنذر نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ قدری کی توبہ نہ قبول کی جائے اور اکثر علماء سلف کا خیال ہے کہ ''وہ کافر ہیں۔ جو امام ان میں سے اس بات کے قائل ہیں ان کا نام لیث بن عینیہ ابن لہیعہ ہے اور ان میں سے یہ بات اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے ابن المبارک، اودی، وکیع، حفص بن غیاث ابو اسحاق فزاری، ہیثم اور متاخرین علماء میں سے علی بن عاصم، اکثر محدثین فقہاء اور متکلمین کا بھی یہی مسلک ہے۔

ان کی یہی رائے خارجیوں، قدریہ اور گمراہ اہل اہواء اور بدعتیوں کے بارے میں بھی ہے امام احمدؒ بن حنبل کی بھی مذکورہ فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں یہی رائے ہے۔ ان علماء کی یہی رائے ان لوگوں کے بارے میں بھی ہے جو ان اصولوں میں توقف یا شک کرتے ہیں۔

Marfat.com

جو لوگ ان فرقوں کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں ان میں حضرت علی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہیں۔ اہل نظر فقہاء اور متکلمین اسی مسلک کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین نے اہل حروراء (خارجی) اور قدریہ کے مردوں کا ترکہ ان کے وارثوں کو دلایا تھا انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا تھا اور ان پر اہل اسلام کے احکام جاری کئے تھے۔

قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ "امام مالکؒ نے جو قدریہ اور تمام بدعتیوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کر لیں تو خیر ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین پر فساد کرتے تھے اور ان کا حکم باغیوں کا ہے کہ اگر حکمران کی رائے ہو تو اسے اجازت ہے کہ انہیں قتل کر ڈالے چاہے وہ کسی کو قتل نہ بھی کریں۔ مزید یہ کہ باغی تو مال و سلطنت کے لئے فساد کرتے ہیں جن کا تعلق دولت دنیا سے ہے اگرچہ کبھی کبھی ان کے فساد کے اثرات امور دین میں بھی پہنچ جاتے ہیں یعنی حج اور جہاد دشوار ہو جاتا ہے تاہم ان کے فساد کا خصوصی اثر دنیوی معاملات پر پڑتا ہے لیکن بدعتی کا فساد تو دین پر ہوتا ہے اور کبھی اس کا اثر دنیوی امور پر بھی پڑ جاتا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کے درمیان بدعتی نفرت اور عداوت ڈال دیتے ہیں۔

فصل : ۲

متاولین کے قول کی تحقیق و تکفیر

۱۸۰۰ تا ۱۸۱۴..... گزشتہ فصلوں میں ہم نے ائمہ سلف میں سے ان کے اقوال بیان کئے ہیں جنہوں نے بدعتیوں اور تاویل کرنے والے اہل اہواء کو کافر کہا ہے، اہل تاویل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسی باتیں کہہ ڈالتے ہیں جو انہیں کفر تک لے جاتی ہیں لیکن اگر ان کہنے والوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ ان باتوں سے کفر لازم آ جاتا ہے تو شاید وہ ایسی باتیں نہ کہیں اور اسی وجہ سے ان کی تکفیر کا مسئلہ میں علماء اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے بعض حضرات ان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کے جمہور سلف قائل ہیں بعض حضرات تکفیر کے قائل

Marfat.com

نہیں اور انہیں مسلمانوں کی جماعت سے نکالنا نہیں چاہتے۔ یہی قول اکثر فقہاء اور متکلمین کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ فاسق' گنہگار اور گمراہ تو ضرور ہیں لیکن دائرہ اسلام سے خارج نہیں اسی لئے ہم انہیں مسلمان کی میراث دلواتے ہیں اور ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کرتے ہیں اس لئے سحنون کہتے ہیں کہ اگر ان کے پیچھے کوئی شخص نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا اعادہ ضروری نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہی قول امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں کا ہے اور ان میں سے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر مغیرہ بن کسانہ اشہب ہیں۔ سحنون کہتے ہیں کہ گناہگار کا گناہ اسے اسلام کے دائرے سے نہیں نکالتا اس لئے ہم انہیں مسلمان مانتے ہیں۔

دوسرے حضرات اس مسئلہ میں متردد ہیں اور ان کے کفر و اسلام کے معاملے میں توقف کرتے ہیں اس مسئلہ میں امام مالکؒ سے دو مختلف اقوال مروی ہیں اور وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اسے لوٹانے کے معاملے میں توقف کرتے ہیں۔

قاضی ابوبکر جو تحقیق کے امام اور محققین کے سردار ہیں اسی خیال کے حامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ ان لوگوں نے صراحۃً کفر نہیں کیا ہے البتہ ایسی بات ضرور کہہ دی ہے جو کفر تک لے جاتی ہے۔ گویا اس بارے میں ان کا قول بھی امام مالکؒ کی طرح متردد ہے حتیٰ کہ قاضی صاحب نے کہا ہے کہ ان لوگوں کی رائے کے مطابق جو ایسے بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں ان سے نکاح کرنا حلال نہیں نہ ان کا ذبیحہ کھانا جلال ہے نہ ان کی نماز جنازہ ہے ان کے ورثہ میں بھی اسی طرح کا اختلاف ہے جس طرح مرتد کے ورثہ ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ "ہم ان کی میراث ان کے وارثوں کو دینے کے قائل ہیں البتہ وہ انہیں مسلمانوں کا وارث نہیں بناتے' ویسے مجموعی طور پر قاضی صاحب موصوف کا رجحان اسی بات کی طرف ہے کہ انہیں کافر نہ کہا جائے یہی قول ان کے استاد شیخ ابوالحسن اشعری کا ہے کہ انہیں کافر نہ کہا جائے۔ کیونکہ کفر تو اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ عزوجل کے وجود سے جاہل ہو ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کو جسم ہے یا اللہ عزوجل مسیح ہے یا جو شخص بھی راستے میں مل جائے وہ اللہ ہے تو ایسا شخص عارف نہیں بلکہ کافر

Marfat.com

ہے حضرت ابوالمعالی نے محمد عبدالحق کے سوالوں کے جو جواب دیئے ہیں ان میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے یہ عذر کیا تھا کہ کافر قرار دینا یا نہ دینا بہت مشکل معاملہ ہے اور محققین نے کہا ہے کہ اہل تاویل کو کافر کہنے سے بچنا ضروری ہے کیونکہ جو لوگ توحید پر قائم ہوں اور نماز پڑھتے ہوں انہیں کافر قرار دے کر ان کے خون کو حلال کر دینا بڑی خطرناک بات ہے ہزار کافروں کو اگر غلطی سے مسلمان سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو یہ اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دے کر اس کے خون کو حلال کر دیا جائے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص شہادت دے دے (کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں) تو ان کی جان اور مال ہمارے ہاتھ سے محفوظ ہیں مگر جب حق ہو جائے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے دے تو اس کا بچاؤ یقینی ہے اور یہ حکم ساقط نہیں ہو سکتا نہ اس کے خلاف کوئی اقدام درست اور جائز ہو سکتا ہے البتہ اگر کسی قطعی دلیل سے (کفر) ثابت ہو جائے اور شریعت اور قیاس اس کے خلاف نہ ہوں تو اس صورت میں یہ حکم ساقط ہو سکتا ہے۔

حدیثوں کے تکفیر کے باب میں جو احادیث کے الفاظ آئے ہیں ان کی تاویل کرنی چاہئے۔ بعض حدیثوں میں قدریہ کے کفر کی جو تصریح آئی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اسلام میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ یا رافضیوں کو مشرک فرمانا' ان پر لعنت کرنی یا خوارج اور دیگر اہل اہواء کے بارے میں جو کچھ وارد ہے ان سے تکفیر کرنے والے دلیل پکڑتے ہیں لیکن دوسرے لوگ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس طرح کے الفاظ تو کافروں کے سوا بعض مسلمان گنہگاروں کے لئے بھی آئے ہیں لیکن ان کا مقصد در حقیقت لوگوں کی تنبیہ اور انہیں خوف دلانا ہے۔ ان کا کفر کفر سے کم درجے کا اور شرک شرک سے کم درجے کا ہے اسی طرح کی باتیں والدین' خاوند کی نافرمانی' جھوٹ اور بہت سے گناہوں کے بارے میں وارد ہیں اور جب کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ دو باتوں کا احتمال ہو تو ان میں سے کسی ایک بات پر بغیر کسی قطعی دلیل کے یقین نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

اور نبی کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ خارجی بہت برے لوگ ہیں اور یہ صفت کافروں کی ہے یا آپ نے فرمایا ''آسمان کے نیچے یہ بہت بری جماعت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہے جو ان کو قتل کرے یا ان کے ہاتھ سے مارا جائے یا آپ نے (خارجیوں کے بارے میں) ارشاد فرمایا کہ ''تم جب ان کو پاؤ قتل کر ڈالو۔ بالکل اسی طرح جس طرح قوم عاد کا قتل ہوا تھا'' آپ کے ان اقوال سے وہ لوگ دلیل پکڑتے ہیں جو خارجیوں کو کافر کہتے ہیں لیکن جو لوگ انہیں کافر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ ''آپ نے انہیں قتل کرنے کا اس لئے حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے بغاوت کر دی تھی'' اس بات کی دلیل اسی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ معلوم ہوا کہ ان کو قتل کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ کافر ہو گئے تھے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے ایک ایسا جرم کیا تھا جس کی سزا قتل ہے۔ اور حدیث میں ان کو قوم عاد سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ محض یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ان کا قتل حلال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کے بھی قتل کا حکم دیا جائے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کافر بھی ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قول بھی اس کے برخلاف ہے حدیث میں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن مار دوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''شاید یہ نمازی ہو''۔

(جو لوگ خارجیوں کو کافر کہتے ہیں) اگر وہ نبی کریم ﷺ کے خارجیوں کے بارے میں اس قول سے دلیل لائیں کہ ''وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور آپ نے خبر دی کہ ''ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہوگا'' ایسا ہی آپ کا ارشاد کہ ''وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ نہیں لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ تیر کمان کی طرف لوٹ آئے اور یہ بھی فرمایا کہ ''جس طرح تیر کسی شکار کے کلیجے کو پھاڑ کر گزر جاتا ہے''۔ ان تمام اقوال سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ خارجیوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

دوسرے لوگ (جو خارجیوں کو کافر نہیں مانتے) اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ''آپ کے قول ''قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا مطلب یہ ہے کہ ''قرآن کا مفہوم ان کے دلوں سے نہیں اترے گا نہ قرآن کے لئے ان کے سینے کھلیں گے' نہ وہ قرآن پر عمل کریں گے۔ مزید وہ کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''ان کے تیر کے بارے میں شک کیا جائے کہ آیا وہ درحقیقت ان کے کلیجے سے پار بھی ہوا ہے یا نہیں'' اس جملے سے شک ظاہر ہوتا ہے۔

(خارجیوں کو کافر قرار دینے والے) اگر حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کریں جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس امت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے (جو اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے''۔ اس حدیث میں ''امت میں'' کے لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ امت ہی میں ہوں گے اور آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''امت سے'' نکل جائیں گے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کی وضاحت بھی کی ہے اور اسے محفوظ رکھا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری کی روایت سے کہیں بھی صراحۃً یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ وہ لوگ (خوارج) اس امت میں نہیں ہیں' حدیث میں ''من'' (سے) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ تبعیض کے لئے آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس روایت میں جو حضرت ابو ذر' حضرت علی اور حضرت ابو امامہ ض۳ سے مروی ہے یہ ہے کہ ''میری امت میں سے اور عنقریب میری امت میں سے ایسے لوگ نکلیں گے'' اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ایک ہی ہے اور کوئی وجہ بظاہر نظر نہیں آتی کہ انہیں (خارجیوں کو) ''فی'' (میں) کے لفظ کے ذریعہ ان میں داخل کرنے کی کوشش کی جائے' لیکن یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے جو اس لفظ (فی بمعنی میں سے) متنبہ کرنے کا ارادہ فرمایا بہت اچھا کیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام فقہ معانی کی تحقیق' مفہوم کو اخذ کرنے' الفاظ کی درستگی اور روایت میں احتیاط برتنے کا وسیع رکھتے تھے۔ میں نے ابھی جو کچھ (خوارج کے بارے میں) بیان کیا ہے یہ اہلسنت والجماعت کے مشہور طبقوں کے

Marfat.com

نظریات تھے۔ ان کے علاوہ جو دوسرے فرقے (شیعہ و معتزلہ) ہیں ان کے اقوال و نظریات اس باب میں باہم متضاد و الجھے ہوئے ہیں اور بہت ہی گئے گزرے ہوئے ہیں۔

(معتزلہ میں سے) جہم اور محمد بن شبیب کا قول کسی قدر قریب الفہم ہے۔ مثلاً یہ کہ ''اللہ عزوجل کے کفر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے نام سے ناواقف ہو جب تک یہ صورت نہ ہو کسی کو کافر کہنا درست نہیں''۔ ابوالہذیل کہتے ہیں کہ ''جو شخص اللہ عزوجل کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے یا اللہ کے کسی فعل کو ظلم کہے یا اللہ کی کسی خبر کو یہ کہے کہ وہ جھوٹی ہے وہ کافر ہے اور جو غیر اللہ میں سے کسی چیز کو اسی طرح قدیم ثابت کرے جس طرح کہ اللہ ہے وہ بھی کافر ہے بعض متکلمین کہتے ہیں کہا گر وہ اس طبقے سے ہو جو قرآن و سنت سے واقف ہوتا ہے اور وہ اپنے ان عقائد کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھے اور مخلوق کے ساتھ وہ صفتیں لگائے جو اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں تو وہ کافر ہے لیکن اگر وہ ایسے طبقے سے (جس کا ابھی ذکر ہوا) تعلق نہ رکھتا ہو تو وہ فاسق ہے بشرطیکہ وہ اصول دین (قرآن و سنت) سے ناواقف ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ خطا کار ہے۔

عبیداللہ بن حسن عنبری کا خیال ہے کہ ''اعتقادی امور میں بھی اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے (اور اس کا اجتہاد قرآن و سنت کے خلاف ہو تو) اس کی تاویل کر لی جائے گی اور اگر ممکن ہو تو اسے درست بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ عنبری نے اس معاملے میں تمام علمائے امت کے رویہ سے ہٹ کر ایک اور الگ راہ نکالی ہے کیونکہ تمام علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دین کے اصولی (اعتقادی) معاملات میں حق صرف ایک ہوا کرتا ہے لہٰذا اگر کوئی مجتہد اس حق سے گریز کرے اور کوئی نیا عقیدہ وضع کرے تو وہ گنہگار اور فاسق ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ ''کافر ہے یا نہیں''۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے عبیداللہ بن حسن کی طرح کی بات داؤد بن اصفہانی سے بھی نقل کی ہے اور بتلایا کہ ایک جماعت نے مذکورہ بالا دونوں آدمیوں کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ یہ دونوں اس بات کے قائل تھے کہ ''ہر وہ شخص جس کا حال ظاہر ہو اور وہ حق کا

Marfat.com

متلاشی ہو خواہ وہ ہماری ملّت اسلامیہ سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی ملت سے اگر اصول دینیہ اور بنیادی عقائد میں اجتہاد کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی اجازت ہے اسی سے ملتی جلتی بات جاحظ اور ثمامہ نے بھی کہی ہے ان دونوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ:

''عوام الناس' عورتیں' بے وقوف اور جاہل اور یہود و نصاریٰ کے مقلدین پر اللہ عزوجل کی حجت قائم ہی نہیں ہوئی کیونکہ ان کی عقلیں ایسی نہیں ہیں کہ ان کی مدد سے وہ کسی مسئلہ یا عقیدہ پر دلیل قائم کرسکیں''۔

اور امام غزالی اپنی کتاب ''التفرقة'' میں اسی عقیدے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کے عقائد رکھنے والے کافر ہے۔ کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص یہود و نصاریٰ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتا یا جو شخص مسلمانوں کے دین کو چھوڑ دے یا یہود و نصاریٰ کو کافر قرار دینے میں توقف کرے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ (یہود و نصاریٰ کے کفر پر) شریعت اور اجماع امت دونوں ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی بات کو ماننے میں تامل کرتا ہے تو گویا وہ نص اور شریعت کو جھٹلاتا ہے اور شریعت اور اجماع کی تکذیب یا اس کے ماننے میں تامل یا اس میں شک کافر ہی کرتا ہے۔

فصل : ۳

مقالاتِ کفریہ کا بیان

۱۸۱۵......۱۸۱۸......جان رکھو! اس فصل میں بالتحقیق' شبہات کو رد کرنے والی چیز محض شریعت ہے۔ اس باب میں عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اس باب میں ایک واضح بات تو یہ ہے کہ جو کلام ایسا ہے کہ اس میں واضح طور پر ربوبیت یا وحدانیت کی نفی کی گئی ہو یا اللہ عزوجل کے سوا دوسرے کی عبادت کی تلقین کی گئی ہو تو وہ کفر ہے جیسے دہریوں کے اقوال اور وہ تمام فرقے جو دو معبود مانتے ہیں مثلاً دیصانیہ' مانویہ' صابئین میں سے یا نصاریٰ اور مجوسی

Marfat.com

لوگ یا وہ لوگ جو بت پرست ہیں یا فرشتوں شیطانوں' سورج' ستاروں یا اللہ عزوجل کے سوا دوسری چیزوں کی پرستش کرنے والے ہیں جیسے کہ عرب کے مشرکین یا ہندوستان' چین اور سوڈان کے مشرکین جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے۔

روافض وغیرہ جیسے فرقوں کا رد:

اسی طرح قرامطہ' حلوی اور وہ باطنی لوگ جو تناسخ کے قائل ہیں یا رافضیوں کا طیارۃ فرقہ یا وہ لوگ جو اللہ کی ذات اور وحدانیت کے تو قائل ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ زندہ نہیں یا وہ قدیم ہیں یا وہ مٹ جانے والا ہے یا وہ شکل وصورت والا ہے یا یہ کہ اس کا کوئی لڑکا ہے یا بیوی یا والد ہے یا وہ کسی چیز سے پیدا ہوا اسی کی طرح کوئی دوسری چیز بھی ازل سے قدیم ہے یا اس کائنات کا کوئی دوسرا بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا ہے یہ تمام کفریہ عقائد ہیں اور اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ اس طرح کے عقیدے رکھنے والے کافر ہیں۔ اس طرح کے عقائد فلسفیوں نجومیوں اور گمراہ سائنسدانوں کے ہیں۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ "میں اللہ کے ساتھ اس کی مجلس میں بیٹھتا ہوں یا اس کی طرف چڑھتا ہوں یا میں اس سے گفتگو کرتا ہوں یا وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض (جاہل) صوفی یا باطنیہ یا نصاریٰ اور قرامطہ کا عقیدہ ہے۔

ایسے ہی ہم ان لوگوں کے کفر کا بھی یقین رکھتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے یا تناسخ ارواح کے قائل ہیں اور سمجھتے اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ارواح ہمیشہ ایک شخص کے جسم سے دوسرے شخص کے جسم میں منتقل ہوتی رہتی ہیں اور ان کی پاکیزگی اور خباثت کے مطابق ان کو عذاب دیا جاتا یا ثواب ملتا ہے۔

ایسے ہی وہ شخص بھی کافر ہے جو اگرچہ خدا کی معبودیت ووحدانیت کا تو اقرار کرے لیکن عام نبوت کا یا ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیت نبوت کا انکار کرے یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کرے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس بات کو نہایت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے مگر وہ شخص سب کچھ جان بوجھ کر انکار کرے مثلاً برہمن لوگ اور اکثر یہود'

Marfat.com

اور سبیہ نصاریٰ یا روافض میں سے غرابیہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف (نبوت لے کر) بھیجے گئے تھے اور جیسے معطلہ' قرامطہ' اسماعیلیہ' عنبریہ روافض میں اور شیعوں کے فرقہ عبیدیہ کے لوگ۔ یہ سب کفر میں شریک ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس وہ شخص جو اگرچہ وحدانیت عام نبوت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی مانتا ہے تاہم دیگر انبیاء جو وحی لے کر تشریف لائے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ (نعوذ باللہ) وہ جھوٹ بولتے تھے۔ خواہ وہ یہ کہے کہ مصلحتاً وہ جھوٹ بولتے تھے ایسے عقائد رکھنے والا بالاجماع کافر ہے۔ جیسا کہ بعض فلسفی باطنی فرقے کے لوگ بعض غالی اور جاہل صوفی اور اباحی لوگ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ دراصل ان کا نظریہ یہ ہے کہ ظاہری شریعت اور اکثر وہ خبریں جنہیں انبیاء لائے اور آئندہ کی باتیں مثلاً امور آخرت' حشر' قیامت' جنت و دوزخ اس پر نہیں ہیں جس طرح انبیاء نے بیان کیں اور ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتی ہیں بلکہ انبیاء نے مصلحتاً ان چیزوں کو اس طرح بیان کیا کیونکہ رسولوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اصل حقیقت کا اظہار کرتے۔ اگر ان گمراہ لوگوں کی ان باتوں کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (العیاذ باللہ) ساری شریعتیں باطل ہو جائیں اور اوامر و نواہی معطل قرار پائیں' رسولوں کو جھٹلایا جائے اور وہ جن صداقتوں کو لے کر تشریف لائے وہ مشکوک ٹھہریں (اس لئے اس طرح کے عقائد رکھنے والوں کو بالاجماع کافر قرار دیا گیا)۔

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا اس کے سچے ہونے میں شک کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے یا یوں کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام نہیں پہنچائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائے یا کسی نبی پر عیب لگائے یا ان کو تکلیف پہنچانے کا موجب بنے یا کسی نبی کو قتل کرے یا ان سے جنگ کرے وہ بھی بالاتفاق کافر ہے۔

ایسے ہی ہم انہیں بھی کافر مانتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھیں کہ حیوانوں میں نذیر اور نبی آئے تھے یعنی بندروں' خنزیروں چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں میں اور اللہ عزوجل کے اس

Marfat.com

قول سے دلیل پکڑیں کہ:

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ [فاطر:٢٤]

''کوئی اُمت ایسی نہیں جس میں اللہ عزوجل کی طرف سے ڈرانے والا نہ آیا ہو''۔

کیونکہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر اس جنس کے انبیاء کو بری صفات کے ساتھ موصوف کرنا ہوگا اور اتنے شریف مرتبے پر عیب لگ جائے گا۔ سارے مسلمانوں کا اس کے خلاف اجماع ہے اور اس طرح کی باتیں کرنے والا جھوٹا ہے۔

اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا تو قائل ہو لیکن کہے کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ کالے تھے یا داڑھی نکلنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تھی یا آپ ﷺ وہ ذات نہیں جو مکہ معظمہ اور حجاز میں پیدا ہوئی تھی یا آپ ﷺ قریشی نہیں تھے کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کہنا جو آپ ﷺ کی معلوم صفات کے خلاف ہو آپ ﷺ کی نفی کرنے اور آپ ﷺ کو جھٹلانے کے برابر ہے۔

اسی بنا پر ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اس بات کا قائل ہو کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نبی بھی موجود تھا یا آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے جیسا کہ یہودیوں میں سے فرقہ عیسویہ کہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت تو صرف اہل عرب کے لئے تھی یا فرقہ خرمیہ کہتا ہے کہ ''رسول متواتر آتے رہیں گے'' یا جیسا کہ بعض رافضی کہتے ہیں کہ ''رسالت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک ہیں اور آپ ﷺ کے بعد ان کے عقیدے کے مطابق امام نبوت اور حجت میں نبی کا قائم مقام ہوتا ہے یا جیسا کہ بزیغیہ اور بیانیہ عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ ان کے عقیدے کے تحت تو امام نبوت تک پہنچ جاتا ہے یہ عقیدہ بعض فلسفیوں اور جاہل صوفیوں کا بھی ہے۔

اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے یا کہے کہ ''میں آسمان پر چڑھ جاتا ہوں' جنت میں داخل ہوتا ہوں' جنت کے پھل کھاتا ہوں حوروں سے معانقہ کرتا ہوں۔

Marfat.com

یہ سب کے سب کفار ہیں اس لئے کہ یہ نبی ﷺ کو جھلاتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے گا اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں لہٰذا اس تمام گروہ کے کافر ہونے میں قطعاً، اجماعاً اور شرعاً کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو نص کتاب کا انکار کرے یا اپنے جی سے کسی ایسی حدیث کی تخصیص کرنے لگے جس کی روایت پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ بالاجماع اپنے ظاہر پر محمول کی جاتی ہے جیسا کہ رجم کا انکار کر دینے کی وجہ سے خارجیوں کو کافر کہا جاتا ہے اور اسی لئے ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کے ماننے والے کو کافر نہیں کہتا یا اس کے کفر میں توقف کرتا ہے یا اس کے کافر ہونے میں شک کرتا ہے یا اس کے مذہب کو صحیح کہتا ہے خواہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کرے اور کہے کہ اسلام کے سوا دیگر مذہب باطل ہیں۔

اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کی گمراہی اور تمام صحابہ کی تکفیر تک نوبت پہنچے۔ جیسے رافضیوں میں سے کیملیہ فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) نبی ﷺ کی وفات کے بعد امت کے تمام افراد کافر ہو گئے کیونکہ امت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے منتخب نہ کیا (جو بقول ان کے خلافت کے زیادہ مستحق تھے) یہ جماعت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس بنا پر (معاذ اللہ) کافر کہتی ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ کر اپنا حق خلافت کیوں نہیں حاصل کیا۔ یہ جماعت تو کئی اعتبار سے کافر ہے اوّل یہ کہ انہوں نے یہ کہہ کر آپ ﷺ کی وفات کے بعد امت کے تمام افراد کافر ہو گئے شریعت کی نقل کو باطل ٹھہرا دیا کیونکہ شریعت کے ناقل تو وہی صحابہ کرامؓ تھے اسی لئے امام مالکؒ نے اپنے دو اقوال میں سے ایک قول میں ان کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوم یہ کہ اس طرح انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو برا کہا۔ کیونکہ وہ یہ کہتے اور گمان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کی وصیت فرمائی تھی حالانکہ آپ ﷺ یہ

Marfat.com

جانتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنا حق حاصل نہیں کریں گے (اگر حق کلافت نہ حاصل کرنے اولا ان کے عقیدے کے مطابق کافر ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کے حق میں خلافت کی وصیت فرمائی) ان کے یہ سارے عقائد باطل ہیں اللہ عزوجل اس طرح کے عقائد رکھنے والوں پر اپنی لعنت نازل فرمائے۔

ایسے ہی ہم ایسے افعال کی بنا پر بھی تکفیر کرتے ہیں جن کی بابت مسلمانوں کا اجماع ہے وہ کافر کے سوا کسی مسلمان سے صادر ہی نہیں ہو سکتے اگرچہ فاعل اس فعل کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ اپنے اسلام کی تصریح کر رہا ہو۔ مثلاً بت' آفتاب' چاند' سورج' صلیب اور آگ کو سجدہ کرنا یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کی طرف ان کے ساتھ مل کر دوڑتے ہوئے جانا' ان کی شکل وصورت اور لباس کو اختیار کرنا۔ جیسے زنار باندھنا اور سر کا بیچ میں سے منڈانا۔ مسلمانوں کو اس بات پر اجماع ہے کہ اس طرح کے اعمال کا مرتکب کافر ہے کیونکہ یہ افعال کفر کی علامت ہے۔

اسی طرح اس شخص کے کفر پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے جو قتل یا زنا یا ان افعال کو جنہیں اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے حلال جانے اور وہ یہ بات جان بھی رہا ہو کہ وہ افعال حرام ہیں۔ مثلاً اصحاب اباحت قرامطی اور بعض غالی صوفیہ۔

اسی طرح ہم اس شخص کے کفر پر بھی یقین رکھتے ہیں جو ایسے امور کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں' شریعت کے قواعد کی رو سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں اور لگاتار ان پر امت کا اجماع چلا آ رہا ہو مگر وہ انہیں جھٹلائے اور رد کرے' مثلاً وہ نماز پنجگانہ اس کی رکعتوں کی تعداد یا رکوع وسجود کی تکذیب کرے اور کہے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ہم پر مطلق نماز فرض کی ہے ان کے پانچ ہونے' اس کے طریقے اور شرائط کو میں نہیں مانتا' اس لئے کہ قرآن میں یہ چیزیں مذکور نہیں ہیں اور اس بارے میں احادیث میں جو کچھ آیا ہے اس کا درجہ خبر واحد سے زیادہ کا نہیں۔

اسی طرح اس شخص کی تکفیر پر بھی امت کا اجماع ہے جو بعض خارجیوں کی طرح یہ

Marfat.com

کہے کہ نماز تو صرف دن کے دو طرفوں (حصوں) میں فرض ہے۔

اسی طرح ان باطنیہ کی تکفیر پر بھی اجماع ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فرائض سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور خیانت سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض صوفیوں کا یہ قول بھی کفر ہے کہ ''عبادت و ریاضت کی ضرورت صرف اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ انسان کا نفس پاک اور مزکی نہیں ہوتا جب انسان کا نفس مزکی ہو جائے پھر ساری عبادت و ریاضت ساقط ہو جاتی ہے اور اس آدمی کے لئے ہر چیز جائز قرار پاتی ہے' شریعت کی کوئی بھی ذمے داری ایسے شخص پر باقی نہیں رہتی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مکہ معظمہ' بیت اللہ اور مسجد الحرام یا طریق حج کا یہ کہہ کر انکار کرے کہ میں مانتا ہوں کہ ازروئے قرآن حج فرض ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا (نماز مین) فرض ہے لیکن اس کی معروف ہیئت پر حج ہونا یا یہ کہ یہی جگہ مکہ یا بیت الحرام ہے میں اسے نہیں مانتا ممکن ہے کہ ناقلین نے حج کی روایت یا قبلہ کی جو روایت نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہے اس میں ان سے غلطی ہوگئی ہو اور انہیں ہو گیا ہو یہ اور اس قسم کی باتیں کرنے والا کافر ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے بشرطیکہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ اسلام کی حقیقت کو جانتے ہوں گے اور مسلمانوں کے ماحول میں رہتے آئے ہوں البتہ اگر ایسا شخص نو مسلم ہو تو اسے بتایا جائے گا کہ ''تم ابھی اسلامی عبادات کی حقیقت سے واقف نہیں ہو اس لئے ان کے بارے میں عام مسلمانوں سے دریافت کرو تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے عرصہ دراز سے سلف صالحین انہی مخصوص ہیئتوں کے ساتھ ان عبادات کو نقل کرتے آئے ہیں مکہ وہی مکہ اور بیت اللہ وہی بیت اللہ ہے جس میں وہ کعبہ و قبلہ ہے جس کی طرف رخ کر کے نبی کریم ﷺ اور مسلمان نماز پڑھتے آئے ہیں۔ مسلمان اسی کا حج اور طواف کرتے رہے ہیں اور حج میں جو ہیئت اختیار کی جاتی ہے یہی حقیقی ہیئت اور عبادت ہے اور یہی مقصود بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور نبی کریم ﷺ نے اسی ہیئت کے ساتھ حج کیا تھا۔ نماز

Marfat.com

بھی وہی ہے جو نبی کریم ﷺ اور مسلمان پڑھتے آئے ہیں اور اللہ عزوجل کی منشا کی شرح وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے لہٰذا تمہیں ان حقیقتوں کا علم حاصل کرنا چاہیئے جس طرح سارے مسلمانوں کو ہے۔ تم ان باتوں میں شک نہ کرو۔ جو شخص بحث کرنے اور مسلمانوں کی صحبت اختیار کرنے کے باوجود ان باتوں کا انکار کرے وہ بالاتفاق کافر ہے۔ اس وقت اس کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا کہ ''میں ان باتوں کو جانتا نہیں تھا'' کیونکہ بظاہر وہ اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے اس لئے کہ یہ بات تو ممکن نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ماحول میں زندگی گزارنے کے باوجود ان حقیقتوں سے بے خبر ہو مزید یہ کہ جب وہ تمام امت کی نقل کردہ باتوں کو وہم اور غلط کہنے سے نہیں جھجکتا جبکہ ساری امت اس بات پر متفق چلی آ رہی ہے کہ یہ باتیں نبی کریم ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہیں اور اللہ عزوجل کے حقیقی منشا کی تفسیر ہیں تو اس نے گویا ساری شریعت میں شک کیا اس لئے کہ سلف صالحین ہی احادیث اور قرآن کو نقل کرنے والے ہیں اس طرح تو دین کا تانا بانا ہی ادھڑ جائے گا۔ پھر ایسے آدمی کے کفر میں کیا کلام ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو قرآن کا منکر ہو سارے قرآن کا یا اس کے ایک حرف کا بھی یا وہ شخص جو قرآن کو بدلتا ہے یا اس میں اپنی طرف سے کچھ بڑھاتا ہے۔ جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ کرتے ہیں یا کہتا ہے کہ قرآن نبی کریم ﷺ کے لئے حجت نہیں ہے یا یہ کہ قران آپ ﷺ کے لئے حجت اور معجزہ نہیں ہے جیسا کہ ہشام فوطی اور معمر صمیری کہتے ہیں کہ ''(العیاذ باللہ) قرآن اللہ عزوجل پر دلالت نہیں کرتا نہ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے کسی قسم کی حجت ہے نہ یہ کتاب کسی ثواب اور عذاب یا حکم پر دلالت کرتی ہے۔ یہ دونوں اپنے ان اقوال کی بنا پر بلاشبہ کافر ہیں ہم ان دونوں کو اس بناء پر کافر قرار دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے تمام معجزات میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں یا یہ کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اللہ عزوجل پر کوئی حجت نہیں یا یہ کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اللہ عزوجل پر کوئی دلیل نہیں ان کے یہ سارے اقوال اجماع امت اور نقل متواتر کے خلاف ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ ان سب سے دلیل پکڑا کرتے تھے اور قرآن اس کی تصریح

Marfat.com

کرتا ہے۔

اسی طرح جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جس پر قرآن کا نص موجود ہو یہ جانتے ہوئے کہ یہ بات اس قرآن میں موجود ہے جو لوگوں کے پاس مصاحف کی شکل میں ہے اور وہ اجڈ جاہل ہو یا نو مسلم اور پھر دلیل میں کہے کہ قرآن صحیح طور پر نقل نہیں کیا گیا یا اس تک صحیح قرآن پہنچا ہی نہیں یا ناقلین قرآن پر شک کا اظہار کرے تو ایسے شخص کو ہم پہلے بیان کئے ہوئے دو اصولوں کے ساتھ کافر قرار دیتے ہیں کیونکہ اس طرح کی باتیں کہہ کر وہ قرآن کو اور نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہا ہے اور اپنے اصل خیال کو چھپائے ہوئے ہے۔

اسی طرح ہم اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو جنت دوزخ' حشر و نشر' حساب و کتاب اور قیامت کا منکر ہو۔ کیونکہ ان باتوں پر امت کا اجماع رہا ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو ان چیزوں کو مانتا تو ہے لیکن کہتا ہے کہ جنت و دوزخ' حشر و نشر' ثواب و عقاب کے وہ معنی نہیں ہیں جو بظاہر سمجھ میں آتے ہیں بلکہ ان کا مفہوم اس کے سوا ہے اور وہ ہے 'لذات روحانی اور معانیٔ باطنی'' جیسا کہ نصاریٰ بعض فلسفیوں' باطنیوں اور بعض صوفیوں کا قول ہے ان کا خیال ہے کہ قیامت کے معنی ہیں موت کے یا صرف فنا کے یا افلاک کی موجودہ ہیئت کا ٹوٹ جانا اور عناصر کی ترکیب کا باطل ہو جانا اور بس۔

اسی طرح ہم ان غالی رافضیوں کو بھی کافر کہتے ہیں جن کا قول ہے کہ ''امام انبیاء سے افضل ہیں''۔

البتہ جو شخص ان متواتر خبروں اور مشہور شہروں کا منکر ہے جس سے شریعت کا ابطال لازم نہیں آتا نہ دین کے کسی اہم قاعدے کا انکار ہوتا ہو مثلاً جنگ تبوک' جنگ متوہ یا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے وجود کا انکار یا قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور خلافت علی رضی اللہ عنہ سے انکار یا کسی ایسی بات کا انکار جس سے شریعت کا انکار لازم نہ آتا ہو تو ایسے انکار یا کسی چیز کے علم کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا' کیونکہ اس قسم کے انکار کو زیادہ سے زیادہ ہم بہتان اور جھوٹ کہہ سکتے ہیں جیسے ہشام اور عباد کا واقعہ جمل سے انکار کرنا یا ان جنگوں سے انکار کرنا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

Marfat.com

ان کے مخالفین کے درمیان ہوئی تھیں۔ البتہ اگر کوئی منکر ان واقعات کا اس بنا پر انکار کرے کہ ان کے ناقلین ناقابل اعتبار ہیں اور اس طرح وہ مسلمانوں کو وہم میں ڈالنے کا موجب بنے تو اس وقت ہم ان کی تکفیر کریں گے کیونکہ اس کا اس نوعیت کا انکار آگے چل کر ساری شریعت ہی کو باطل قرار دینے کا سبب بن سکتا ہے۔

جو شخص ایسا اجماع کا انکار کرے جو متواتر طور پر حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں تو اکثر متکلمین فقہاء اور مناظرین کا خیال ہے کہ وہ کافر ہے کیونکہ وہ ایسے اجماع کا انکاری ہے جس میں اجماع کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں اور وہ عام طور پر متفق علیہ ہے اور ان کی دلیل اللہ تبارک وعز وجل کا یہ قول ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى﴾ [النساء: ۱۱۵]

''کہ جو شخص مخالفت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے وہ جس طرف رخ کرنا چاہے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے ہم جہنم میں جلائیں گے''۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ خالف الجماعةَ قيد شِبْرٍ فقد خَلَعَ رِبقَةِ الإسلام مِنْ عُنقِهِ.))

''جس شخص نے مسلمانوں کی جماعت سے ایک بالشت بھر مخالفت کی اس نے گویا اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال ڈالی''۔

اجماع کے مخالف کی تکفیر:

اور جو شخص اجماع کا مخالف ہو اس کی تکفیر پر اجماع بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے علماء کی رائے ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر میں توقف کرنا چاہیے جو ایسے اجماع کا مخالف ہو۔ جسے خاص طور پر علماء ہی نے نقل کیا ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس شخص کی تکفیر میں توقف کرنا چاہیے جو ایسے اجماع کا منکر ہے جو قیاس سے حاصل ہوتا ہے جیسے کہ نظام جو اجماع کا منکر ہے۔ وہ سلف کے اجماع کا انکار کرتا ہے حالانکہ سلف اجماع سے حجت پکڑتے تھے۔

Marfat.com

قاضی ابوبکر نے فرمایا ہے کہ ''میرے نزدیک معتبر بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا کفر اس کے وجود سے جاہل ہونا اور اس پر ایمان اس کے وجود کا علم ہونا ہے اور کوئی شخص اپنے کسی قول یا رائے کی بنا پر کافر نہیں ٹھہرتا تاوقتیکہ یہ نہ ثابت ہو کہ وہ اللہ کے وجود سے جاہل ہے اگر وہ اپنے کسی قول یا فعل کے ذریعہ (کسی ایسی بات کا انکار کرے جو اللہ اور رسول ﷺ سے صراحۃً ثابت ہو یا تمام مسلمانوں نے اجماع کر لیا ہو کہ اس قسم کا انکار کوئی کافر ہی کر سکتا ہے یا اس قول اور فعل پر دلیل قائم ہو چکی ہو تو وہ کافر قرار پائے گا۔ اس کا کفر اس کے قول اور فعل کی بنا پر نہیں ہوگا بلکہ اس بنیاد پر ہوگا کہ اس کا وہ قول اور فعل کفر کو مستلزم ہے مختصر یہ کہ کفر تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی بنا پر عائد ہوتا ہے:

۱۔ اوّل یہ کہ وہ شخص اللہ سے جاہل ہو۔

۲۔ دوم یہ کہ اس سے کوئی ایسا قول یا فعل سرزد ہو جس کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ نے خبر دی ہو یا مسلمانوں نے اجماع کر لیا ہو کہ وہ کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتے ہیں مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا زنار باندھ کر کفار کے عبادت خانوں کی طرف ان کی عیدوں اور تہواروں کے موقع پر ان کے ہمراہ ہونا۔

۳۔ سوم یہ کہ وہ قول اور فعل ایسا ہو جس سے اللہ عزوجل کے بارے میں جاہل ہونا ظاہر ہوتا ہو آخر الذکر یہ کہ یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ اگرچہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ سے جاہل ہونے کے باعث ایسا ہوتا ہے تاہم یہ اس بات کی علامت ضرور ہیں کہ ان کا مرتکب کافر ہے اور ایمان کا شائبہ بھی اس میں موجود نہیں ہے۔

جو شخص اللہ عزوجل کی ذات صفات میں سے کسی صفت کی نفی کرے یا جان بوجھ کر اس کا انکار کرے مثلاً کہے کہ وہ عالم، قادر، ارادہ کرنے والا اور کلام کرنے والا نہیں ہے (العیاذ باللہ) یا اسی طرح کی ان صفات کمالیہ کا انکار کرے جو اللہ عزوجل کے لئے ضروری ہیں تو اس بات پر ہمارے اماموں کا اجماع ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اسی بناء پر حضرت سحنون کا قول ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ عزوجل کا کوئی کلام نہیں ہے وہ کافر ہے۔

حالانکہ اس بات کے قائل ہیں کہ تاویل کرنے والوں کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔

Marfat.com

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

البتہ جو شخص اللہ عزوجل کی ان صفات میں سے کسی صفت سے ناواقف (اور وہ انکار کرے تو) اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء اس کو بھی کافر قرار دیتے ہیں یہ قول ابو جعفر طبری وغیرہ کا ہے اور پہلے اس خیال کا اظہار ایک مرتبہ ابوالحسن اشعری نے بھی کیا تھا۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور بعد میں اشعری نے اسی رائے کی طرف رجوع کر لیا تھا ان کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ شخص اپنے عقیدے کو قطعیت کے ساتھ ماننے والا نہیں ہے نہ اسے وہ اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے (اس لئے اسے کافر نہیں کہا جا سکتا) البتہ جو شخص اس بات پر اصرار کرے کہ اس کا عقیدہ درست نہیں ہے اس کی تکفیر کر دی جائے گی یہ لوگ بطور دلیل اس حبشی عورت کی حدیث پیش کرتے ہیں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف توحید کو ماننے کا مطالبہ کیا تھا۔

اسی طرح وہ اس حدیث سے بھی دلیل لاتے ہیں کہ جس میں ایک شخص نے کہا تھا کہ ''اگر اللہ عزوجل نے مجھ پر عذاب کی تنگی کی'' اور ایک روایت میں ہے کہ شاید میں اللہ عزوجل سے چھپ جاؤں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ عزوجل نے اسے بخش دیا۔ علماء نے کہا ہے کہ اگر اکثر لوگوں سے اللہ عزوجل کی صفات کے بارے میں گفتگو کی جائے تو ان کے بارے میں جاننے والے بہت کم ہوں گے۔

(جو لوگ صفات کے منکر کو کافر کہتے ہیں) وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حدیث میں قدر (اگر اللہ قادر ہو جائے) قدرا (عذاب میں تنگی کرنے) کے معنی میں ہے۔ یعنی اس شخص نے مردے کو زندہ کرنے کی قدرت الٰہی میں شک نہیں کیا تھا بلکہ اس کا شک صرف بعثت اور حشر میں تھا۔ جس کا پتہ شریعت کے مکمل علم کے بغیر نہیں چل سکتا یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس اس وقت تک کوئی ایسی شریعت نہ آئی ہو جس پر یقین کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے اس میں شک کرنا کفر نہیں تھا اور وہ باتیں جن کے بارے میں شریعت کا کوئی واضح حکم نہ ہو ان میں عقل کو فیصلہ دینے کی اجازت ہے۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث میں قَدَرَ۔ ضَیَّقَ (تنگی کرنے کے) کے معنی میں ہے اور اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنے طور پر خیال کر کے کیا تھا

Marfat.com

کہ وہ بہت گناہگار شخص ہے اس لئے اللہ عزوجل اس پر سخت غضبناک ہوگا (لہٰذا اس کے اس فعل کو بے عقلی پر محمول کیا جائے گا) بعض کہتے ہیں کہ اس شخص پر اتنا خوف غالب ہوگیا کہ اس کے اوسان خطا ہوگئے لہٰذا اس حالت میں بے سمجھے بوجھے وہ اوّل فول بولنے لگا اسے اپنے الفاظ پر کوئی قابو نہیں تھا اس لئے اس کا مواخذہ نہیں کیا گیا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ وحی کا سلسلہ منقطع تھا۔ لہٰذا اس وقت مطلق توحید ہی کافی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ ''یہ کلام اہل عرب کے مجازی کلام میں سے ہے جس کی بظاہر شکل تو شک کی ہوتی ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے وہ تحقیقی ہوتی ہے اسے تجاہل عارفانہ کہتے ہیں اور اہل عرب کے کلام میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس قول میں کہ

﴿لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ [طه: ٤٤]

''شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے''۔

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○﴾ [سباء: ٢٤]

''اور ہم اور تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں''۔

جو لوگ اللہ عزوجل کے لئے وصف کو ثابت کرتے اور صفت کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''میں اللہ کو عالم تو مانتا ہوں لیکن اسے علم نہیں ہے اسے متکلم تو مانتا ہوں لیکن وہ کلام نہیں کرتا اور اسی طرح کا وہ اللہ عزوجل کی تمام صفات کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں جیسے کہ معتزلہ اب جو بھی اس عقیدے کے انجام کے بارے پر غور کرتے ہیں وہ ان کی اس بنا پر تکفیر کرتے ہیں کہ جب کسی ذات سے اس نے علم کی نفی کردی تو گویا اس نے (اللہ عزوجل سے) عالم کی نفی کی کیونکہ عالم تو اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس علم ہو۔ اسی طرح وہ ان تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں جو ان مسائل میں تاویل کرتے ہیں مثلاً قدریہ وغیرہ اور جو بھی اس عقیدے کے انجام کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان پر (معتزلہ

Marfat.com

پر) وہ عقائد عائد نہیں کرتے جو نفی صفت سے لازم آتے ہیں وہ ان کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں کیونکہ جب ان سے یہ کہا جائے کہ نفی صفت سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ عزوجل (العیاذ باللہ) عالم ہی نہیں ہے تو وہ (معتزلہ) فوراً یہ جواب دیں گے کہ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ اللہ عزوجل عالم نہیں ہے اور ہم اس قول کے انجام کی نفی کرتے ہیں جو تم ہم پر لازم کرتے ہو بلکہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا عقیدہ ہے کہ اس طرح کا خیال قائم کرنا کفر ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ نتیجہ ہی نہیں نکلتا جو تم نکالتے ہو۔ مذکورہ بالا دونوں بنیادوں پر علماء اہل تاویل کو کافر قرار دینے میں اختلاف کرتے ہیں اور جب تم نے ان بنیادوں کو سمجھ لیا تو تم پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ اس مسئلہ میں اختلاف کس بناء پر ہے۔ لیکن درست بات یہی ہے کہ انہیں کافر نہ قرار دیا جائے اور ان پر حتمی طور پر خائب و خاسر ہونے کا حکم لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ چاہئے کہ قصاص، وراثت مناکحت، دیت، نماز جنازہ، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے اور دیگر تمام معاملات میں ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جائیں البتہ ان کو سخت سزا دی جائے بلکہ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ان بدعتی عقائد سے باز آجائیں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا اس طرح کے بدعتیوں کے ساتھ یہی روایت حضرت صحابہؓ اور تابعین کے دور میں برقرار رہا ان حضرات نے قدریہ، خوارج اور معتزلہ کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ انہوں نے نہ تو ان کے قبرستانوں کو الگ کیا نہ انہیں مسلمانوں کی میراث سے محروم کیا البتہ انہوں نے ان سے ترک موالات کا طریقہ اپنایا اور کبھی انہیں سزائیں دیں، کبھی جلا وطن کر دیا اور اگر حالات زیادہ ناقابل برداشت ہوگئے تو انہیں بعض اوقات قتل کر دینے سے بھی گریز نہ کیا کیونکہ یہ لوگ ان محققین کے نزدیک جو ان کو کافر قرار نہیں دیتے تھے گمراہ، فاسق، نافرمان اور گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے، البتہ بعض علماء ان محققین سے متفق نہیں ہیں (اور وہ ان فرقوں کے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں) اللہ عزوجل صحیح بات کو ماننے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں کہ وعد و عید رویت باری، خلق افعال، بقاء اعراض اور تولد جیسے دقیق مسائل کے بارے میں تاویل کرنے والوں کی تکفیر نہ کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ان

Marfat.com

مسائل سے جہالت اللہ عزوجل سے جاہل ہونے کے مترادف نہیں ہے نہ ان لوگوں کے کفر پر جوان باتوں کونہیں جانتے علماء نے اجماع کیا ہے۔ اس سے قبل کی فصل میں ہم اس موضوع پر گفتگو کر چکے ہیں اور جو اختلاف ہے اس کا ذکر بھی اللہ کی مدد سے کر آئے ہیں اور وہ بات اتنی کافی ہے کہ اسے مزید دہرانے کی ضرورت نہیں۔

فصل : ۴

ذمی کے کلماتِ کفریہ کے بارے میں حکم

اس سے پہلی فصل میں ہم نے اس مسلمان کے احکام بتلائے ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے اللہ عزوجل کے بارے میں غلط عقائد رکھتا ہے لیکن اگر کوئی ذمی اس طرح کی حرکت کرے تو اس کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک ذمی نے ان کے سامنے ایسی بات کہی جو اللہ عزوجل کی عزت وحرمت کے منافی تھی اور خود اس کے اس دین کے خلاف تھی جس کا وہ ماننے والا تھا پھر وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجت کرنے لگا تو وہ تلوار لے کر اسے مار ڈالنے کی نیت سے نکل پڑے۔ وہ بھاگ گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔

امام مالکؒ نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن قاسم نے کتاب مبسوط اور کتاب محمد وابن سحنون میں کہا ہے کہ جو یہودی اور نصرانی اس بنیاد کے جس کی بنا پر وہ کافر ہے اللہ عزوجل کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ "البتہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس سے توبہ کرائی جائے" مبسوط میں ہے کہ "وہ خوشی سے مسلمان ہو جائے"۔

اصبغ کہتے ہیں کہ جس بناء پر وہ کافر ہیں وہ ان کا دین ہے مثلاً یہ کہ وہ خدا کے لئے بیوی' بچے اور شریک مانتے ہیں اور ان سے اس بات کا معاہدہ ہے کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں گے لیکن یہ معاہدہ نہیں کہ وہ جھوٹ اور گالی بکتے پھریں لہٰذا اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ عہد شکنی ہے"۔

Marfat.com

ابن القاسم کتاب محمد میں کہتے ہیں کہ جو غیر مسلم بغیر اس وجہ سے کے جو اس کی کتاب میں مذکور ہے اللہ عزوجل کو گالی دے اسے قتل کر دینا چاہئے مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے اور مخزومی مبسوط میں اور محمد بن مسلمہ و ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ''اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ توبہ کرائی جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اگر وہ توبہ کر لے تو خیر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے اور مطرف و عبدالملک بھی وہی کہتے ہیں جو امام مالکؒ نے فرمائی ہے اور ابو محمد بن ابی زید کہتے ہیں کہ ''جو شخص بغیر اس وجہ کے جس کی بنا پر وہ کافر ہے اگر اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے''۔ اس سلسلے میں ہم ابن جلاب کا قول بھی نقل کر چکے ہیں اور ہم نے عبیداللہ بن لبابہ اور اندلس کے علماء و مشائخ کا نصرانیہ کے بارے میں قول نقل کیا ہے اور وہ فتویٰ بھی ذکر کیا جو انہوں نے اس کے بارے میں دیا تھا کیونکہ اس نے بغیر اس وجہ کے جس کی ساری بنا پر وہ کافر تھی اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس معاملے میں سارے علماء کا اجماع ہوا (اور وہ عورت واجب القتل قرار پائی)۔

اسی طرح اگر کوئی نبی ﷺ کی شان میں بغیر اس وجہ کے جس کی بنا پر وہ کافر ہے گستاخی کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ عزوجل اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہم نے ان غیر مسلموں سے (انہیں ذمی کی حیثیت میں تسلیم کرتے وقت) یہ عہد لیا ہے کہ وہ ہمارے سامنے اپنے کفر کو ظاہر نہ کریں گے نہ برملا ہمیں اپنے وہ عقائد سنائیں گے جن میں کوئی بات اللہ و رسول ﷺ کی شان کے خلاف ہو''۔ لہٰذا اگر وہ یہ بات کریں تو عہد شکنی ہوگی (جس کی سزا موت ہے)۔

اس ذمی کے بارے میں جو زندیق ہو جائے علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ مطرف بن عبدالحکم اور اصبغ کہتے ہیں کہ اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ وہ ایک کفر سے دوسرے کفر کی طرف منتقل ہو گیا ہے لیکن عبدالملک بن ماجشون کہتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے کیونکہ زندقہ ایک ایسا طریقہ ہے جس پر اس نے کسی مسلمان سے معاہدہ نہیں کیا ہے نہ ہی اس سے اس کی بنا پر جزیہ لیا جاتا ہے ابن حبیب کہتے ہیں کہ میں نہیں

Marfat.com

جانتا کہ اس کے سوا بھی اس سلسلے میں کسی نے کوئی بات کہی ہو۔

فصل : ۵

اللہ پر جھوٹ باندھنا' خدائی یا رسالت کا دعویٰ کرنا

اِس سے پچھلی فصل میں ہم نے اس شخص کا حکم بیان کیا ہے جو کھلم کھلا اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کرے یا اس کی طرف ان امور کی نسبت کرے جو اس کے جلال و شان الوہیت کے منافی ہوں لیکن وہ شخص جو اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھے اور خدائی یا رسالت کا دعویٰ کرے یا کہے کہ مجھے اللہ عزوجل نے پیدا نہیں کیا نہ وہ میرا رب ہے یا کہے کہ میرا تو کوئی رب ہی نہیں یا ایسی باتیں بکنے لگے جو عقل میں نہ آنے والی ہوں اور جو نشے یا جنون کی حالت میں کوئی بکتا ہے تو ایسے شخص کے کفر میں س کی عقل کی سلامتی کے باوجود کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں البتہ مشہور قول کے مطابق اس سے توبہ کرائی جائے گی اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے اس کی توبہ اس اعتبار سے تو اس کے حق میں مفید ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے گا لیکن وہ بڑے عذاب سے نہ بچ سکے گا نہ اس کی سزا میں تخفیف ہوگی تا کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑیں اور خود اس شخص کو تنبیہ ہو اور آئندہ وہ اس قسم کی حرکت نہ کرے اور اندازہ ہو کہ وہ اس طرح کی بات کو معمولی بات سمجھتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص بد باطن ہے اور وہ جو بار بار توبہ کرتا ہے وہ جھوٹی توبہ ہے' اس کا حکم اس صورت میں وہی ہوگا جو زندیق کا ہے کہ ہم اس کے باطن کا نہ تو اعتماد کریں گے نہ اس کی توبہ کو قبول۔ اس معاملے میں اصحاب سکر اور اصحاب صحو کا حکم یکساں ہے۔

البتہ جو شخص دیوانہ یا ہوش وحواس کے گزر چکا ہے اور یہ پہچاننا دشوار ہو کہ اس نے جو (کفریہ) کلمات کہے ہیں وہ حالت جنون میں کہے یا ہواش وحواس میں تو اس کے کلمات کے بارے میں تحقیق کی جائے گی اگر اس نے حالت جنون میں کہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں لیکن اگر تمیز کی حالت میں کہے چاہے اس وقت اس کو عقل نہ ہو اور وہ مکلف نہ رہا ہو

Marfat.com

اس کو سزا دی جائے گی تا کہ آئندہ اس سے باز رہے جس طرح اس کو دوسرے برے کاموں پر محض باز رکھنے کے خیال سے سزا دی جاتی ہے یا جانور کو اس کی بری عادت پر سزا دی جاتی ہے تا کہ اسے سدھایا جا سکے۔

جس آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو زندہ جلا دیا تھا۔ اسی طرح عبدالملک بن مروان نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے حارث متنبی کو سولی پر چڑھا دیا تھا اسی طرح کے دعویداروں کے ساتھ سلاطین اور خلفاء نے اسی طرح کا سلوک کیا اور ان کے دور کے علماء نے ان کے اقدامات کو جائز قرار دیا اس طرح ان کا اجماع اس مسئلہ پر بھی ثابت ہے کہ جو ایسے لوگوں کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ بغداد کے فقہائے مالکیہ اور ان کے قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی نے منصور کے قتل اور سولی پر اتفاق کیا تھا کیونکہ (ان کے بقول) حلاج نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور وہ حلول کے قائل تھے۔ انہوں نے انا الحق کہا تھا باوجودیکہ وہ ظاہر شریعت پر عامل تھے۔ تاہم علماء نے انہیں ان کے قول کی بنا پر واجب القتل قرار دیا۔

اسی طرح حسین بن منصور حلاج کے بعد ابن ابی العزافیر نے بھی وہی مذہب اختیار کیا جو حلاج کا تھا اس وقت راضی باللہ کا عہد خلافت تھا اور بغداد کے قاضی القضاۃ ابوالحسن بن ابی عمر مالکی تھے قاضی القضاۃ نے ابن ابی العزافیر کے بھی قتل کا حکم دیا۔

ابن عبدالحکم نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کا قول ہے کہ جو شخص اس بات سے انکار کرے کہ اللہ عزوجل اس کا خالق اور رب ہے یا کہے کہ میرا کوئی رب نہیں ہے وہ مرتد ہے۔

ابن القاسم نے کتاب ابن حبیب میں اور محمد نے عتبیہ میں لکھا ہے کہ ''جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اسے توبہ کرائی جائے خواہ وہ اعلانیہ نبوت کا دعویٰ کرے یا خفیہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے سحنون وغیرہ دیگر علماء نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

ایک یہودی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اشہب نے کہا کہ ''اگر وہ علانیہ یہ کہتا ہے کہ

Marfat.com

تو اسے توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کرلے تو خیر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔

ابومحمد بن ابی نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل پر (العیاذ باللہ) لعنت بھیجے اور بعد میں یہ کہنے لگے کہ اس کی زبان پھسل گئی اصل میں اس نے شیطان پر لعنت بھیجنے کا ارادہ کیا تھا تو اسے اس کے کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور اس کی معذروت قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ ان کے اس دوسرے قول کے مطابق ہے جس میں ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

ابوالحسن قابلی نے اس بدمست آدمی کے بارے میں جو نشہ کی حالت میں کہے کہ ''میں خدا ہوں میں خدا ہوں'' کہ اس سے توبہ کرائی جائے اور توبہ کرنے کے باوجود اس کو سزا دی جائے اور دوبارہ وہ اسی طرح کی بات کہے تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو زندیق کے ساتھ کیا جاتا ہے' کیونکہ اس طرح کی حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کا مقصود شریعت کی تضحیک کرنا ہوتا ہے۔

فصل : ٦

عقائد و شریعت کا تمسخر اُڑانے والے کا بیان

جو شخص خرافات بکے اور رکیک جملے استعمال کرے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو لائق اعتبار نہیں اور ایسے آدمی کو مہمل بات کہنا چاہئے۔ مثلاً کوئی شخص ایسی بات کہے جو اللہ جل جلالہٗ کی شان کے منافی ہو یا بعض چیزوں کی تشبیہ ایسی چیزوں کے ساتھ دے جنہیں ملاء اعلیٰ میں عظمت حاصل ہو یا کسی مخلوق کے حق میں ایسی بات کہے جو خالق کے سوا کسی دوسرے کے شایان شان نہ ہو چاہے اس کے ذریعہ کفر کا قصد نہ کرے نہ اس کا مقصود اللہ عزوجل کے ساتھ استہزاء ہو نہ وہ عمداً الحاد کرنا چاہتا ہو اگر وہ یہ حرکت بار بار کرے اور اس بات کا اندازہ ہو کہ وہ دین قویم کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہے یا اپنے رب کی حرمت و وقار کو مجروح کرنا چاہتا ہے اور اس کا یہ فعل اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے رب کی عظمت و کبریائی سے ناواقف ہے تو اس کی اس حرکت کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ علی ہذا القیاس یہ بھی

Marfat.com

کفر ہے کہ کوئی شخص اپنی زبان سے ایسی باتیں نکالے جو اللہ عزوجل کی شان میں نقص کا موجب ہیں۔

ابن حبیب اصبغ بن خلیل نے جو قرطبہ کے فقہاء میں سے ہیں ایک موقع پر ایک ایسے شخص کے قتل کا فتویٰ دیا تھا جو کہ عجب (قرطبہ کے حکمران عبدالرحمٰن کی بیوی) کا بھتیجا مشہور تھا قصہ یہ ہوا کہ ایک دن وہ باہر جارہا تھا کہ بارش آگئی تو وہ کہنے لگے کہ "وہ موزہ دوز نکلا ہے اور اپنے چمڑوں پر چھینٹا دے رہا ہے" اس وقت قرطبہ میں فقہاء میں سے ثمانیہ کے رہنے والے ابوزید' عبدالاعلیٰ بن وہب اور ابان بن عیسیٰ جیسے لوگ تھے انہوں نے اس کے قتل کے معاملے میں توقف کیا اور کہا کہ اس نے ایک بے ہودہ بات کہی ہے اس لئے سزا دی جائے اور یہی کافی ہے۔ وہاں کے قاضی موسیٰ بن زیاد نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ تب ابن حبیب نے کہا کہ "اس کا خون میری گردن پر ہے کیا یہ درست ہے کہ جس رب کی ہم عبادت کرتے ہیں اس کو گالی دی جائے اور ہم اس کی حمایت نہ کریں اگر ایسا ہوگا تو ہم بہت برے بندے قرار پائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ اس مجلس کی گفتگو کی اطلاع قرطبہ کے حاکم امیر عبدالرحمٰن بن حکم اموی تک پہنچائی گئی صورت حال یہ تھی کہ عجب اس شخص کی پھوپھی تھی۔ امیر کو فقہاء کے اختلاف کا علم ہوا تب امیر نے ابن حبیب اور ان کے ہم خیال لوگوں کے قول کے مطابق اس شخص کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور گرفتاری کے بعد اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ دونوں فقیہوں کے سامنے اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور قاضی کو معزول کر دیا گیا اس لئے اس نے اس تہمت کے معاملے میں مداہنت سے کام لیا تھا اور دوسرے فقہاء کی بھی تنبیہ کی گئی۔

البتہ اگر اس طرح کی بری حرکت کسی شخص سے ایک مرتبہ صادر ہو جائے یا اتفاقاً اس کے منہ سے اس طرح کی بات نکل جائے' گو اس میں کوئی توہین کا پہلو نہ ہو تو خیر ورنہ اس سے اس کے قول کا مطلب دریافت کیا جائے گا اور اس کے عمل کے موافق اس کو سزا دی جائے گی۔

ابن القاسم سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جسے ایک آدمی نے پکارا

Marfat.com

اور اس نے جواب میں کہا:

لبیك اللّٰھم لبیك تو انہوں نے جواب دیا کہ ''اگر وہ جاہل ہے یا اس نے حماقت میں ایسا کہا تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں'' قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ چونکہ وہ جاہل ہے اس لئے اس کی تنبیہ کی جائے گی اور اسے بتلایا جائے گا کہ یہ جملہ خدا کے سوا کسی کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔) اور اگر وہ بے وقوف شخص ہو تو اس کو سزا دی جائے گی اگر اس شخص نے سچ مچ پکارنے والے کو اپنے رب کا قائم مقام بنالیا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کے کلام کا تقاضا ہی یہ ہے۔

بہت سے بے وقوف شاعروں نے اپنے کلام میں اس طرح کی زیادتیاں کی ہیں اور ان پر اللہ عزوجل کی توہین کرنے کی تہمت لگی ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے بڑی حرمت والے رب کی حرمت کا لحاظ نہیں کیا اور ایسے بے ہودہ اشعار کہے ہیں کہ ہم انہیں اپنی کتاب میں اپنے قلم سے نقل کرنا بھی درست نہیں سمجھتے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے ان مسائل کی مکمل وضاحت کا ارادہ کر لیا تو ہم کوئی شعر ایسا نقل نہ کرتے جس کا ذکر ہماری طبعیت پر گراں گزرتا ہے لیکن وہ اشعار جو اس بارے میں جاہلوں اور زبان کی غلطیوں کی وجہ سے وارد ہوئے ہیں جیسے بعض بدویوں کا یہ شعر۔

رب العباد ما لنا و مالکا ☆ قد کنت تسقینا فما بدالکا ☆ انزل علینا الغیث لا ابالکا

''اے رب العباد ہمیں اور تجھے کیا ہو گیا ہے پہلے تو تو ہمیں پانی پلایا کرتا تھا۔ اب کیا ہو گیا؟ ہمارے اوپر بارش نازل کر (العیاذ باللہ) تیرا باپ مر جائے۔''

اِس قسم کی جاہلوں کی باتیں اور ان لوگوں کی باتیں جنہیں شریعت کا تازیانہ درست نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے لیکن ایسے لوگوں کو تعلیم دینا اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا ضروری ہے تاکہ وہ دوبارہ اس قسم کی حرکت نہ کریں۔

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں یہ بڑی جرأت کی باتیں ہیں اللہ عزوجل اس طرح کی باتوں سے پاک ہے عون بن عبداللہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ''اپنے

Marfat.com

رب کی عظمت کا خیال رکھا کرو اور ہر موقع بے موقع اس کا نام نہ لیا کرو یہ بہتر نہیں کہ کوئی شخص کہے کہ "اللہ عزوجل نے کتے کو ذلیل بنایا ہے یا اس کے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا" ہمارے وہ مشائخ جن سے ہماری ملاقات ہو چکی ہے اللہ عزوجل کا نام صرف انہیں موقعوں پر لیا کرتے جہاں اس کی اطاعت کا ذکر ہوتا۔ بعض مشائخ جزاک اللہ خیرا (اللہ تجھے بہتر جزا دے) کے بجائے جزیت خیرا (تجھے بہتر جزا دی جائے) کہا کرتے تھے۔ ایسا وہ محض اللہ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے کہتے تھے۔ ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ان صورتوں میں جبکہ اطاعت الٰہی کا مذکور نہ ہو اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

ہم سے ایک معتبر راوی نے بتلایا کہ "امام ابو بکر شاشی اہل کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کے بارے میں بہت زیادہ چھان بین کرتے اور اس کی صفات کے متعلق اکثر بحث کرتے پھرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے" کیونکہ یہ عمل اللہ عزوجل کی عظمت کے منافی ہے جبکہ اس کی عظمت و جلال کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ فرمایا کرتے کہ اہل کلام نے اللہ عزوجل کو تو بالکل رومال بنالیا ہے (یعنی جس طرح وہ کثرت سے رومال استعمال کرتے ہیں اسی طرح وہ اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے بارے میں بحث کرتے رہتے ہیں۔

اس باب میں گفتگو کا وہی انداز رکھا گیا ہے جو اس سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی والے باب میں اختیار کیا گیا تھا اور ہم نے اس مقام پر تفصیلات ذکر کی ہیں۔ اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

فصل : ۷

انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کی بابت گستاخی کرنا

اس شخص کا حکم جو دیگر انبیاء اور فرشتوں کی شان میں گستاخی کرے ان کی توہین کرے یا ان کے لائے ہوئے احکام کو جھٹلائے یا ان کا انکار کرے وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو جھٹلانے کا ہے۔ اس بات کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے

Marfat.com

"﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ...... ﴾ [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

"جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کفر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔"

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ ...... ﴾ [البقرہ: ۱۳۶]

"اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اُتاری گئی اور جو چیز ابراہیم (علیہ السلام) اسماعیل (علیہ السلام) اسحٰق (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔"

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ﴾ [البقرہ: ۲۸۵]

"رسول ایمان لایا، اُس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُتری اور مؤمن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے ربّ! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

امام مالکؒ نے کتاب ابن حبیب اور محمد میں اور ابن القاسم ابن الماجشون، ابن

Marfat.com

عبدالحکم، اصبغ اور سحنون نے اس شخص کے بارے میں جو انبیاء یا ان میں سے کسی ایک کی شان میں گستاخی کرے فتویٰ دیا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے اور سحنون نے ابن القاسم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے ''جو یہودی یا نصرانی بغیر اس وجہ کے جس کی بناء پر وہ کافر ہے۔ انبیاء کی شان میں گستاخی کرے۔ اس کی گردن مار دو الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

قاضی قرطبہ سعید بن سلمان نے اپنے بعض جوابات میں کہا ہے کہ ''جو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کر دیا جائے''۔ سحنون نے کہا ہے کہ جو شخص فرشتوں میں سے کسی فرشتے کو برا بھلا کہے وہ واجب القتل ہے۔ کتاب النوادر میں امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ''جو شخص یہ کہے کہ وحی لانے میں حضرت جبریل سے غلطی ہوئی اصل میں وحی تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف آئی تھی اس لئے کہ وہ نبی تھے تو ایسے شخص سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ توبہ کر لے تو خیر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے''۔ اسی طرح کی روایت حضرت سحنون سے بھی منقول ہے۔ یہ اصل میں روافض کے فرقے غرابیہ کا قول ہے۔ انہیں غرابیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بالکل اسی طرح مشابہ تھے جیسے کہ (العیاذ باللہ) ایک کوا دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ ''جو شخص انبیاء میں سے کسی نبی کی تکذیب کرے یا ان پر عیب لگائے یا کسی نبی سے برأت کا اظہار کرے وہ مرتد ہے۔

وہ شخص جو کسی سے کہے کہ ''تمہارا چہرہ فرشتہ مالکؒ کے غضبناک چہرے کی طرح ہے''۔ تو اگر وہ اپنے اس جملے سے فرشتہ مذکور کی مذمت کا ارادہ کرے تو اس کے بارے میں ابوالحسن قابسی کا فتویٰ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں کہ یہ سارے احکام اس شخص کے بارے میں ہیں جو بحیثیت مجموعی ان تمام انبیاء ملائکہ کے متعلق گستاخانہ کلام کرے جن پر اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں نص کر دیا ہے یا اخبار متواترہ ومشہورہ کے باعث ان کی نبوت وملکیت پر اجماع

Marfat.com

ہو چکا ہے۔ مثلاً حضرت جبریلؑ' حضرت میکائیلؑ' مالک' جنت اور جہنم کے دراوغہ' زبانیہ' حاملین عرش وغیرہم۔() کوان کا ذکر قرآن کریم میں ہے یا وہ انبیاء جن کے نام قرآن میں آئے ہیں یا جیسے حضرت عزائیلؑ واسرافیلؑ اور رضوان وحافظینؑ منکر ونکیر کہ ان کا وجود اخبار واحادیث سے ثابت ہے لیکن وہ فرشتے یا نبی جن کے تعین پر احادیث نہیں ہیں اور نہ اس بات پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ وہ فرشتے یا نبی ہیں۔ جیسے ہاروت وماروت کا فرشتوں میں ہونا اور خضر ولقمان' ذوالقرنین اور مریم' آسیہ اور خالد بن سنان جن کی بابت مذکور ہے کہ اہل الرس کی طرف بحیثیت نبی کے مبعوث ہوئے تھے اور زردشت جن کے بارے میں مجوسی اور مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے تو ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کا وہ حکم نہیں ہے (یعنی اس کو قتل نہیں کیا جائے گا) کیونکہ ان کو وہ مرتبہ اور مقام حاصل نہیں جو ان انبیاء اور ملائکہ کو حاصل ہے جن کا ذکر قرآن میں ہے یا جن کی نبوت پر اجماع ہے البتہ اگر کوئی شخص ان حضرات پر عیب لگائے تو اسے سزا دی جائے گی اور سزا کے بارے میں بھی ان کی تنقیص کے اعتبار سے اس کا تعین ہوگا خاص کر ان لوگوں کے بارے میں جن کی صدیقیت اور بزرگی ظاہر ہو چکی۔

اگر کوئی شخص ان حضرات کی نبوت کا انکار کرے یا انہیں ملائکہ میں سے نہ شمار کرے تو دیکھا جائے گا کہ کہنے والا کیسا ہے۔ اگر وہ اہل علم میں سے ہے تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور اگر وہ عوام میں سے ہے تو اس کی اس طرح کے معاملات میں گفتگو کرنے کی وجہ سے تنبیہ کی جائے گی اور اگر وہ منکر ہو تو اسے سزا دی جائے گی کیونکہ اس طرح کے امور میں عوام کو کلام کرنے کا حق نہیں ہے اور سلف صالحین تو علماء کے بھی اس طرح کے امور میں کلام کرنے کو مکروہ خیال کیا ہے چہ جائیکہ عوام۔

فصل : ۸

قرآن کریم یا مصحف کی توہین کرنے والے کی بابت حکم

۱۸۱۹ تا ۱۸۲۰...... جان لو! جو شخص قرآن کریم کی یا مصحف کی یا قرآن کے کسی جز

Marfat.com

کی توہین کرے یا اس کے بارے میں کوئی بے ہودہ بات بولے یا اس کا انکار کرے یا اس کے کسی حرف یا آیت کا انکار کرے...... یا قرآن کی تکذیب کرے یا قرآن کی کسی بات کو جھٹلائے یا قرآن کریم کے کسی صریح حکم یا خبر کی تکذیب کرے یا کسی ایسی چیز کو ثابت کرے جس کی قرآن نے نفی کی ہے یا کسی ایسی چیز کی نفی کرے جسے قرآن نے ثابت کیا ہے اور یہ حرکت جان بوجھ کر کرے یا قرآن کریم کی کسی بات میں شک کرے تو وہ اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ [حم السجدہ: ۴۱، ۴۲]

''بے شک یہ عزت والی کتاب ہے۔ کہ باطل نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے لائق تعریف کی طرف سے نازل ہوئی ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''قرآن میں مراء کفر ہے'' مراء' سے مراد شک اور جدال کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ جحد آية من كتاب الله، من المسلمينَ، فقد حلَّ ضربُ عُنُقِه.)) [ابن ماجه]

''جو مسلمان کتاب اللہ کی کسی آیت کا انکار کرے اس کی گردن ماردینا حلال ہے''

اسی طرح اگر کوئی شخص تورات، انجیل اور اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہونے والی کسی بات کا انکار کرے یا کفر کرے یا ان پر لعنت بھیجے یا ان لوگوں کو برا بھلا کہے یا ان کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ قرآن جو زمین کے گوشے گوشے میں پڑھا جاتا ہے اور مصحف کی شکل میں مسلمانوں کے ہاتھ میں موجود ہے جو دو دفیتوں کے درمیان ہے جو الحمد للہ رب العالمین سے شروع ہو کر قل اعوذ برب الناس پر ختم ہوتا ہے۔ یہ بغیر کسی شک و شبہے کے اللہ کا کلام ہے اور اس کی وہ وحی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

Marfat.com

اتاری گئی اور اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور یہ کہ جو شخص قصداً اس کے ایک حرف کو بھی کم کرے یا اس کے کسی حرف کے بدلے میں دوسرا حرف رکھے یا اس پر ایک بھی اپنی طرف سے قصداً زیادہ کرے اور وہ حرف مصحف شریف میں موجود نہ ہو اور اس پر اجماع ہے کہ وہ قرآن کا حصہ نہیں ہے تو وہ بغیر کسی شک وشبے کے کافر ہے۔

اسی لئے امام مالکؒ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرتا ہے یا ان پر بہتان باندھتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے عمل سے قرآن کریم کو جھٹلاتا ہے لہٰذا ایسا شخص واجب القتل ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ ''اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا وہ قتل کیا جائے''۔ یہی رائے عبدالرحمٰن بن مہدی کی بھی ہے۔

محمد بن سحنون کہتے ہیں کہ ''جو شخص کہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ نہیں ہے اس کی گردن ماردی جائے الا یہ کہ وہ توبہ کرے ایسے ہی ہر وہ شخص جو قرآن کے ایک حرف کو بھی جھٹلائے (واجب القتل ہے) اسی طرح اگر ایک گواہ نے ایک شخص کے بارے میں یہ گواہی دی کہ ''اس نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا'' اور مدعیٰ علیہ نے کہا کہ ''(شاہد نے) یہ کہا ہے کہ ''اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل نہیں بنایا'' تو دونوں واجب القتل ہیں کیونکہ دونوں نے بالاتفاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلادیا۔

ابوعثمان حداد کہتے ہیں کہ تمام وہ لوگ جو عقیدۂ توحید سے وابستہ ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے۔

ابوالعالیہ کی احتیاط کا تو یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس قرآن پڑھتا (اور وہ غلط آیت پڑھ دیتا تو) وہ اس سے یہ نہیں کہتے کہ جس طرح تم پڑھتے ہو ایسا نہیں ہے بلکہ کہتے کہ میں تو اس طرح پڑھتا ہوں (اور اس وقت صحیح پڑھ دیتے) ابراہیم نخعی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ''اصل بات یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر قرآن کے ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: جو شخص قرآن کی ایک آیت کا بھی

Marfat.com

انکار کرے اس نے گویا پورے قرآن کا انکار کر دیا اور جو قرآن کی تکذیب کرے وہ کافر ہے''۔

قابسی سے اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا اور یہودی نے تورات کی قسم کھائی تو اس نے کہہ دیا کہ ''اللہ تورات پر لعنت کرے (العیاذ باللہ)'' اس بات کی گواہی ایک شخص نے دی اور جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ ''میں نے یہود کی تورات پر لعنت کی ہے'' تو ابوالحسن قابسی نے کہا کہ ''ایک گواہ کی گواہی کی بنیاد پر قتل کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اس شخص نے جو جواب دیا ہے اس میں تاویل کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ وہ غالباً وہ یہود کو کسی ایسی کتاب پر جو اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہوئی ہے عامل نہیں سمجھتا کیونکہ وہ اس کتاب میں تحریف اور تبدیل کرتے رہتے ہیں' البتہ اگر دو گواہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس نے مطلقاً تورات پر لعنت کی ہے تو پھر تاویل اور احتمال کی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی۔

بغداد کے فقہاء ابن مجاہد (مشہور قاری) سمیت اس بات پر متفق ہوئے تھے کہ ابن شنبوذ قاری سے جو بغداد کے قاریوں کے اماموں میں سے تھے توبہ کرائیں کیونکہ انہوں نے ایک شاذ حرف کی قرأت کی تھی جو قرآن میں نہیں تھا اور سب نے مل کر ان سے عہد لیا کہ وہ رجوع کرتے اور توبہ کرتے ہیں۔ انہوں نے وزیر ابو علی کی موجودگی میں ۳۲۳ھ میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور تحریر لکھ دی۔ جن لوگوں نے ان سے توبہ کرانے کا فتویٰ دیا تھا ان میں ابوبکر مہدی بھی تھے۔

ابو محمد بن ابی زید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سزا دینے کا فتویٰ دیا تھا جس نے ایک لڑکے سے کہا تھا کہ ''جس نے تجھے پڑھایا اور جو کچھ تجھے پڑھایا اس پر لعنت ہے''۔ اس آدمی نے کہا کہ ''میری مراد اس لڑکے کی بے ادبی سے تھی میں نے قرآن کی بے ادبی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا''۔ ابو محمد کہتے ہیں کہ بہر حال جو قرآن کریم پر لعنت کرے وہ واجب القتل ہے۔

Marfat.com

فصل : ۹

آلِ بیت‘ ازواج مطہرات‘ صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے

۱۸۲۱ تا ۱۸۳۰...... نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اطہارؓ آپ کی ازواجؓ مطہرات اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کی شان میں گستاخی کرنا اور ان میں نقص نکالنا حرام ہے اور جو شخص ایسی حرکت کرے وہ ملعون ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’میرے اصحابؓ کے بارے میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو خبردار انہیں میرے بعد نشانہ ملامت نہ بنانا کیونکہ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری محبت ہی کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے‘‘۔ جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے درحقیقت مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی اور جو اللہ عزوجل کو ایذا پہنچاتا ہے اللہ عزوجل عنقریب اسے پکڑ لے گا‘‘ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’خبردار میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا جو آدمی انہیں برا بھلا کہے اس پر اللہ عزوجل کی تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اللہ عزوجل ایسے شخص کی کسی فرض اور نفل عبادت کو قبول نہیں فرمائے گا‘‘۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’میرے صحابہؓ کو گالی نہ دینا آخر وقت میں ایک جماعت ایسی ظاہر ہوگی جو میرے صحابہؓ کو گالی دے گی خبردار اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز ادا نہ کرنا نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا نہ ان کی مجلس میں بیٹھنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے مارنا‘‘۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو بتلا دیا کہ صحابہ کرامؓ کو گالی دینا یا انہیں ایذا پہنچانا نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچانے کے برابر ہے جو حرام ہے‘‘۔ ایک حدیث میں نے

Marfat.com

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "میرے صحابہؓ کے بارے میں کچھ کہہ کر مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی"۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عائشہؓ کے بارے میں (انہیں کچھ کہہ کر) مجھے ایذا نہ پہنچاؤ"۔

اسی طرح کی بات آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں بھی فرمائی آپ ﷺ نے تو ان کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا کہ "فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس لئے جس بات نے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے"۔

(صحابہؓ کے برا کہنے والے کے بارے میں) علماء کے درمیان اختلاف ہے امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ایسے شخص کو دردناک عذاب دیا جائے۔ امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص نبی اکرم ﷺ کو برا کہے اسے قتل کر دیا جائے اور جو آپ ﷺ کے اصحابؓ کو برا کہے اسے سخت تنبیہ کی جائے"۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی دے یا کہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان' حضرت معاویہ' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کفر و ضلال میں مبتلا تھے (العیاذ باللہ) تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اگر یہ بات نہ کہے بلکہ انہیں یوں ہی برا کہے جیسے کہ عام لوگوں کو برا کہا جاتا ہے۔ تو اسے سخت سزا دی جائے"۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ شیعہ میں سے جو غالی شیعہ ہیں اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان پر تبرا بولتے ہیں انہیں سخت تعزیر دی جائے اور جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بغض رکھے اور زیادہ سخت سزا دی جائے اسے بار بار پیٹا جائے اور عرصہ دراز تک جیل میں قید رکھا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے البتہ سوائے نبی ﷺ کو گالی دینے کے اسے قتل نہ کیا جائے۔

سحنون نے کہا ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی کی تکفیر کرے چاہے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابیؓ کی اسے دردناک سزا دی جائے۔

ابن ابی زید نے سحنون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "جو شخص حضرت ابو بکر' عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہے کہ یہ حضرات کفر و ضلال میں مبتلا

Marfat.com

تھے (العیاذ باللہ) اسے قتل کر دیا جائے اور جو دیگر صحابہ کرامؓ کی شان میں اس طرح کے کلمات کہے اسے سخت ترین سزا دی جائے"۔

امام مالکؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ "جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے۔ اسے کوڑے مارے جائیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے"۔ حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ "اس لئے کہ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا اس نے قرآن کی مخالفت کی" ابن شعبان نے امام مالکؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[النور:١٧]

"اللہ عزوجل تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ پھر ایسی بات نہ کہنا لہٰذا اگر کوئی شخص دوبارہ ایسی بات کہے تو وہ کافر واجب القتل ہے"۔

ابوالحسن صقلی سے روایت ہے کہ قاضی ابوبکر بن الطیب نے فرمایا کہ "مشرکوں نے جس چیز کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کی تھی جب اللہ نے اس کا قرآن میں ذکر فرمایا تو اپنی پاکی بیان کی مثلاً ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ﴾[الانبیاء:٢٦]

"اور انہوں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے اپنا ایک بیٹا بنایا ہے"۔

اللہ اس بات سے پاک ہے۔ اس طرح کی بات اس نے اکثر آیتوں میں ذکر کی ہے۔ اسی طرح جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَلَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ﴾

[النور:١٦]

"ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے اس طرح کی باتیں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں) سنی تھیں تو کہہ دیتے کہ ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس طرح بات زبان پر بھی لائیں اللہ تو پاک ہے"۔

تو اس مقام پر اللہ عزوجل نے ان کی برائی سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے اپنے کو

Marfat.com

پاک کہا' اس سے امام مالکؒ کے قول کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینے والے کی سزا قتل تجویز کی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینے کو اللہ عزوجل نے ایسا ہی سمجھا جیسا کہ اپنی گالی کو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے برابر ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے کر ایذا دے اس نے گویا اللہ عزوجل کو ایذا دی اور اللہ عزوجل کو ایذا دینے کی سزا موت ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

ایک شخص نے کوفہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی تو اس کا مقدمہ موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کے سامنے پیش ہوا۔ موسیٰ نے پوچھا کہ اس نے اس آدمی سے ایسی بات سنی ہے؟ تو ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ ''میں نے سنا ہے'' تب اس شخص کو اسّی درے مارے گئے اور اس کا سر مونڈنے کے لئے اسے حجام کے سپرد کیا گیا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبان کاٹ دیں گے کیونکہ انہوں نے حضرت مقداد بن الاسود صحابی کو برا بھلا کہہ دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں اس کی زبان کاٹ دیتا ہوں تاکہ اس کے بعد کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دینے کی جرأت نہ کرے۔

ابوذر ہروی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک اعرابی کو پیش کیا گیا جو انصار کی ہجو کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ صحابی نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف سے اس سے نپٹ لیتا''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اِس بارے میں فتویٰ:

امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی برائی کرے اسے مال غنیمت میں حصہ نہیں ملنا چاہئے کیونکہ اللہ عزوجل نے مال غنیمت کو تین قسم کے لوگوں میں تقسیم فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ ......﴾

[الحشر: ۸]

Marfat.com

''فے کا مال اُن مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔''

② ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ......﴾[الحشر:۹]

''اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔''

③ ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ......﴾[الحشر:۱۰]

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دِل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال' اے ہمارے ربّ بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

کتاب ابن شعبان میں ہے کہ ''جو شخص ان میں سے کسی ایک کے بارے میں کہے کہ وہ زانیہ کا بیٹا ہے حالانکہ اس کی والدہ مسلمان ہے تو ہمارے بعض علماء کے نزدیک ایسے شخص پر دو حدیں جاری کی جائیں گی ایک حد تو اس آدمی کی اور دوسری اس کی والدہ کی طرف سے اس کا حکم اس آدمی کا نہیں ہوگا جو ایک جماعت کو ایک ہی جملے میں گالی دے دے کیونکہ صحابہ کرام دیگر لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں اور اس لئے بھی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۸۳۰...... ((مَنْ سَبَّ أصحابی فاجلدوه.))

Marfat.com

''جو شخص میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو گالی دے ایسے (ملعون کو) کوڑے مارو''۔

اور آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: ''جو شخص ان کی والدہ پر تہمت لگائے حالانکہ وہ کافرہ ہوں تو بھی اس پر حد قذف لگائی جائے گی کیونکہ اس نے اس طرح صحابی کو گالی دی۔

لہٰذا اگر اس صحابی کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہو تو وہ حد کا مطالبہ کرے اور اگر کوئی نہ ہو تو جو مسلمانوں کے امور کا نگران حاکم ہو وہ اس حد کو اس پر نافذ کرے گا اور امام کو یہ فرض انجام دینا ہی ہوگا۔ غیر صحابہ کا حکم وہ نہیں ہوگا جو صحابی کا ہوتا ہے اس لئے کہ صحابی کو نبی اکرم ﷺ کے شرف صحبت کی وجہ سے ایک خاص قسم کا مرتبہ حاصل ہے۔ اگر حاکم کسی شخص کو دیکھے کہ وہ صحابی یا ان کی والدہ کی شان میں بے ہودگی کر رہا ہے یا اس پر شہادت قائم ہو جائے تو حاکم کا فرض ہے کہ وہ سزا کو نافذ کر دے۔

ابن شعبان نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا اگر کوئی کسی دوسری زوجہ محترمہ کو گالی دے تو اس سلسلے میں علماء کے دو اقوال ہیں:

① ایک تو یہ کہ اسے قتل کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ کو گالی دے کر درحقیقت نبی اکرم ﷺ کو گالی دی ہے۔

② اور دوسرا قول یہ ہے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح اس پر حد قذف لگائی جائے گی۔

یہ اقوال نقل کرنے کے بعد ابن شعبان نے کہا کہ ''میں پہلے ہی قول کو مانتا ہوں۔

امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ''اگر کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو گالی دے جو نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی طرف منسوب ہو تو اسے دردناک مار مارنی چاہئے' اس کی تشہیر کی جائے اور اس وقت تک اسے قید میں رکھا جائے جب تک کہ اس کی توبہ ظاہر نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے وقار کو صدمہ پہنچانے کی کوشش ہے (لہٰذا اس پر سزا دینا ضروری ہے)۔''

Marfat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کا فتویٰ قابلِ رد:

فقیہ مالقہ ابوالمطرف الشعبی سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے قاضی سے ایک عورت کو رات میں کسی مقدمے کے سلسلے میں قسم دینے پر کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی بھی ہوتی تو اسے رات کے وقت قسم نہیں دی جا سکتی تھی بلکہ دن ہی میں قسم دی جاتی بعض فقہاء نے اس کے قول کو درست قرار دیا لیکن ابوالمطرف نے کہا کہ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں ایسی بات کہی ہے کہ اس کو سخت ضرب لگانی چاہئے اور طویل عرصے تک قید میں رکھنا چاہئے اور جس فقیہ نے اس شخص کی بات کو درست قرار دیا ہے اسے فقیہ کہنے کے بجائے فاسق کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کی تو تشہیر ہونی چاہئے اور سخت تنبیہ کی جائے بلکہ ایسے آدمی سے نہ تو آئندہ فتویٰ لیا جائے نہ اس کی شہادت قبول کی جائے ایسے شخص سے اللہ کے لئے عداوت رکھی جائے۔

ابوعمران نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو یہ کہے کہ ''اگر میرے خلاف صدیق رضی اللہ عنہ بھی گواہی دیں'' (تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی) فرمایا کہ ''اگر اس قول سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس مقدمے میں ایک شخص کی گواہی (خواہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں) معتبر نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر اس کے علاوہ اس کا ارادہ دوسرا ہے (یعنی وہ توہین آمیز انداز میں یہ بات کہے) تو اس کو اتنا مارنا چاہئے کہ وہ موت کے قریب ہو جائے''۔ علماء نے اس قول کو بطور روایت کے نقل کیا ہے۔

قاضی ابوالفضل (اللہ اُن پر اپنا رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ سب سے آخری قول ہے۔ اب بحمد اللہ وہ غرض پوری ہوگئی جس کا ہم نے قصد کیا تھا۔ وہ شرط جو ہم نے کی تھی وہ بھی پوری ہوگئی۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی ہر قسم میں ارادت مند کے لئے کافی مواد ہے اور ہر باب میں اس کی ضرورت کے مطابق راستے ہیں میں نے بلاشبہ ایسے ایسے نکتے بیان کئے ہیں جو عجیب و غریب ہیں۔

میں نے تحقیق کے تقریباً ہر گھاٹ کا پانی پیا ہے اور اس کتاب میں ایسی باتیں کی ہیں

Marfat.com

جو اس سے پہلے کی تصانیف میں نہیں پائی جاتیں، میں نے اس میں کئی فصلیں رکھی ہیں میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا مصنف مجھے ملے جس نے مجھ سے پہلے ان مسائل پر کلام کیا ہو۔ یا ایسا مشہور و معروف ہو کہ میں اس سے استفادہ کروں یا اس کی زبانی کچھ سنوں تا کہ میں خود روایت بیان کروں۔

لیکن (اس معاملے میں تو) میں (فقط) اللہ عزوجل کا احسان مانتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میرے اس کام کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے اور جو کچھ اس میں بناوٹ اور تصنع ہوا اسے معاف فرمادے اس لئے کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں ذکر کیا ہے وہ جناب مصطفیٰ ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی وحی الٰہی کا شرف اور اس کی بزرگی ہے میری آنکھیں محض اس تلاش میں جاگتی رہیں کہ میں آقائے نامدار کے فضائل تلاش کرتا رہوں میں ہر وقت اس کام میں مشغول رہا کہ آپ ﷺ کے خصائص و کمالات کو ظاہر کروں۔ اللہ عزوجل ہمارے جسموں کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے محفوظ رکھے کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کے شرف و حرمت کی حمایت کی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جو آپ ﷺ کے حوضِ کوثر سے قیامت کے دن دور نہ کئے جانے والے ہیں اللہ عزوجل اس کتاب کو ہمارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے جو اس کتاب کو لکھنے اور پھیلانے کا انتظام کرے یا اس کو یاد کرے ایک وسیلہ بنادے تا کہ ہم صحیح راستے پر چل کر اپنی منزل مقصود پر جا پہنچیں۔

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ......﴾

[آلِ عمران: ۳۰]

''جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا' آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔''

Marfat.com

اللہ عزّوجل سے دست بدُعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اس دن کے لئے زادِراہ بنائے جس دن ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا اور اللہ عزوجل ہمیں ہمارے نبی ﷺ کی خاص جماعت کے ساتھ مخصوص کرے اور ہم کو قیامت کے دن پہلی جماعت میں شامل کرے جسے آپ ﷺ کی شفاعت حاصل ہوگی اور جو داہنے دروازے سے داخل ہوگی۔

ہم اُس کی تعریف کرتے ہیں کہ اُس نے ایک کتاب کے جمع کرنے کی ہدایت دی اور جن حقائق کو ہم نے اس میں تحریر کیا ہے اس کے سمجھنے کی خاطر ہماری جانب الہام کیا' ہماری باطنی آنکھیں کھول دیں اور ہمیں ان حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت بخشی اور اس بات سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہماری کوئی ایسی دعا ہو جو سنی نہ جائے ایسا علم ہو جو نہ دیتا ہو اور ایسا عمل ہو جو کہ اوپر کی طرف نہ چڑھے۔ وہ سخی ہے اُس کے ہاں سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ جس کو وہ رسوا کردے اسے کوئی مدد نہیں پہنچا سکتا وہ طالبین کی دُعاؤں کو رَد نہیں کرتا اور مفسدین کے عمل کو سنوارتا نہیں۔

'' و حَسْبُنا اللّٰه و نِعْمَ الوكيل' و صلّى اللّٰه على سيدنا محمدٍ' و آله و صَحْبه' و سلَّم تسليمًا كثيرًا''.

''وہی ہمارے لئے کافی ہے وہی سب سے بہتر وکیل ہے اور اُس کا درود و سلام ہو ہمارے سردار اور محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب علیہم الصلوٰۃ والسلام پر۔ سب پر بہت بہت سلام ہو۔''

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اِحْسَانِهٖ! آج مورخہ ۱۲/ ۶ /۰۴ء ''الشِّفَا بِتَعْرِيفِ حُقُوقِ الْمُصْطَفٰى'' کے ترجمہ سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مصنف قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے اختتام کتاب پر جو دعائیں اللہ عزوجل کی جناب میں طلب کی ہیں اللہ عزوجل مجھ

Marfat.com

ہیچ مدان، خاکپائے علماء کو بھی اس زمرہ میں شامل فرما، (آمین) اس ترجمہ کو مقبول عام بنا اور اس ضمن میں جن جن حضرات نے مدد فرمائی اور جنہوں نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں سعی کی اور ایک لفظ بھی لکھنا پڑھنا سکھایا سب پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما اور اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر پہ اپنی خصوصی رحمتوں کا نزول فرما، آمین ثم آمین۔

تمت

Marfat.com